آنا جانا نور کا

میلاد نامہ مع معراج نامہ

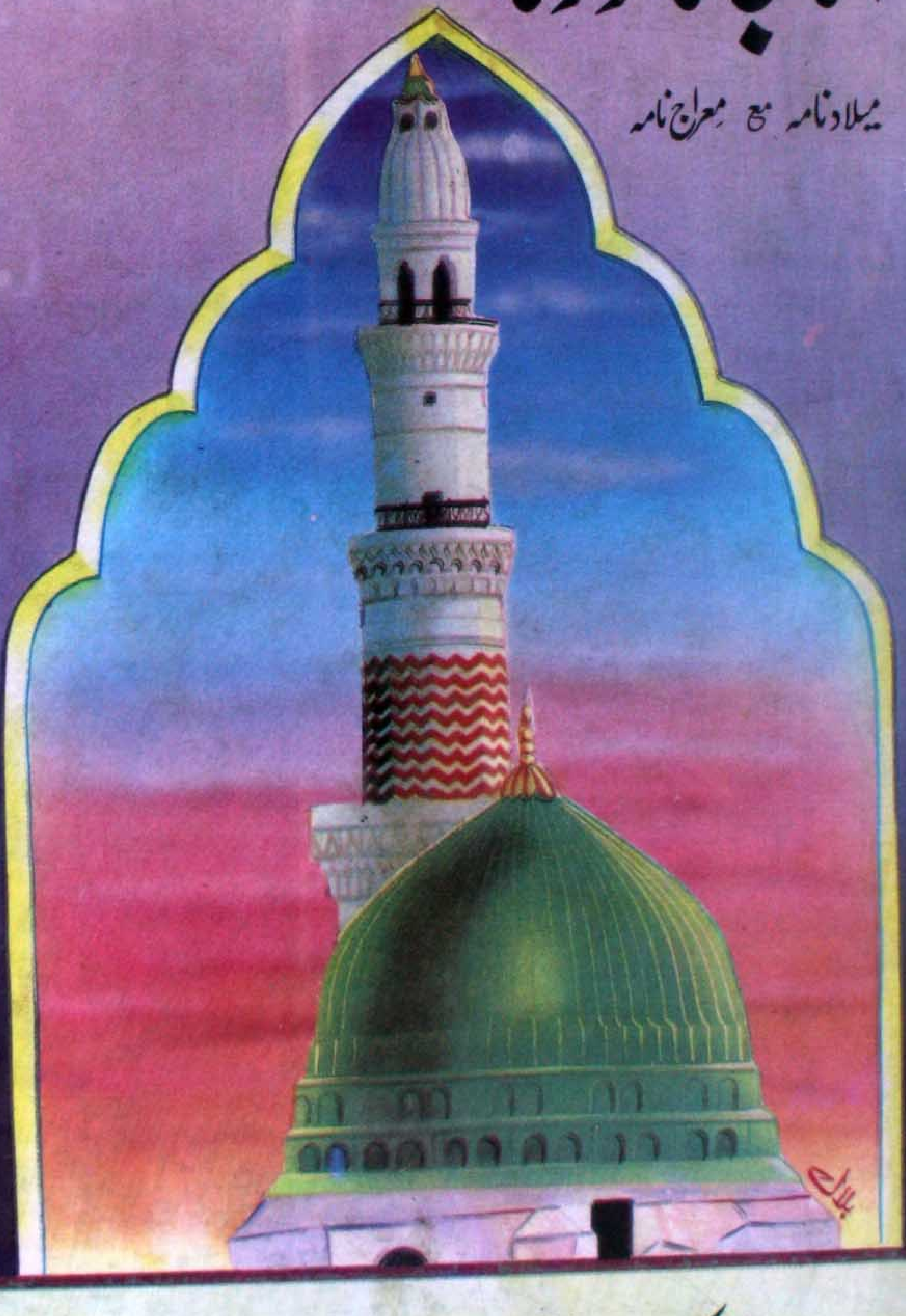

فرید بک سٹال ۳۸ اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

سلطان الواعظین مولانا ابو النور محمد بشیر صاحب کا انوکھا، اچھوتا اور نرالا

مجموعۂ مواعظ

آنا جانا نور کا

میلاد نامہ مع معراج نامہ

اس کتاب کو شروع کرتے ہی آپ ایک نورانی محفل میں شریک ہو جائیں گے جو زیرِ رحمتِ باری منعقد ہو رہی ہے جس میں صحابۂ کرام کے علاوہ بلند پایہ شعراء بارگاہِ رسالت میں نذرانۂ عقیدت پیش کر رہے ہیں۔ علمائے اہل سنت کی دلپذیر تقریریں ہو رہی ہیں۔ سلطان الواعظین مولانا ابو النور محمد بشیر صاحب

میلادِ مصطفےٰ اور **معراجِ مصطفےٰ**

کے موضوع پر اپنے منفرد انداز میں وعظ فرما رہے ہیں

ناشر

فرید بک سٹال ۳۸ اردو بازار لاہور

marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب : آ جا ماہی رنگا

تصنیف : سلطان الواعظین مولانا ابو النور محمد بشیر

کتابت : بشیر احمد کیلانی

مطبع : ہاشم اینڈ حماد پرنٹرز لاہور

قیمت : -/75 روپے

ناشر

فرید بک سٹال، 38-اردو بازار، لاہور، پاکستان

فون نمبر 042-7312173 ، فیکس نمبر 092-042-7224899

ای۔میل نمبر faridbooks@hotmail.com

marfat.com

پہلی نظر

استقبال

نعرۂ تکبیر : اللہ اکبر

نعرۂ رسالت : یا رسول اللہ

حضرات!

آج کی یہ نورانی محفل خالقِ کائنات کے زیرِ لطف وکرم منعقد ہو رہی ہے۔ میں آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ اور مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ اس محفل میں شریک ہو کر آپ نے ایک بہت بڑی سعادت حاصل کی ہے ؎

جہاں ذکرِ حبیب ہوتا ہے!
خود خدا بھی قریب ہوتا ہے
ان کی محفل میں بیٹھنے والا
آدمی خوش نصیب ہوتا ہے

حدِ نگاہ تک غلامانِ مصطفٰے کا جمِ غفیر ہے۔ پنڈال کو ٹیوبوں اور قمقموں سے اس طرح سجایا گیا ہے کہ روشنی کا ایک دریا بہہ رہا ہے۔ میں چشمِ تصور سے دیکھ رہا ہوں کہ آج کی اس محفل میں نور و نکہت کی بارش ہو رہی ہے۔ اور کیوں نہ ہو؟

marfat.com

ذکر کس کا ہے ؟ بات کس کی ہے ؟

وہی جو عرش کے حجابات میں ہزاروں سال ستارا بن کر چمکتا رہا۔ جس کی ضیا پاشیوں نے سینۂ جبریل کو روشن کیا۔ ہاں ہاں! وہی خدا کا دُلارا جس کا نور جبینِ آدم میں چمکا تو اسے مسجودِ ملائکہ بنادیا۔ وہی جو طوفان کے تھپیڑوں میں نوح کا کشتی بان تھا۔ وہی جو آتش کدۂ نمرود میں خلیل اللہ کا سہارا تھا۔ وہی جس کے فیضانِ کرم نے ننھّے ذبیح کو قربان ہو جانے کا حوصلہ بخشا۔ وہی جو مقدّس صلبوں اور پاکیزہ رحموں کو منوّر کرتا ہوں پہلوئے آمنہ تک آیا۔

تو ——

نور کی بارشیں ہونے لگیں۔ قدوسیوں نے ملکوتی ترانے گائے۔ آتش کدے سرد پڑ گئے۔ بت سرنگوں ہو گئے —— اور کعبۃ اللہ نے حجرۂ آمنہ کو جھانک کر کہا:

"بارِ الٰہا! تیرا شکر ہے کہ کعبہ بنانے والا آ گیا"

بھیجنے والے نے پھر ایک سہانی رات میں جبریل کو بھیج کر اسے اپنے حریم ناز میں بلا لیا۔ اس وقت بشریت و آدمیت کا سر فخر سے بلند ہو گیا۔ جب قدوسیوں کے امام جبریل نے محبوب کے قدموں سے اپنی آنکھیں لگائیں۔

ہاں ہاں! وہی افتخارِ آدمیت —— جسے کوثر و سلسبیل سے نہلایا گیا، خلعتِ خصوصی پہنایا گیا پھر براق پر بٹھایا گیا —— تو جبریل نے رکاب تھام لی۔ فرشتوں نے درود و سلام کے ترانے چھیڑ دیئے۔ نور نے نورانی سفر کا آغاز کیا۔

marfat.com

الغرض! حضرات!!

مثال نہیں اس کے آنے کی اور جواب نہیں اس کے جانے کا۔

آج کی محفل میں اس کے آنے کا ذکر ہوگا اور اس کے جانے کے تذکرے ہوں گے۔

میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے اس مقدس محفل میں شرکت فرمائی۔ ساتھ ہی یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ یہ محفل اس شخصیت کی قیادت میں منعقد ہو رہی ہے جسے اہل سنّت کا بچہ بچہ سلطان الواعظین کے حوالے سے جانتا ہے۔

آخر میں فرید بک سٹال کے کارکنوں کا، بالخصوص برادرم سیّد اعجاز احمد صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی کوشش سے آج کی بے مثال محفل قائم ہوئی ہے۔

دعا ہے کہ اس محفل اور محفل والے کے صدقہ میں، خالقِ کائنات فرید بک سٹال کو سُنّی بھائیوں میں مقبول و محبوب فرمائے۔

اب میں حضرت سلطان الواعظین سے عرض کرتا ہوں کہ آپ خود تشریف لاکر "میلادِ مصطفےٰ اور معراجِ مصطفےٰ" کی عظیم الشان محفل کا آغاز فرمائیں۔

نعرۂ تکبیر! اللہ اکبر!

نعرۂ رسالت! یا رسول اللہ

عطاء المصطفےٰ جمیل

marfat.com

فہرستِ مضامین!

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
زیرِ رحمتِ باری، محفلِ میلاد کا افتتاح	١١	آپ کی زبان مبارک کا برہان	۴۲
میں وہ ہوں	١١	آپ کی تھوک مبارک کا برہان	۴۳
اے مرے محبوب	١١	آپ کے سمع مبارک کا برہان	۴٦
اے میرے بندو	١٣	آپ کی آواز مبارک کا برہان	۴٦
صل علے محمد	١۴	آپ کی بغل مبارک کا برہان	۴٦
خدا کا ہدیہ	١۴	آپ کے ہاتھ مبارک کا برہان	۴٧
نعت خوانی	١٦	آپ کی انگلیاں مبارک کا برہان	۴٧
میلادِ رسول	١٨	آپ کے سینہ مبارک کا برہان	۴٨
ہمارے حضور کا صدقہ	٢٠	آپ کے خون مبارک کا برہان	۴٨
قصیدۂ نور	٢١	آپ کے پسینہ مبارک کا برہان	۴٨
نورٌ علی نور	٢٢	آپ کے بول مبارک کا برہان	۵٠
ترانۂ نور	٢٣	آپ کے پاخانہ مبارک کا برہان	۵٠
وعظ و تقریر	٢۴	آپ کے قد مبارک کا برہان	۵٠
آفتابِ نبوت کا طلوع اور شاہِ یمن تبع	٢۵	جلوس و جلسے	۵٢
نبی اور فلاسفر میں فرق	٣٢	سنتِ الٰہیہ	۵۴
البرہان	٣٧	ایک شبہ کا ازالہ	۵٦
آپ کے بال مبارک کا برہان	۴١	علاوہ ازیں	۵٨
آپ کی آنکھ مبارک کا برہان	۴٢	اگر یہ کہا جائے	۵٩
آپ کی ناک مبارک کا برہان	۴٢	حکایت	۵٩

marfat.com

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
بدعت	۶۰	ہمارا خدا نور	۸۲
اگر کہا جائے	۶۰	ہمارا قرآن نور ہے	۸۴
علاوہ ازیں	۶۱	ہمارا اسلام نور ہے	۸۴
پھر اگر یہ کہا جائے	۶۲	ہمارا رسول بھی نور ہے۔	۸۴
اگر یہ حدیث سنائی جائے	۶۳	حدیث نور	۸۴
اگر کوئی یوں کہے	۶۴	سراپائے نور	۸۶
اگر یہ کہا جائے	۶۶	ذکرِ محبوب	۸۶
منظوم وعظ	۶۷	ظہورِ قدسی	۸۶
محفلِ میلاد کا قرآن سے ثبوت	۶۸	مہد مہد	۸۶
تری مثل نہیں ہے خدا کی قسم	۷۳	بدنِ مبارک	۸۶
آنکھ مبارک	۷۳	جبینِ مبارک	۸۷
لطیفہ	۷۴	ابروئے مبارک	۸۷
جنت کتنی دور ہے	۷۵	بینی مبارک	۸۷
کان مبارک	۷۶	دندانِ مبارک	۸۸
حضرت بلال کے جوتوں کی آواز	۷۷	مبارک ہاتھوں کے مبارک پہونچے	۸۸
چہرہ مبارک	۷۷	انگلیاں مبارک	۸۸
حضور کا سایہ	۷۸	رحمتِ عالم	۸۹
حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ	۷۹	کرۂ امتحان	۹۱
صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین	۸۰	عرفانِ رسول	۹۲
ہاتھ مبارک	۸۱	زینہ	۹۳
لاٹھی چمک اٹھی	۸۲	ایک مثال	۹۴
ہم نوری ہیں	۸۳	عرس	۹۸

marfat.com

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
حکایت	۹۹	آپ کا عدل	۱۲۸
حضور کی بدولت	۱۰۰	آپ کی امانت	۱۲۸
رحمت سے مایوس نہ ہوں	۱۰۲	حضور کی قولی پاکیزگی	۱۲۹
دینے والا ہے سچّا ہمارا نبی	۱۰۳	حُسنِ صورت	۱۳۰
حضرت جابر کا اونٹ	۱۰۴	کچھ رعنائیاں	۱۳۱
مولوی حسین احمد مدنی	۱۰۵	مُہرِ نبوّت	۱۳۴
لطیفہ	۱۰۶	موہائے مبارک	۱۳۴
تعلیمِ رحمت	۱۰۷	چشمِ شرگیں	۱۳۵
برقِ کلیسا	۱۱۰	لباسِ مبارک	۱۳۵
تضمین	۱۱۱	سرورِ عالم کا مزاح و تبسّم	۱۳۸
وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ	۱۱۲	شکر پارے	۱۴۱
خلیل اور حبیب	۱۱۵	مجلسِ میلاد شریف	۱۴۱
پاکیزہ زندگی	۱۲۰	قرآن و نعت خوانی	۱۴۲
حُسنِ سیرت	۱۲۴	وعظ و تذکیر	۱۴۲
زمانۂ طفولیّت	۱۲۵	کھانا کھلانا اور شیرینی باٹنا	۱۴۳
زمانۂ جوانی	۱۲۵	خوشبو	۱۴۳
تعلق باللہ	۱۲۶	قیام	۱۴۳
خشیۃ اللہ	۱۲۶	سلام	۱۴۴
خدا کے نام کے لیے آپ کی غیرت	۱۲۶	نمک پارے	۱۴۵
تعلق باللہ	۱۲۷	میلاد شریف	۱۴۸
سیاسی تعلقات	۱۲۷	قیام	۱۵۸
بچوں سے پیار اور ان کی تربیت	۱۲۷	دعا	۱۵۹

marfat.com

عنوان	صفحہ
بشارت از بارگاہِ رحمت	١٥٩
محفلِ معراج	١٦١
حضرات	١٦٢
افتتاحِ تلاوت	١٦٣
نور ہی نور	١٦٤
ترانۂ معراج	١٦٥
نغمۂ معراج	١٦٧
معراج شریف کا وعظ	١٦٩
معجزہ	١٧٠
عقل و معجزہ	١٧٢
معجزۂ معراج	١٧٥
ازالۂ شکوک	١٧٧
بلندی کو جانا	١٧٧
آسمانوں کا وجود	١٨٠
دو کرّے	١٨١
سرعتِ سیر	١٨٣
مولوی و مسٹر کا دلچسپ مکالمہ	١٨٤
معراج شریف کی حکمتیں	١٩٥
پہلی حکمت	١٩٥
دوسری حکمت	١٩٧
تیسری حکمت	١٩٨

عنوان	صفحہ
چوتھی حکمت	١٩٩
پانچویں حکمت	٢٠٠
چھٹی حکمت	٢٠٠
عقیدے کی بات	٢٠٤
بزمِ معراج	٢٠٦
ذکرِ معراج	٢٠٨
سبحان الذی	٢٠٨
اسریٰ	٢٠٩
بعبدہٖ	٢٠٩
لیلاً	٢١١
کس واسطے اللہ نے کی رات مقرر	٢١١
رات کی ایک خاص حکمت	٢١٢
دن رات کا مکالمہ	٢١٣
من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ	٢١٤
آج کی رات	٢١٦
بے مثل نورانی بشریت	٢١٨
براق	٢١٩
قبر موسیٰ علیہ السلام	٢٢١
ولی کی قبر پر	٢٢٢
داتا کے مزار پر	٢٢٢
قبر انور سے آواز	٢٢٤
مشاہدات	٢٢٥

marfat.com

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
امام الانبیاء	۲۲۷	لطیفہ	۲۶۲
آخرالامم	۲۳۰	ایک شبہ کا جواب	۲۶۳
آسمانوں پر	۲۳۱	دوسری بات	۲۶۴
تعظیم رسول یا جانِ ایمان	۲۳۵	فرمانِ خدا اور شانِ مصطفیٰ	۲۶۶
جانِ ایمان	۲۳۶	جنّت میں	۲۶۷
شانِ انبیاء علیہم السلام	۲۴۰	حضرت عمر کا محل	۲۶۷
حضرت سلیمان کا ایک غلام	۲۴۱	مرادِ حضور	۲۶۷
سدرۃ المنتہیٰ	۲۴۴	دوزخ	۲۶۹
مسئلۂ بشریت	۲۴۵	واپسی	۲۷۰
مقامِ صدیق	۲۵۱	دو آئینے	۲۷۲
دیدارِ حق	۲۵۵	دعا	۲۷۳
تحفہ	۲۵۷	قیام و دعا	۲۷۴
نماز کی عادت	۲۶۱	⁂ ⁂ ⁂	⁂

marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

زیرِ رحمتِ باری تعالےٰ محفلِ میلاد شریف

کا

افتتاح

حضرات! محفلِ میلاد شریف کا افتتاح ہوتا ہے۔ سب سے پہلے آپ اپنے آقا و مولیٰ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات پر مشتمل ربّ کائنات جلّ جلالہ کے ارشادات سُنیئے۔ اور دیکھئے خود خداوند کریم جلّ شانہ اپنے محبوب کے حق میں کیا فرماتا ہے؟ نعرۂ تکبیر! اللہ اکبر

میں وہ ہوں

هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَہٗ بِالۡہُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡہِرَہٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّہٖ

وہ جس نے بھیجا اپنا رسول ہدایت اور سچا دین دے کر کہ اُسے غالب کرے سب دینوں پر

لَقَدۡ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِیۡہِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِہِمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیۡہِمۡ وَیُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ ۚ وَاِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ۝

(جس) اللہ کا بڑا احسان ہوا ایمان والوں پر جب کہ بھیجا ان میں ایک رسول انہیں میں سے۔ کہ ان پر آیاتِ الٰہیہ پڑھتا اور انہیں ستھرا کرتا اور انہیں کتاب و حقائق کا علم بخشتا ہے۔ اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے

اے میرے محبوب

وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ

ہم نے تمہیں نہیں بھیجا مگر رسول سب لوگوں کے لیے۔

marfat.com

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔

ہم نے تمہیں نہیں بھیجا مگر رحمت سارے جہانوں کے لئے۔

اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا۔

بیشک ہم نے تجھے بھیجا گواہ بناکر۔ بشیر ونذیر بناکر۔ اور اللہ کی طرف اس کے اذن سے بلانے والا۔ اور روشن چراغ بناکر۔

يٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ۔

اے سردار! مجھے قسم ہے حکمت والے قرآن کی بیشک تو مرسلوں میں سے ہے۔

وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا

تم پر اللہ کا بڑا ہی فضل ہے۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔

ہم نے تیرے لئے تیرا ذکر بلند کردیا۔

اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ۔

ہم نے تجھے بہت کچھ عطا فرمایا۔

وَالضُّحٰى وَاللَّيْلِ اِذَا سَجٰى

قسم ہے تیرے روئے روشن کی اور قسم ہے تیری زلفوں کی جب چمکتے رخساروں پر بکھر جائیں۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى۔

قریب ہے کہ تجھے تیرا رب اتنا دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔

عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔

عنقریب تمہارا رب تجھے تعریف کے مقام میں اٹھائے گا (یعنی عرش پر اپنے سامنے بٹھائے گا)

يٰاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّيْلَ۔

اے کپڑے اوڑھے لیٹنے والے رات میں قیام فرما۔

يٰاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ۔

اے جھرمٹ مارنے والے! کھڑا ہو اور لوگوں کو ڈر سنا۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ۔

لوگوں سے فرمادے کہ اگر تم اللہ سے دوستی چاہتے ہو تو میری تابعداری کرو۔

marfat.com

اے میرے بندو

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۔

تم میں ایک رسول تشریف لایا ہے۔ جس پر تمہاری تکالیف گراں ہیں۔ اور جو تمہارے لئے بھلائی کا نہایت چاہنے والا اور مسلمانوں کے لئے رحمت و رافت فرمانیوالا ہے۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ

تم میں اللہ کی طرف سے ایک نور تشریف لایا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ ۔

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر فوراً آجاؤ۔

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ

اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو۔

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۔

اللہ اور اس کا رسول دونوں تمہارے مددگار ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۔

اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتلانے والے (نبی) پر۔ اے ایمان والو تم بھی اس پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

حضرات! اس خطبۂ رحمت میں باری تعالیٰ نے چونکہ اپنے مسلمان بندوں کو اپنے محبوب پر درود وسلام بھیجنے کا حکم فرمایا ہے۔ اس لئے

مولانا حامد حسن قادری

تشریف لاتے ہیں۔ اور تعمیل ارشاد الٰہی میں نغمۂ درود وسلام چھیڑتے ہیں۔ آپ سب حضرات مولانا کے ہمنوا ہو کر شوق سے پڑھیئے۔

marfat.com

صلِّ علیٰ محمدٍ ——— صلِّ علیٰ محمدٍ

وردِ درود پاک ہے زمزمۂ انس و جن — ذکرِ نبی سے دل کو رکھ مسلم خفتہ مطمئن
ان کے کرم پہ رکھ نظر اپنی مصیبتیں نہ گن — ان پر سلام صبح و شام ان پر درود رات دن

صلِّ علیٰ محمد ——— صلِّ علیٰ محمد

ان کے ظہورِ پاک کا یومِ سعید آج ہے — منتظرانِ دید کو مژدۂ دید آج ہے
رحمتِ حق کی خلق کو عام نوید آج ہے — عید اسی کی ہے طفیل اصل میں عید آج ہے

صلِّ علیٰ محمد ——— صلِّ علیٰ محمد

ماحیٔ شرک دہر میں آپ کی ایک ذات ہے — آپ کی ذاتِ پاک ہے رحمتِ کائنات ہے
نور یہ آپ ہی کا ہے ورنہ جہاں میں رات ہے — آپ کا اتباع ہی ٹھیک رہِ نجات ہے

صلِّ علیٰ محمد ——— صلِّ علیٰ محمد

ذکرِ رسول پاک سے دل میں تڑپ ہے جوش ہے — باعثِ راحتِ زباں وجہِ نشاطِ گوش ہے
محو ہے اس میں جو کوئی صاحبِ عقل و ہوش ہے — حیف جو ایسے ذکر سے کوئی زباں خموش ہے

صلِّ علیٰ محمد ——— صلِّ علیٰ محمد

حضرات! آپ نے ارشادِ خداوندی کی تعمیل میں درود و سلام پڑھ لیا۔ اب ارشاداتِ باری ہی کے سلسلہ میں آپ کو

حضرت نسفی رضی اللہ عنہ

کا ایک ایمان افروز بیان سنایا جاتا ہے۔ جسے سن کر آپ کو پتہ چلے گا۔ کہ خدا نے اپنے بندوں پر کتنا بڑا کرم کیا ہے۔ اور اپنی عطا سے ہمیں اپنے کتنے عظیم ہدیہ سے نوازا ہے۔ سنیئے!

خدا کا ہدیہ

حضرت نسفی رضی اللہ عنہ

marfat.com

قَالَ النَّسَفِی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ خَلَقَ اللّٰہُ رَاسَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْبَرَکَۃِ وَعَیْنَیْہِ مِنَ الْحَیَآءِ . وَاُذُنَیْہِ مِنَ الْعِبْرَۃِ - وَلِسَانَہٗ مِنَ الذِّکْرِ . وَشَفَتَیْہِ مِنَ التَّسْبِیْحِ . وَوَجْھَہٗ مِنَ الرِّضَاءِ وَصَدْرَہٗ مِنَ الْاِخْلَاصِ . وَقَلْبَہٗ مِنَ الرَّحْمَۃِ وَکَفَّیْہِ مِنَ الْکَرَمِ . وَشَعْرَہٗ مِنْ نَبَاتِ الْجَنَّۃِ وَرِیْقَہٗ مِنْ عَسَلِھَا وَلَحْمَہٗ مِنْ مِسْکِھَا . وَعَظْمَہٗ مِنْ کَافُوْرِھَا . وَاَسْنَانَہٗ مِنَ الْیُمْنِ . وَرِجْلَیْہِ مِنَ الرِّضَاءِ . وَعَضُدَیْہِ مِنَ الْقُوَّۃِ . فَلَمَّا اَکْمَلَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی بِھٰذِہِ الصِّفَۃِ اَرْسَلَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی اِلٰی ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ وَقَالَ ھٰذَا ھَدِیَّتِی اِلَیْکُمْ فَاعْرِفُوْا قَدْرَھَا وَعَظِّمُوْھَا (روح البیان جلد اص ۴۶۷ و نزہتہ المجالس جلد ۲ ص ۷۳)

ترجمہ

حضرت نسفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا تعالےٰ نے حضور سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سرانور کو برکت سے پیدا فرمایا۔ اور آپ کی آنکھوں کو حیا سے۔ کانوں کو عبرت سے۔ زبان مبارک کو ذکر سے۔ لبوں کو تسبیح سے۔ چہرۂ انور کو رضا سے۔ سینۂ پُرنور کو اخلاص سے۔ دل مبارک کو رحمت سے۔ ہتھیلیوں کو کرم سے۔ بالوں کو جنت کی انگوریوں سے۔ لعابِ دہن شریف کو شہدِ جنت سے۔ گوشت مبارک کو اس کی خوشبو سے۔ عظم (ہڈی) مبارک کو اس کے کافور سے۔ دانتوں کو یمن و برکت سے۔ پاؤں کو رضا سے۔ اور بازوؤں کو قوت سے پیدا فرمایا۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے اس صفت سے حضور کو مکمل کرلیا۔ تو اس امتِ مرحومہ کی طرف آپ کو مبعوث فرما کر فرمایا:

"یہ لو تمہاری طرف میرا یہ ہدیہ ہے۔ پس اس میرے بے مثل ہدیہ کو پہچانو اور اس کی تعظیم بجالاؤ"

میرے بزرگو۔ بھائیو اور عزیزو! دیکھا آپ نے ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں کس شان سے تشریف لائے ہیں؟ سرکارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم سرانور سے لے کر پائے مبارک تک عظمت۔ برکت ہی برکت اور رحمت ہی رحمت ہیں۔ یہ کس قدر جاہل۔ بے خبر اور بے ادب ہیں وہ لوگ۔ جو ایسے بے مثل اور بے نظیر ہدیہ کی

marfat.com

مثل بنتے ہیں اور یوں کہتے ہیں۔ کہ وہ ہماری ہی مثل ایک بشر تھے۔ ایسے بدنصیبوں کے حصہ میں نہ ہدائت آئی اور نہ یہ بے مثل ہدیہ۔ مسلمانو! خدا کے اس بے مثل ہدیہ کو پا کر جتنی بھی خوشی کا اظہار کر سکو، کرو۔ اب آیئے خدا کے اس عظیم ہدیہ کی مدح و توصیف کے لئے کچھ نعتیہ اشعار آپ کو سنائے جائیں۔ اور "نعت خوانی" شروع کی جائے۔

نعت خوانی

حضرات! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت خوانی ہم مسلمانوں کا ایمان ہے۔ آجکل کے بعض بے خبر و بے ادب اور گستاخ نعت خوانی کو بدعت قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ شاید وہ نہیں جانتے کہ لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں جملہ محمد رسول اللہ بھی حضور کی نعت خوانی ہے۔ کلمہ طیبہ میں کیا ہے؟ یہی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی اور اسم گرامی کے ساتھ آپ کے وصف رسالت کا اعلان ہے۔ اور ہماری نعتوں میں کیا ہوتا ہے؟ یہی تو کہ حضور کا ذکر کر کے آپ کے اوصاف و کمالات کا ذکر کیا جاتا ہے تو ہماری نعتیں اگر بدعت ہیں۔ تو پھر کلمہ طیبہ کو بھی بدعت ہی ماننا پڑے گا۔ اور اگر کہا جائے۔ کہ نعت میں ردیف و قافیہ کا وجود موجب بدعت ہے۔ تو یہ بھی غلط ہے۔ اول تو کلمہ طیبہ کے ہی دونوں جملوں کو دیکھ لیجئے۔ دونوں میں ردیف "اللہ" ہے۔ یوں ہی قرآن پاک کے اسلوب کلام کو بھی دیکھ لیجئے بالعموم آیات ہم قافیہ الفاظ پر ختم ہوتی ہیں۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ میں "فیل" "تضلیل" "ابابیل" "سجیل"۔ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ میں کوثر۔ "وانحر" اور "ابتر" "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" میں احد، صمد اور یولد۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ میں ناس، وسواس اور خناس۔ اور سورۃ رحمٰن کو آخر تک پڑھیئے تو فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۔ کی مقدس تکرار کے ساتھ ساتھ ہم قافیہ الفاظ پر آیات کا اختتام فصاحت و بلاغت میں چار چاند لگا کر کیا ہی روحانی کیف و سرور پیدا کرتا ہے۔ میرا مطلب یہ نہیں۔ کہ معاذ اللہ قرآن میں اشعار ہیں۔ مجھے تو یہ بتانا ہے۔ کہ

marfat.com

ہمارے نعتیہ اشعار میں وجود قافیہ کوئی ناجائز چیز نہیں بلکہ اچھی ہے۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ کسی گستاخ کا نفس نعت ہی سے قافیہ تنگ ہوتا ہو۔ تو ایسے بدنصیب کا تو کلمہ پڑھنا بھی بے کار ہے۔ ایسوں ہی کے لئے اعلیحضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ؎

ذِیابٌ فی ثِیاب لب پہ کلمہ دل میں گستاخی
سلام اسلام ملحد کو کہ تسلیم زبانی ہے

ردیف وقافیہ کی پابندی کے ساتھ ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح و توصیف کوئی نئی بات یا بدعت نہیں۔ بلکہ ایسی نعت خوانی خود حضور کے سامنے ہوتی رہی۔ اور حضور سُنا کرتے اور اپنے نعت خواں کے لئے دعا فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درباری نعت خواں حضرت حسانؓ رضی اللہ عنہ حضور کے سامنے حضور کی نعت خوانی کیا کرتے تھے۔ اور حضور خوش ہو کر دعا فرمایا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اَیِّدْہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔ (مشکوٰۃ شریف ص۴۱۰)

اے اللہ! حسان کی روح قدس کے ساتھ مدد فرما

حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کا قصیدہ بردہ شریف جو مشہور و معروف نعتیہ قصیدہ ہے۔ صاحب شرح قصیدہ بردہ حضرت خرپوتی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے۔ کہ امام بوصیری کو فالج ہو گیا تھا۔ کوئی علاج مفید نہ ہوتا تھا۔ آخر انہوں نے یہ قصیدہ نعتیہ لکھا۔ رات خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ حضور نے یہ نعتیہ قصیدہ خود امام بوصیری سے سُنا۔ اور پھر انعام میں اپنی چادر شریف عطا فرمائی اور فالج سے شفا بھی۔

اسی طرح بڑے بڑے اولیاء کرام حضور کی نعت خوانی میں رطب اللسان رہے اور رہیں۔ فاروق اعظم رضؓ۔ امام اعظمؒ۔ غوث اعظمؒ۔ مولانا جامی۔ مولانا رومی وغیرہم رضی اللہ عنہم ان سب بزرگوں نے نعتیں کہیں اور پڑھیں۔ ان کے قصائد نعتیہ مشہور ہیں۔ چنانچہ آیئے سب سے پہلے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی نعتیں سُنئیے۔ اور پھر خود ہی فیصلہ

marfat.com

کر لیجئے۔ کہ ہماری نعت خوانی بدعت ہے یا سنّتِ صحابہ؟ یہ دیکھئے

حضرت عباس رضی اللہ عنہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے۔ اور صحابہ سمیت جب مدینہ منوّرہ میں داخل ہوئے۔ تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر عرض کیا۔ حضور مجھے اجازت دیجئے میں نعت خوانی کروں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قُلْ لَا يُفْضِضِ اللهُ فَاكَ .

اے عباس! کہو جو کہنا ہے۔ اللہ تمہارے منہ کو سلامت رکھے۔

اجازت ملنے کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس مبارک اجتماع میں حسبِ ذیل نعت خوانی کی۔

میلادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عباس رضی اللہ عنہ

من قبلها طبت فی الظلال وفی — مستودع حیث یخصف الورق

ثم هبطت البلاد لا بشر — انت ولا مضغة ولا علق

بل نطفة ترکب السفین وقد — الجم نسرا واهله الغرق

منتقل من صالب الی رحم — اذا مضی عالم بدا طبق

وانت لما ولدت اشرقت — الارض وضاءت بنورك الافق

حتی احتوی بیتك المهیمن من — خندف علیاء تحتها النطق

فنحن فی ذلك الضیاء وفی النور — وسبل الرشاد نخترق

وردت فی نار الخلیل مکتتما

فی صلبه انت کیف یحترق

مواہب لدنیہ صفحہ ۱۷۵ ج ۱

marfat.com

ترجمہ: حضور! آپ قبل پیدائش پاک وصاف تھے درختوں کے سائے میں اور جنتی مکان میں جبکہ حلہ بہشتی تلے اترجانے سے آدم و حوا علیہما السلام اپنے ستر عورت کے لئے پتے لپیٹتے تھے۔ پھر آپ زمین پر اترے۔ اور اس وقت آپ نہ جامۂ بشریت میں تھے نہ آپ گوشت کا ٹکڑا یا خون بستہ تھے۔ اور اسی حالت میں آپ نوح کی کشتی پر سوار ہوئے جبکہ نسر بت کو لگام دیا گیا اور اس کے پجاری غرق ہو گئے۔ اور آپ باپوں کی پشتوں سے ماؤں کے ارحام میں منتقل ہوتے رہے۔ جب ایک زمانہ ختم ہوا۔ اور دوسرا شروع ہوا۔ تو آپ پیدا ہوئے تو آپ کے نور سے زمین و آسمان منور ہو گئے۔ اور آپ کی بزرگی یہاں تک ہے کہ بڑے بڑے عالی نسب والوں کو آپ کا شرف حاوی ہو گیا۔ سو ہم آپ کی اسی روشنی اور نور میں ہیں۔ اور اسی نور کی بدولت ہدایت میں ترقی کرتے چلے جاتے ہیں۔ آپ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی پشت میں پوشیدہ تھے۔ جبکہ ان کو آگ میں ڈالا گیا۔ پھر وہ بھلا کیونکر جل سکتے تھے۔"

میرے بزرگو دوستو اور عزیزو! یہ اوپر کا سارا واقعہ شارح بخاری حضرت امام قسطلانی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب مواہب لدنیہ کی پہلی جلد کے صفحہ ۷۵ اپر موجود ہے۔ جس کا جی چاہے دیکھ لے۔ اسی طرح خصائص کبریٰ اور دیگر کتب احادیث میں بھی یہ حدیث موجود ہے اس ایمان افروز نعت رسول کو بار بار پڑھیئے۔ اور دیکھیئے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے نعت خوانی کی اجازت پا کر ایک صحابی رسول بھرے مجمع میں نعتیہ اشعار پڑھ رہے ہیں اپنی نعت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت طیبہ کا سارا واقعہ بیان کر رہے ہیں حضور اپنے اس نعت خواں کے لئے ان لفظوں میں دعا فرما رہے ہیں۔ کہ

لَا یُفْضِضِ اللّٰهُ فَاكَ

خدا تمہارے منہ کو سلامت رکھے۔

فرمائیے آج ہماری مجالس میلاد میں اس کے سوا اور کیا ہوتا ہے؟ تو اس روشن

marfat.com

دلیل کے ہوتے ہوئے منکر کس منہ سے ہماری محفل میلاد کو بدعت کہہ سکتا ہے۔

نعت خوانوں کو مبارک ہو۔ کہ حضور نے ان کے لئے "منہ سلامت رہے" کی دعا فرمائی ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ منکرینِ نعت کے منہ کالے ویڑھے ہی نظر آتے ہیں۔ ایسے لوگ مر جائیں تو ان کے بگڑے ہوئے مونہوں کو چھپایا جاتا ہے اور دکھایا نہیں جاتا۔ ایک منکرِ نعت کے مر جانے کے بعد کسی کو اس کا منہ نہ دکھایا گیا۔ تو میں نے لکھا ؎

ان کے دشمن پہ لعنت خدا کی رحم پانے کے قابل نہیں ہے
ہائے یہ میت کسی بے ادب کی منہ دکھانے کے قابل نہیں ہے

اب آیئے! دو شعر حضرت ابن جابر رضی اللہ عنہ کے بھی سن لیجئے۔ سنئیے! ابن جابر کیا فرماتے ہیں۔

ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ

حضرت ابن جابر رضی اللہ عنہ

بِهٖ اَجَابَ اللّٰهُ اٰدَمَ اِذَا دَعَا وَنَجَّا فِیْ بَطْنِ السَّفِیْنَةِ نُوْحٌ
وَمَا ضَرَّتِ النَّارُ الْخَلِیْلَ لِنُوْرِهٖ وَمِنْ اَجْلِهٖ نَالَ الْفِدَآءَ ذَبِیْحٌ

(مواہب لدنیہ جلد ۲ صفحہ ۳۹۲)

ترجمہ: حضرت آدم علیہ السلام کی دعا اللہ نے ہمارے حضور علیہ السلام کے صدقہ میں قبول فرمائی۔ اور حضرت نوح علیہ السلام نے طوفانِ عظیم سے اپنی کشتی میں ہمارے حضور ہی کے صدقہ میں نجات پائی۔ اور حضرت خلیل علیہ السلام کو اتنی بڑی تیز آگ نے بھی ہمارے حضور ہی کے نور کی بدولت تکلیف نہ دی۔ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بھی بوقت ذبح ہمارے حضور ہی کے صدقہ میں دنبے کا فدیہ پایا۔"

حضرات! دیکھا آپ نے ہمارے اسلاف علیہم الرحمۃ نے کیا کیا ایمان افروز

marfat.com

نعتیہ اشعار کئے اور پڑھے سُنے سُنائے ہیں۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اس مبارک شغل کو اختیار کرتے ہیں۔ اور بدبخت ہیں وہ لوگ جو اس نعمت کا انکار کرتے ہیں۔

میرے بھائیو! اب آپ کے سامنے ایک ایسے بزرگ کا کلام پیش کیا جاتا ہے۔ جو ہم اہلسنّت کے لئے موجبِ صد فخر و مباہات ہے۔ جن کے علم و فضل کا عرب و عجم شاہد ہے۔ آپ وحید عصر عالم اور مائتہ سابقہ کے مجدد ہونے کے علاوہ ایک بے مثل شاعر بھی ہیں۔ لفظ شاعر کا حضرت کی ذاتِ گرامی سے منسوب کرنا ایک معیوب سی بات معلوم ہوتی ہے۔ مگر یہاں شاعر سے مراد میری وہ شاعر نہیں جو گل و بلبل کے ہجر و وصال کا رونا روتے ہیں اور صنم و بت کی تلاش کریں عمر کھوتے ہیں۔ بلکہ میری مراد اس وقت لفظ شاعر سے وہ شاعر ہے۔ جو چمنِ رسالت کا بلبل اور حضرت حسّان رضی اللہ عنہ کے تتبع میں محبوبِ خدا کے گیت گائے۔ اور شاہدِ مدینہ کے حسن و جمال سے دنیا کو روشناس کرائے۔ اور ذکرِ حبیب ہی اس کا موضوع ہو۔ اور اسی پر اس کا ایمان ہو۔ ہمارے یہ مخدوم بزرگ بھی اسی شاعری کے علمبردار ہیں۔ ان کا نام ہے۔

اعلیٰحضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

ان کا ایمان افروز نعتیہ کلام سننے سے پہلے نعرہ لگائیے۔

نعرۂ تکبیر! اللہ اکبر

نعرۂ رسالت! یا رسول اللہ

قصیدۂ نور

اعلیٰحضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

باغِ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا
مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا

میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا
نور دن دونا ترا دے ڈال صدقہ نور کا

marfat.com

پشت پر ڈھلکا سرِ انور کا شملہ نور کا　　دیکھیں موسیٰ طور سے اترا صحیفہ نور کا
تاج والے دیکھ کر تیرا عمامہ نور کا　　سر جھکاتے ہیں الٰہی بول بالا نور کا
تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا　　سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا
تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا　　تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا
نور کی سرکار سے پایا دو شالہ نور کا　　ہو مبارک تجھ کو ذوالنورین جوڑا نور کا
چاند جھک جاتا ادھر انگلی اٹھاتے جس طرف　　کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

اے رضا یہ احمدِ نوری کا فیضِ نور ہے!
ہو گئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

سبحان اللہ! کیا ہی ایمان افروز قصیدہ ہے۔ اسے سن کر دل منور اور آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں۔ اس طرح کا قصیدۂ نور لکھنا اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ ہی کا حصہ ہے۔

حضرات! اس قصیدۂ نور سے مسرور ہونے کے بعد اب آپ ایک دوسرا نورانی قصیدہ بھی سننے کے لئے تیار ہو جائیں۔

حضرت مولانا اسیر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

نے بھی اعلیٰحضرت کے تتبع میں ایک قصیدۂ نور لکھا ہے۔ جسے نورٌ علیٰ نور کہا جائے تو بجا ہے۔ سنیئے اور سر دھنیئے۔

نورٌ علیٰ نور

حضرت مولانا اسیر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

مرحبا آیا عجب موسم سہانا نور کا　　بلبلیں گاتی ہیں گلشن میں ترانہ نور کا
ظلمتیں جاتی ہیں چمکا ہے ستارا نور کا　　کھل گئے چودہ طبق اٹھا وہ پردہ نور کا
ہے زمیں سے آسمانوں تک اجالا نور کا　　کائنات نور میں ہے ذرہ ذرہ نور کا
آنا جانا نور کا ملنا ملانا نور کا!　　کچھ نہ تھا جو کچھ تھا سب کچھ تھا دکھانا نور کا

marfat.com

نور کا سر پر عمامہ اور شملہ نور کا — اڑ رہا ہے عرشِ اعلےٰ پر پھریرا نور کا
آ گیا ریشِ مبارک میں پسینہ نور کا — نور کے خوشہ میں ہے ہر دانہ دانہ نور کا
ابروئے پرنور روشن اس پہ ماتھا نور کا — کعبہ کی محراب پر قرآں ہے رکھا نور کا
چار یار و پنجتن قرآں میں پورا نور کا — نور کے پیر چار قل وہ پنجسورہ نور کا
معنی نورٌ علیٰ نورِ شبِ اسریٰ کھلے — چہرۂ پرنور پر باندھا جو سہرا نور کا
حبذا صدق علی حسنین کاندھوں پر سوار — مرحبا دوشِ نبی پر ہے دوشالہ نور کا

نور کی بارش جھما جھم ہوتی آتی ہے اسیر
لو رمنا کے ساتھ بڑھ کر تم بھی حصہ نور کا!

سبحان اللہ! کیا ہی نورانی کلام ہے۔ دونوں نعتوں نے دلوں اور آنکھوں کو منور اور روشن کر دیا ہے۔ مسلمانوں خدا کا شکر ادا کرو۔ کہ ہم اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو نور مانتے ہیں۔ اور اپنے حضور پُر نور کے اُمتی ہونے کی نسبت سے ہم نوری ہیں لاہور کا رہنے والا لاہوری۔ سیالکوٹ کا رہنے والا سیالکوٹی اور پسرور کا رہنے والا پسروری ہے۔ اسی طرح اپنے نبی کو نور ماننے والا نوری ہے۔ الحمد للہ ہم نوری ہیں ناری نہیں۔ اعلیٰحضرت کا قصیدۂ نورا اور پھر حضرت اسیر کا کلام نورٌ علیٰ نور سن لینے کے بعد اب آپ کو حضرت ضیاء القادری کا ترانۂ نور سنایا جاتا ہے۔ پڑھیئے درود شریف! الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ

ترانۂ نور

حضرت ضیاء القادری

صبحِ میلادِ نبی ہے کیا سہانا نور ہے — آ گیا وہ نور والا جس کا سارا نور ہے
عرش نوری فرش نوری ذرہ ذرہ نور ہے — نور کا دربار ہے ہر سمت چھایا نور ہے
نور گھر میں نور باہر کوچہ کوچہ نور ہے — بلکہ یوں کہیئے کہ سب دنیا کی دنیا نور ہے
ڈالی ڈالی نور ہے اور پتا پتا نور ہے — گل کھلے ہیں نور کے گلشن میں پھیلا نور ہے

marfat.com

آنکھ والو آؤ دیکھو ماہِ طیبہ کی ضیا
آسماں کے چاند میں تو پھیکا پھیکا نور ہے

جگمگا اٹھے ہیں عرش و فرش کرسی نور سے
اللہ اللہ کیا چمک کیا روشنی کیا نور ہے

تو نہ ہوتا تو نہ ہوتا دو جہاں کا انتظام
تو زمیں کا نور ہے تو آسماں کا نور ہے

جس طرف کو اٹھ گئیں عالم منور ہو گئے
اے تری آنکھوں کے صدقے ان میں کتنا نور ہے

تیرا روضہ جالیاں روضہ کی ہر دیوار و در
نور کے دربار کا ہر گوشہ گوشہ نور ہے

مصطفیٰ کے نور میں ہے ذاتِ باری جلوہ گر
مصطفیٰ کا نور یوں کہیئے خدا کا نور ہے

اس طرف بھی اک نگاہِ نور اے نورِ الٰہ!
میں سراپا معصیت ہوں تو سراپا نور ہے

وعظ و تقریر

حضرات! ایمان افروز اور نورانی نعت خوانی کے بعد مواعظ و تقاریر کا سلسلہ شروع کیا جاتا ہے۔ ہماری اس محفل میں بڑے بڑے جیّد علماء و فضلاء تشریف فرما ہیں۔ جو مختلف عنوانات پر اپنے بیانات سے آپ کو مستفید فرمائیں گے۔ ذوق و شوق سے پہلے درود شریف پڑھیئے۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ — الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ

سب سے پہلے میں اپنے مکرم دوست جناب مولانا نذیر احمد صاحب سرگودھا سے گذارش کروں گا کہ وہ تشریف لا کر اپنے بیان سے ہمیں محظوظ فرمائیں۔ مولانا کے بیان کا عنوان ہے "آفتاب نبوّت کا طلوع اور شاہِ یمن تبّع" مولانا اس وقت ایک مستند تاریخی واقعہ کا ذکر فرمائیں گے۔ یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت طیبہ پر مشتمل اور کئی ایمان افروز نتائج کا حامل ہے۔ آیئے! مولانا!

نعرۂ تکبیر اللہ اکبر ——— نعرۂ رسالت یا رسول اللہ

marfat.com

آفتابِ نبوّت کا طلوع اور شاہِ یمن تبّع

مولانا نذیر احمد صاحب سرگودھا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ کَفٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْمُجْتَبٰی،
اَلَّذِیْ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ وَالْهُدٰی وَجَعَلَهٗ خَاتَمَ الْاَنْبِیَآءِ.
اَمَّا بَعْدُ

حضرات! مجھے انتہائی مسرت ہے کہ اس "مقدس محفل" میں بارگاہِ نبوت میں خراجِ عقیدت پیش کرنے کا موقع میسّر ہوا۔ درحقیقت محبوبِ خدا خاتم الانبیاء ماہِ طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی ہی جملہ مخلوق کی نجات و ترقی کی ضامن ہے۔ اور یوں تو کائنات کا ذرّہ ذرّہ سیّدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے والہانہ جذبات سے لبریز ہے۔ مگر ان واقعات پر نظر ڈالئے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے قبل وقوع میں آئے اور اندازہ فرمائیے۔ کہ اقوامِ عالم کے بڑے بڑے منکرین و صلحاء اولوالعزم سلاطین و امراء اس آخر الزمان ماہ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر کتنا راسخ عقیدہ رکھتے ہوئے نہایت بیتابی سے انتظار کر رہے تھے۔ اور انہیں یقین تھا۔ کہ سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی کسی قسم کا ہرگز ہرگز نہیں آئے گا۔ اور اس خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی غلامی ہی اخروی نجات کا واحد ذریعہ ہے۔

انسانیت کبریٰ کے سردار معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے ایک ہزار سال قبل ملک یمن کا بادشاہ تبّع تھا۔ جس کو تبّع اوّل کے نام سے اہل سیر نے موسوم کیا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے قرآن حکیم میں دو جگہ تبّع اور اس کی زور آور قوم کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ پرشکوہ بادشاہ جب مشرقی ممالک کی سیاحت

marfat.com

کی خاطر یمن سے روانہ ہوا۔ تو فوج و اراکین سلطنت و علماء و صلحاء کی ایک کثیر تعداد اپنے ساتھ لی۔ اور جب مکہ مکرمہ میں پہنچا۔ تو بیت اللہ شریف کی زیارت کی اور کعبہ معظمہ کی شرافت و عظمت کا حال جب اپنے ہمراہی علماء کی زبانی سُنا۔ تو کعبہ شریف کا طواف کیا اور غلاف چڑھایا۔

مفسّرین نے تصریح فرمائی ہے۔ کہ سب سے اوّل جو غلاف بیت اللہ شریف پر چڑھایا گیا۔ وہ یہی تھا۔ قبل اس کے غلاف نہیں تھا۔ جب تبّع مکہ کرمہ سے روانہ ہوا۔ تو سیدھا منزل بہ منزل مدینہ منوّرہ پہنچا۔ مصنف زرقانیؒ شرح مواہب لدنیہ نے لکھا ہے کہ جب تبّع مدینہ میں داخل ہوا۔ تو اُس کے ساتھ ایک لاکھ تیس ہزار سوار تھے۔ اور ایک لاکھ تیرہ ہزار پیدل لشکر تھا۔ چند روز مدینہ میں قیام رکھا۔ مگر جب وہاں سے رختِ سفر باندھنے لگا۔ تو اس کے ساتھ جو چار سو علماء تھے۔ انہوں نے آگے چلنے سے انکار کر دیا۔ اور وہیں مدینہ منوّرہ میں ہمیشہ کے لئے قیام رکھنے کا عہد کر لیا۔ جب تبّع کو اس واقعہ کی خبر ملی۔ تو اس نے علماء سے دریافت کیا کہ تمہارے یہاں بیٹھنے و سکونت اختیار کرنے میں کیا راز ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ ہم نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہے۔ کہ آخرالزمان نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لاویں گے۔ تو اپنے آبائی وطن سے ہجرت فرما کر اسی شہر مدینہ منوّرہ میں آئیں گے۔ اور یہیں ان کا قیام رہے گا۔ لہذا ہم اسی اُمید پر یہاں بیٹھ گئے ہیں۔ کہ شاید ہم ان کی زیارت کر سکیں۔ اور ان کی غلامی کا گراں قدر موقع میسّر ہو۔ علماء کے اس جواب نے شاہِ یمن تبّع کو بغایت متاثر کیا۔ اور تبّع نے ارادہ سفر ملتوی کر دیا۔ اور حکم دیا کہ ان چار صد علماء کی رہائش کے لئے مدینہ منوّرہ میں چار صد عمدہ مکان تعمیر کئے جائیں۔ چنانچہ مکانات تعمیر کرنے کے بعد شاہ یمن نے چار صد لونڈیاں خریدیں۔ اور ان کو آزاد کر کے ان چار صد علماء قیام پذیر کے ساتھ نکاح کر دیا۔ اور حکم دیا۔ کہ تم ہمیشہ کے لئے یہاں ہی سکونت رکھو۔ نیز ان کو کافی مالی امداد سے نوازا حتیٰ کہ معاشی فکر سے بے نیاز کر

marfat.com

دیا[1]۔ اس عاطفت خسروانہ سے جب فارغ ہوا۔ تو سب سے بڑے صالح جید عالم کو ایک خط لکھ کر دیا۔ اور کہا کہ میرا یہ خط اس آخرالزمان پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں پیش کرنا اور اگر زندگی بھر تجھے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا موقعہ نہ ملے۔ تو اولاد کو وصیت کر دینا۔ کہ نسلاً بعد نسل میرا یہ خط محفوظ رکھیں۔ حتیٰ کہ سرکار ابد قرار صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ یہ کہہ کر شاہِ یمن تبع مشرقی ممالک کے دورہ پر روانہ ہو گیا۔ اور وہ خطِ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ہزار سال بعد پیش ہوا۔ کیسے پیش ہوا؟ اور خط میں کیا لکھا تھا؟ سنیے! اور عظمت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا اعتراف فرمایئے۔ خط کا مضمون یہ تھا:

"اِلیٰ محمد بن عبد اللہ نبی اللہ ورسولہ خاتمِ النَّبیین ورسول رب العٰلمین صلی اللہ عَلیہ وسلم من تبع الاول۔ امّا بعدُ فانی اٰمنت بك وكتابك الذی ینزل علیک وانا علی دینك وسنتك واٰمنت بربك ورب كل شیءٍ واٰمنت بكل ما جاء من ربك من شرائع الاسلام فان ادركتك فیها ونعمت وان لم ادركك فاشفع لی ولاتنسی یوم القیامة فانی من امتك الاولین وبایعتك قبل مجیئك وانا علی ملتك وملة ابیك ابراھیم علیه السلام شهدت علی احمد انه رسول من اللہ باری النسم فلومد عمری الی عمرہ لكنت وزیرا له وابن عم۔

ترجمہ:۔ تبع اوّل کی طرف سے یہ خط محمد بن عبداللہ کی خدمت میں جو اللہ کے نبی و رسول ہیں۔ اور خاتم النبیین ہیں۔ اور پروردگار دو جہاں کے رسول ہیں ان پر درود و سلام ہو۔ ازاں بعد یقیناً میں آپ کے ساتھ ایمان لایا ہوں۔ اور میں آپ کے دین و طریقہ پر ہوں۔ اور آپ کے رب و ہر چیز

---

[1] اور علاوہ اس انتظام کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر ایک دو منزلہ عمدہ مکان تیار کرایا۔ اور وصیت کر دی کہ جب آپ تشریف لائیں۔ تو یہ مکان آپ کی آرام گاہ ہو گی۔

marfat.com

کے خالق پر ایمان لایا ہوں۔ اور اسلام کے جمیع احکام جو آپ کے رب کی طرف سے آپ کو پہنچے ہیں۔ ان پر بھی ایمان لایا ہوں پس اگر مجھے آپ کی زیارت کا موقعہ مل گیا۔ تو بہت اچھا و غنیمت اور اگر میں آپ کی زیارت نہ کرسکا۔ تو میری سفارش فرمانا اور قیامت کے روز مجھے بھول نہ جانا۔ میں آپ کی پہلی امت میں سے ہوں۔ اور میں آپ کے ساتھ آپ کی آمد سے پہلے بیعت کرتا ہوں۔ اور میں آپ کے طریقہ پر ہوں۔ اور آپ کے جدّ امجد سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ پر۔ میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں۔ اور شہادت دیتا ہوں۔ کہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اگر میری عمر ان کی عمر تک لمبی ہو جاتی۔ تو میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا وزیر ہوتا۔ اور جانثاری میں بھائی"

شاہِ یمن تبّع حمیری اوّل کا یہ خط نسل بعد نسل ان چار سو علماء کے اندر حرزِ جاں کی حیثیت سے محفوظ چلا آیا۔ یہاں تک کہ ایک ہزار سال کا عرصہ گزر گیا۔ ان علماء کی اولاد اس کثرت سے بڑھی۔ کہ مدینہ کی آبادی میں کئی گنا اضافہ ہو گیا۔ اور یہ خط دست بدست مع وصیت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔ اور آپ نے اپنے غلام خاص ابو لیلیٰ کی تحویل میں رکھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکّہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منوّرہ پہنچے۔ اور مدینہ منوّرہ کی الوداعی وادی ثنیات کی گھاٹیوں سے آپ کی اونٹنی نمودار ہوئی اور مدینہ طیبہ کے خوش نصیب لوگ محبوبِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا استقبال کرنے کو جوق در جوق آرہے تھے۔ اور مدینہ کی لڑکیاں شاہراہوں کے کنارے اور کہیں چھتوں پر کھڑے ہو کر دف بجا رہی تھیں اور انتہائی مسرّت کے عالم میں عربی کے اشعار گا رہی تھیں ؎

طلع البدر علینا — من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا — ما دعا للہ داع

marfat.com

کوئی اپنے مکانوں کو سجا رہا تھا۔ تو کوئی سڑکوں، گلیوں کی صفائی میں منہمک تھا۔ کوئی دعوت کا انتظام کر رہا تھا۔ تو کوئی اپنی حاجات کو لے کر بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو رہا تھا۔ غلامانِ نبوت اصرار کر رہے تھے۔ کہ حضور میرے گھر تشریف فرما ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میری اونٹنی کی نکیل چھوڑ دو۔ جس گھر میں یہ ٹھہرے گی۔ اور بیٹھ جائے گی۔ وہی میری قیامگاہ ہو گی۔ چنانچہ جو مکان دو منزلہ شاہِ یمن تبع حمیری نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر تعمیر کیا تھا اور جس میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ رہتے تھے۔ اسی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی جا کر ٹھہری۔ لوگوں نے ابو لیلیٰ کو بھیجا۔ کہ شاہِ یمن تبع کا وہ خط پیش کرو۔ جب ابو لیلیٰ حاضر خدمت ہوا۔ (تو صاحب زرقانی شرح مواہب لدنیہ نے ص ۲۵۸ میں یوں تصریح فرمائی ہے۔

فلمارا ہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ انت ابو لیلی فبقی ابو لیلی متفکر ولم یعرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال من انت فانی لم ار لی وجھک اثر السحر وتوھم انہ ساحر فقال انا محمد ھات الکتب فلما قراہ قال مرحبا بتبع الاخ الصالح ثلاث مرات۔

ترجمہ: تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھتے ہی فرمایا تو ابو لیلےٰ ہے۔ یہ سن کر ابو لیلیٰ حیران سا ہو گیا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پہچان سکا۔ اور متفکر ہو کر پوچھنے لگا۔ آپ کون ہیں؟ میں آپ کے مقدس چہرہ پر جادو کا کوئی اثر نہیں دیکھتا (روایت بیان کرنے والا کہتا ہے۔ کہ ابو لیلیٰ کو گمان ہوا۔ کہ آپ جادوگر ہیں) تو رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "میں محمد ہوں۔ وہ خط لے آ۔ چنانچہ وہ خط ابو لیلیٰ نے پیش کر دیا جب حضور نے پڑھا۔ تو فرمایا " صالح بھائی تبع کو آفرین و شاباش ہے"۔

اس جملہ کو آپ نے تین دفعہ دہرایا۔ تفسیر خازن جلد ۴ ص ۱۱۵ میں یہ حدیث آئی ہے۔

marfat.com

عن سھل بن سعد قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لاتسبوا تبعاً فانہ کان قد اسلم اخرجہ احمد بن حنبل فی مسندہ واخرطبرانی۔

تبع کو بُرائی سے مت یاد کرو۔ وہ یقیناً اسلام قبول کر چکا ہے۔"

مختصراً اس اہم واقعہ سے مندرجہ ذیل امور متحقق ہوئے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی و خدمت کے لئے ایک ہزار سال پہلے چار سو صالح علماء کی نسل سے ایک کثیر التعداد غلاموں کی جمعیت پیدا فرما دی۔ جنہوں نے مہاجر مسلمانوں کی مخلصانہ خدمات انجام دیں اور انصار کہلائے۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ہم رکابی میں دشمنانِ اسلام کا مقابلہ کیا۔ اور دنیا کے کونے کونے میں اسلام کا ڈنکا بجایا۔

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹنی پر سوار ہوتے ہی اونٹنی کو یہ علم ہو گیا۔ کہ میرے مقدّس سوار کا فلاں مکان ہے۔ جو ایک ہزار سال قبل تعمیر ہو چکا ہے۔ یاد رہے، یہ اونٹنی حضرت صالح علیہ السلام کی دعا سے کفّار کے مطالبہ پر پتھر سے پیدا شدہ اونٹنی کی اولاد میں سے تھی۔ اسی واسطے حضرت صالح علیہ السلام بڑے شوق سے جنگلوں میں اپنی اونٹنی کو چرایا کرتے تھے ؎

داراں وادی کہ صالح ناقہ کش بُود
بیاد محمّاش باناقہ خوش بُود

۳۔ دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے ہی علم تھا۔ کہ یہ ابو لیلے ہے۔ اور اس کے پاس تبع حمیری کا خط ہے۔ سبحان اللہ! حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا۔ کہ "ھات الکتاب" حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسعت علم کی بین دلیل ہے۔

۴۔ آفتابِ نبوت کی ضیا پاشیاں ملاحظہ ہوں۔ شاہِ یمن تبع حمیری کا یہ عقیدہ تھا کہ خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم قیامت میں یقیناً گنہگاروں کی شفاعت فرمائیں گے۔ اسی لئے اپنے نیازنامہ میں عرض کرتا ہے۔ کہ یا رسول اللہ

marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم قیامت میں میری سفارش فرمانا۔ اور مجھے بھول نہ جانا۔"
حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے تبع کا خط پڑھ کر یہ نہیں فرمایا۔ کہ میں سفارش نہیں کر سکتا۔ اور مجھے کوئی اختیار نہیں ہے۔ بلکہ ایسے الفاظ سے تبع کو یاد فرمایا۔ کہ ایسے "جملہ" کی شیرینی و لذت اہل زبان ہی سمجھتے ہیں۔ مزید براں تبع کے اسلام کا اعلان بھی فرمادیا۔

۵۔ ابھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم عالم شہود میں نہیں آئے تھے۔ اور پیدائش سے ایک ہزار سال قبل تبع حمیری غائبانہ بیعت کرتا ہے۔ اور اس کی بیعت کی توثیق فرمادی۔ تو پتہ چلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اوّلین و آخرین اُمتوں کے ایمان کے شاہد ہیں۔"

۶۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں اپنے مکان میں آکر ٹھہرے۔ جیسا کہ علامہ شیخ احمد دین عبد الحمید العباسی نے اپنی مشہور تصنیف "عمدۃ الاخبار فی المدینۃ المختار" میں بدیں الفاظ تصریح فرمائی ہے۔ فعلی هذا انما نزل صلی الله علیه وسلم فی منزل نفسه لا منزل غیره. ص۲۵، ص۲۶ انتهیٰ

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

حضرات! اس محفل میں جناب مولانا قاضی محمد زاہد صاحب بی اے الہ آبادی بھی تشریف فرما ہیں۔ اب ان کا وقت ہے۔ اس وقت آپ "نبی اور خلا سفر میں فرق" کے موضوع پر اپنا فاضلانہ بیان فرمائیں گے۔ درود شریف پڑھیئے۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ — الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ

آیئے مولانا! اور اپنا بیان شروع کیجئے۔

marfat.com

نبی اور فلاسفر میں فرق

مولانا قاضی محمد زاہد صاحب بی اے

الحمد للہ رب العالمین ۔ والصلوٰۃ والسلام علےٰ سید المرسلین و آلہ واصحابہ اجمعین
امّا بعد

آجکل فلسفے اور فلسفیوں کا بڑا شور ہے ۔ اور اس مادی دنیا کا فلسفیات سے بڑا اُنس ہے ۔ اس سالانہ محفلِ میلاد میں مَیں چاہتا ہوں ۔ کہ اس امر پر مختصر سی روشنی ڈالوں کہ نبی اور فلاسفر میں امتیازی فرق کیا ہوتا ہے ۔

حضرات! میں الہ آباد میں رہتا ہوں ۔ یہاں کے مشہور شاعر اکبر نے بھی اپنے ایک شعر میں اس امر پر روشنی ڈالی ہے ۔ وہ کہتے ہیں ۔؎

برسوں فلاسفوں میں چناں و چنیں رہی!
لیکن نبی کی بات جہاں تھی وُہیں رہی

مطلب یہ ہے کہ فلسفیوں کی آراء آئے دن بدلتی رہتی ہیں ۔ مگر نبی جو کہتا ہے ۔ خدا کا ارشاد ہوتا ہے ۔ اس لئے اس میں کوئی تغیّر و تبدل نہیں ہوتا ۔ اس کے علاوہ اس وقت میں ایک ایسی امتیازی علامت آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں ۔ جو صرف نبی میں پائی جاتی ہے ۔ اور فلاسفر اس سے محروم ہوتا ہے ۔

موجودہ زمانہ میں خیالات کی فراوانی اور شوقِ تحقیق نے بعض لوگوں کے اندر جہاں اور متضاد خیالات کو ایک اسٹیج پر لانے کا جذبہ پیدا کر دیا ہے ۔ وہاں اس بات کی بھی سعیٔ لاحاصل کی گئی ہے ۔ کہ انبیاء کرام اور فلاسفروں کو شئے واحد قرار دیا جائے ۔ حالانکہ ان دونوں ہستیوں میں بڑا فرق ہے ۔ اگرچہ ہر نبی ایک بہت بڑا حکیم اور فلاسفر ہوتا ہے ۔ مگر یہ بات غلط ہے ۔ کہ ہر فلاسفر کو بھی نبوّت کے بلند و بالا مقام کی سطح پر لا کر کھڑا کر دیا جائے ۔

marfat.com

ان دونوں میں ایک بہت بڑا فرق "اظہار صداقت" بھی ہے۔ اور اسی کو اس وقت میں بیان کرنا چاہتا ہوں۔

یاد رکھیئے! یہ نشانی انبیاء کی اور صرف انبیاء ہی کی ہوتی ہے۔ کہ وہ اظہار صداقت میں اپنے لئے کوئی روک نہیں پاتے اور دنیا کی کوئی طاقت انہیں اس بات سے پھیر نہیں سکتی۔ کہ وہ اظہارِ صداقت کریں۔ خدا کا فرستادہ ہزارہا مصائب و آلام برداشت کرنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ جانی و مالی نقصانات کو بخوشی منظور کر لیتا ہے۔ مگر اُسے یہ بات ہرگز قبول نہیں ہوتی کہ وہ کسی غرض یا لومتہ لائم کے خوف سے اظہارِ صداقت سے رک جائے۔ یہ ایک امتیازی علامت ہے۔ جو صرف نبی میں ہی نظر آتی ہے۔ اور دنیا کا بڑے سے بڑا فلاسفر اس جذبہ سے محروم ہوتا ہے۔ چنانچہ کینٹ ایک مشہور فلاسفر گزرا ہے۔ اس نے اپنے عالم ضعیفی میں ایک کتاب "مذہب بقید عقل خالص" لکھی اور اس نے مذہب عیسائیت کے خلاف بھی بہت کچھ لکھا۔ چنانچہ اس وقت کے بادشاہ فریڈرک ثانی نے جو پہلے ہی کینٹ کے مخالف تھا۔ کیونکہ کینٹ جنگ و لڑائی کو بُرا سمجھتا تھا۔ اس واسطے وہ کینٹ کے فلسفہ سے بہت بیزار اور نالاں تھا۔ چنانچہ فریڈرک موقعہ کی تلاش میں تھا۔ کہ یہ کتاب شائع ہوئی اور بادشاہ کے پاس پہنچ گئی۔ کتاب شائع ہونے کے چند ماہ بعد ہی ملکی وزارت کی طرف سے ایک باضابطہ مراسلہ کینٹ کے پاس پہنچا۔ جس میں یہ لکھا تھا:

"حکومتِ عالیہ نے آپ کی کتاب کو بے حد ناپسند کیا ہے۔ اور اس کی رائے میں آپ نے اپنے فلسفہ کا بے جا استعمال کیا ہے۔ کیونکہ اس کی رُو سے مقدس بائیبل اور مذہب عیسوی کے معتقدات کو زبردست نقصان پہنچا ہے۔ بلکہ ان کی جڑ بنیاد سے ہل گئی ہے۔ لہٰذا ہم آپ سے جواب طلب کرتے ہیں۔ یعنے آپ اپنی صفائی پیش کریں۔ اور حکم دیتے ہیں۔ کہ آئندہ ایسی تحریر سے قطعًا احتراز کیا جائے۔ اگر آپ

marfat.com

نے اس حکم کی خلاف ورزی کی تو اپنی نافرمانی کے نتائج بھگتنے کے لئے تیار ہو جائیے "

اس مراسلہ پر کینٹ نے ایک لمبا چوڑا معافی نامہ لکھا جس میں اپنی صفائی پیش کی۔ لیکن آخر میں یہ بھی لکھا تھا۔ کہ

"بحیثیت ایک وفادار رعایا ہونے کے میں حکومت کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ آئندہ میں مذہب عیسوی پر اظہارِ خیالات کرنے سے محترز رہوں گا"

پھر اسی واقعہ کے متعلق اس کی ایک پرائیویٹ ڈائری میں یہ الفاظ بھی دیئے گئے۔ کہ

"حکومت سے برسرِ جنگ ہونا ایک شخص کے لئے مناسب نہیں۔ ممکن ہے کہ جو کچھ کسی نے کہا ہو وہ سچ ہو۔ لیکن اس سے تو یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ وہ شخص اس صداقت کو بیان کرنے کے لئے مجبور ہے۔ سچی بات کا اعلان کرنا انسان کے فرائض میں داخل نہیں "

کینٹ کے الفاظ سے یہ صاف طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ وہ ملکی وزارت کے ایک مراسلہ سے کہ اس نے مذہب عیسوئیت پر کیوں اظہار خیالات کیا۔ نہ صرف یہ کہ آئندہ اظہار خیالات سے باز رہا۔ بلکہ اس سے بڑھ کر وہ یہ سمجھتا تھا کہ کسی صداقت کا ظاہر کرنا یہ انسان کا فرض نہیں۔ اگر یہ انسان کا فرض نہیں تو اور کس کا فرض ہوگا؟ اصل میں بات یہی ہے۔ کہ اظہار صداقت کوئی معمولی بات نہیں۔ یہ اہم چیز اعلیٰ درجہ الاتم صرف انبیاء کرام ہی کو حاصل ہوتی ہے۔ اور وہ اظہارِ صداقت کو ایک اہم فرض یقین کرتے ہیں۔ بلکہ اس کے سامنے بڑے بڑے پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں۔ اور اس جرأت کی یہ تاثیر ہوتی ہے کہ جو انبیاء کرام سے تعلق پیدا کر لیتے ہیں۔ ان میں بھی ایسی ہی جرأت پیدا ہو جاتی ہے۔

marfat.com

ہمارے آقا و مولیٰ سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مطہرہ کا ہر ایک پہلو اپنے اندر نمایاں خصوصیت رکھتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کوئی ایسا واقعہ نہیں۔ جس میں آپ نے اظہارِ صداقت میں پس و پیش سے کام لیا ہو۔ چنانچہ اسلام کے خلاف جب قریش کی مخالفت، شروع ہوئی اور قریش ایک مرتبہ یہ فیصلہ کر کے، کہ یہ نیا مذہب۔ دنیا سے ناپید کر دیا جائے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ سے روکنے کے منصوبہ سے ابو طالب کے پاس پہنچے اور کہا کہ:

"اے ابو طالب! اپنے بھتیجے کو اشاعتِ اسلام سے روک، اور اگر تم نہیں روک سکتے تو اس کی حمایت سے دست بردار ہو جاؤ۔ ہم خود اس سے نپٹ لیں گے۔ حد ہو گئی کہ ہمیں رجس، ناپاک پلید اور شر البریہ سفہا اور ذرّیت شیطان کہا جاتا ہے۔ اور ہمارے معبودوں کو جہنم کا ایندھن قرار دیا جاتا ہے۔ ابو طالب! اب ہم صبر نہیں کر سکتے۔ تم اگر اس کی حمایت سے دست بردار نہ ہوئے۔ تو پھر ہم مجبور ہیں۔ کہ ساتھ ہی تمہارا بھی مقابلہ کریں۔ حتیٰ کہ ہم رہیں، یا محمد، اور اس کی حمایت کرنے والے"

اس دھمکی سے ابو طالب ڈر گیا۔ اور فوراً حضور علیہ السلام کو بلا کر ان سے کہنے لگا۔

"اے میرے بھتیجے! اب تیری جرأت (اظہارِ صداقت) سے قوم سخت مشتعل ہو گئی ہے۔ اور قریب ہے کہ تجھے ہلاک کر دیں۔ اور ساتھ ہی مجھے بھی۔ تو نے ان عقلمندوں کو بیوقوف قرار دیا۔ اور ان کے قابلِ تعظیم معبودوں کو وقود النار کہا۔ میں تجھے خیر خواہی سے کہتا ہوں کہ اپنی زبان تھام لے اور اس کام سے باز آ جا۔ ورنہ میں تمام قوم کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا"

ابو طالب کی اس تقریر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھ لیا۔ کہ اب دنیا کا یہ

marfat.com

بھی جو ایک سہارا تھا۔ جا رہا ہے اور مخالفت کی رَو میں بہ رہا ہے۔ حضرات! اس موقعہ پر کوئی فلاسفر ہوتا۔ تو یقیناً ایک لمبا چوڑا معانی نامہ لکھتا اور آیندہ کے لئے اظہار خیالات سے رُک جاتا۔ اور کہہ دیتا کہ:

"سچی بات کا بیان کرنا انسان کے فرائض میں داخل نہیں ہے۔"

لیکن خدا کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جواب نہیں دیا۔ بلکہ نہایت اطمینان سے فرمایا:

"چچا! میں جو کچھ بیان کرتا ہوں۔ یہ حقیقت اور واقعہ ہے۔ اور یہی تو وہ کام ہے۔ جس کے لئے میں بھیجا گیا ہوں۔ اور اگر اس راہ میں مجھے مرنا بھی پڑے۔ تو میں بخوشی اس موت کو قبول کرلوں گا۔ کیا میں موت کے ڈر سے اظہار صداقت سے رُک جاؤں؟ اے چچا! اگر آپ کو اپنی کمزوری کا خیال ہے۔ تو آپ بیشک مجھے پناہ میں رکھنے سے دستبردار ہو جائیں۔ مگر اظہارِ صداقت اور خدائی احکام کی تبلیغ سے کسی صورت نہیں رُک سکتا۔ خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے پر چاند بھی لا کر رکھ دیں، تب بھی میں اپنے فرض سے باز نہ رہوں گا۔"

یہ ہے اظہارِ صداقت! دنیا کی خطرناک سے خطرناک مخالفت بھی آپ کو اس فرض سے باز نہ رکھ سکی اور اسی اظہارِ صداقت کا یہ اثر تھا کہ ابو طالب آپ کی پُر از صداقت تقریر سن کر متاثر ہوا۔ اور نمناک آنکھوں سے حضور کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ کہ:

"اپنے کام میں لگا رہ۔ جب تک میں زندہ ہوں۔ اور جہاں تک میری طاقت ہے۔ میں تیرا ساتھ دوں گا۔"

پس منجملہ اور امتیازی علامات کے جو ایک نبی اور فلاسفر کی زندگی میں ہمیں دکھائی دیتے ہیں۔ ایک فرق یہ بھی ہے کہ انبیاء کرام کی زندگی اظہارِ صداقت

marfat.com

کے لئے وقف ہوتی ہے۔ برعکس اس کے دنیا کے بڑے بڑے فلاسفر اس سے بالکل کورے ہوتے ہیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

حضرات! اب اس وقت مولوی عطاء المصطفیٰ جمیل ایم اے سلمہ اللہ اپنے دادا حضرت فقیہہ اعظم نور اللہ مرقدہٗ کا ایک مضمون پڑھ کر سنائیں گے۔ اس جامع مضمون کا عنوان ہے "البرہان"

البرہان

حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ

ماہِ ربیع الاوّل کیسا بابرکت مہینہ ہے۔ جس میں ہمارے آقائے نامدار جناب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے۔ چونکہ ربیع الاوّل اعدل الفصول ہے۔ گرمی اور سردی میں معتدل ہے۔ اس کی ہوا رطوبت اور یبوست میں معتدل ہے اس لئے حضور علیہ السلام جو اعدل الشرائع لائے اس مہینہ مبارک میں پیدا ہوئے۔

اس ماہ مبارک کو کوئی خاص شرافت حاصل نہ تھی۔ دوسرے متبرک مہینوں کی طرح کوئی متبرک مہینہ نہ تھا۔ لیکن حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے سبب اس مہینہ کو وہ شرافت اور برکت حاصل ہوگئی جو دوسرے مہینوں کو حاصل نہیں۔ جناب رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کسی دوسرے متبرک مہینہ میں اس لئے پیدا نہ ہوئے کہ کوئی شخص یہ گمان نہ کرے۔ کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو شرافت عطا ہوئی ہے وہ اس لئے ہے کہ فلاں متبرک مہینہ میں پیدا ہوئے۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے آپ کو ایک ایسے مہینہ میں پیدا فرمایا۔ جس کو کوئی شرافت حاصل نہ تھی لیکن حضور علیہ السلام کی ولادتِ باسعادت کے سبب مشرف اور ممتاز ہوگیا۔ اسی طرح سوموار کا دن بھی حضور علیہ السّلام کی ولادت کے سبب مشرف ہوا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ آپ سے سوموار کے دن روزہ رکھنے کا سوال ہوا۔ تو آپ

marfat.com

نے فرمایا:

فِیْهِ وُلِدْتُ وَفِیْهِ اُنْزِلَ عَلَیَّ۔ (مسلم) اسی دن میں پیدا ہوا۔ اور اسی دن مجھ پر نبوت اتری۔

اسی طرح مدینہ طیبہ کہ حضور علیہ السلام کی تشریف آوری سے مشرف ہوگیا۔ مکہ شریف تو پہلے ہی بسبب کعبہ معظمہ اور مقام ابراہیم و صفا مروہ و حجرِ اسود کے مشرف تھا۔ پھر حضور کی ولادت کا شرف حاصل ہوا۔ لیکن مدینہ طیبہ کو محض حضور علیہ السلام ہی کی ذاتِ والا صفات سے شرافت ملی۔ اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ حضور علیہ السلام کا مدفن پاک اگر مکہ معظمہ میں ہوتا۔ تو حاجی لوگ جو مکہ شریف آتے۔ تبعًا حضور کی زیارت سے مشرف ہوتے۔ لیکن اللہ جل شانہٗ کو یہ منظور نہ ہوا۔ اور حضور کا روضۂ پاک مدینہ طیبہ میں بنایا۔ تاکہ لوگ مستقل طور پر محض رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ شریف کی زیارت کے لئے جاویں۔ اور سعادت حاصل کریں۔ نیز یہ امتحان بھی ہے۔ تاکہ حضور علیہ السلام کے سچے متبع اور جانثار بھی معلوم ہو جائیں۔

علماء کرام نے لکھا ہے کہ مولد شریف کی رات لیلۃ القدر سے بھی افضل ہے۔ کیونکہ ولادت شریف کی رات خود حضور علیہ السلام کے ظہور کی رات ہے۔ اور لیلۃ القدر وہ رات ہے جو حضور علیہ السلام کو عطا فرمائی گئی۔ پس لیلۃ القدر فرع ہوئی اور ذات کو فرع پر شرف ضرور ہوتا ہے۔

نیز اس لئے کہ لیلۃ القدر تو نزولِ ملائکہ سے مشرف ہوئی۔ اور لیلۃ المولد نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور سے شرافت پائی اور یہ وجہ بھی بیان کی گئی ہے۔ کہ شبِ قدر تو محض رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی امت پر مہربانی ہے۔ اور ولادت شریف کی رات ساری موجودات پر عنایت ہے۔ کیونکہ یہ رات رحمۃ للعالمین کے ظہور کی رات ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ ولادت کی رات از روئے نفع لیلۃ القدر سے عام ہے۔ تو لامحالہ افضل ہوئی۔ (مواہب لدنیہ)

ہاں حضور علیہ السلام کی ولادت کے دن کوئی خاص عبادت لازم نہیں کی گئی۔

marfat.com

اس لئے کہ پیدائش کا دن ایک خوشی کا دن ہے۔ جس میں تعطیل لازم تھی۔ تو حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس روز کوئی خاص عبادت لازم نہیں کی۔ بلکہ تعطیل رکھی۔ تاکہ اہل اسلام اس تعطیل میں حضور علیہ السّلام کی ولادت پر خوشی منائیں۔

اللہ جل شانہٗ نے آدم علیہ السلام کو تمام مخلوقات سے مکرم بنایا۔ اور تمام نسل میں سے جناب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اکرم الخلق پیدا کیا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ؛

"اللہ تعالےٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو پھر کنانہ میں سے قریش کو۔ پھر قریش میں سے بنی ہاشم کو چن لیا۔ پھر حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ بنی ہاشم میں سے حق تعالےٰ نے مجھے برگزیدہ فرمایا"۔

(مسلم۔ ترمذی)

پس ثابت ہوا۔ کہ حضور علیہ السلام برگزیدوں میں سے برگزیدہ ہیں۔ جس طرح حق سبحانہٗ وتعالیٰ الوہیت میں یکتا ہے۔ اسی طرح جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم عبودیت کاملہ میں یگانہ ہیں۔ تمام انبیاء آپ کے سلسلۂ رحمت میں ہیں۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ ۔ سے یہ بات بخوبی سمجھ میں آسکتی ہے۔

تمام انبیاء علیہم السّلام سے عہد لیا گیا۔ جس کا ذکر آیت لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ میں ہے۔ کہ جو پیغمبر مبعوث ہو اپنی امّت کو حضور کی بزرگی سے آگاہ کرے۔ جب تمام زمین کی اُمتیں رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے آگاہ ہوگئیں۔ تو آخر میں حضور علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ جب کوئی بڑا جلوس شاہی یا دربار منعقد ہوتا ہے۔ تو اس میں ہر ایک جلیل القدر درباری اپنے اپنے موقعہ پر آتا ہے اور شہنشاہِ معظم کی تشریف آوری کی خبر دیتا ہے۔ جب ہر درباری اپنا کام کر چکتا ہے۔ تو پھر شہنشاہ معظم تشریف لاتے ہیں۔ اسی طرح گروہِ انبیاء علیہم السلام اپنے اپنے وقت پر تشریف لائے اور جنابِ رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بشارت دیتے رہے۔ باوجود کثرت

marfat.com

تحریف کے بھی انجیل میں صریح نشانات پائے جاتے ہیں۔ یہود آج تک خاتم النبیین کے منتظر ہیں۔

یہ ساری دنیا ایک مدرسہ الٰہی سمجھو، جماعت انبیاء اس مدرسہ کے مدرس ہیں۔ جس طرح کہ مدرس اعلےٰ کے اُوپر کوئی مدرس نہیں ہوتا۔ اسی طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اس مدرسۂ الٰہی کے اعلیٰ مدرس ہیں۔ کل انبیاء دنیا کو کفر اور شرک کی آلائش سے پاک کرنے کے لئے آئے۔ جب دنیا اس قابل ہو گئی۔ کہ حضور علیہ السلام تشریف لاویں۔ تو جناب سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ ہر ایک پیغمبر اپنی کسی نہ کسی خاص صفت سے ممتاز تھے۔ مگر ہمارے رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم اُن سب اوصاف کے جامع تھے۔ جو اگلے انبیاء میں تھے۔ کسی نے آپ کی شان میں کیا اچھا کہا ہے ؎

حسنِ یوسف، دمِ عیسےٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

یہی وجہ ہے کہ اگلے انبیاء کا کلمہ ان کی مخصوصہ صفت کو ظاہر کرتا ہے۔ چنانچہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ادم صفی اللہ۔ موسیٰ کلیم اللہ عیسیٰ روح اللہ نوح نجی اللہ وغیرہ۔ لیکن رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ محمّد رسُولُ اللّٰہِ ہے۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ حقیقتِ رسالت جو کہ جامع جمیع صفات ہے۔ وہ جناب رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ہی حصہ ہے۔

ہر ایک نبی کا برہان علیحدہ دوسرے اشیاء میں تھا۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام کہ ان کا برہان، پتھر اور عصا میں تھا۔ اگر کسی نبی کو خاص اس کی ذات میں بھی تھا تو وہ بھی بعض حصہ میں۔ مگر ہمارے جناب سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم سراپا برہان

marfat.com

تھے۔

اس لئے حق سبحانہ، نے آیت

يَآ أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ۔

میں حضور علیہ السلام کو برہان فرمایا۔

آپ کے بال مبارک کا برہان

سردر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کی نسبت خصائص الکبریٰ میں امام سیوطی فرماتے ہیں کہ :

" جنگ یرموک میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی گم ہو گئی۔ بعد تلاش مل گئی۔ تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ جناب رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کیا۔ اور سر مبارک منڈایا۔ صحابہ کرام نے حضور کے بال مبارک اطراف سر مبارک سے لئے۔ میں نے پیشانی مبارک کے بال لئے اور اس ٹوپی میں رکھے۔ پس میں اس ٹوپی کے ساتھ جس جنگ میں گیا۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے فتح دی " (حجۃ اللہ ص ۶۸۶)

اس حدیث سے ایک تو یہ بات ثابت ہوئی۔ کہ صحابہ کرام ٹوپی پہنا کرتے تھے۔ دوسری یہ بات ثابت ہوئی۔ کہ حضور علیہ السلام کے بال مبارک کی برکت سے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مخالفوں پر فتح پاتے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عادت مبارک تھی۔ کہ حضور علیہ السلام کے آثارِ مبارکہ سے تبرک حاصل کرتے تھے۔ اور کیوں نہ ہو۔ خود حضور علیہ السلام نے جب کہ آپ کی بیٹی فوت ہوئی تو غسل دینے والی عورتوں کو فرمایا۔ کہ جب تم فارغ ہو تو مجھے خبر دینا۔

جب وہ غسل سے فارغ ہوئیں اور حضور کو خبر دی تو حضور علیہ السلام نے اپنا تہ بند مبارک دیا۔ اور فرمایا اشعرنها ایاها یعنی یہ تہ بند میت کی اندر کی طرف پہنا دو۔ (رواہ الستۃ الا ابن ماجہ) محدثین لکھتے ہیں۔ کہ حضور علیہ السلام کا یہ تہ بند

دینا تبرک کے لئے تھا۔ پس اس حدیث میں صالحین کے آثار سے تبرک حاصل کرنے کی اجازت نکلتی ہے۔

اسی طرح حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک تھے۔ لوگ اپنی بیماری کے وقت ان سے شفاء چاہتے تھے۔ اور پانی میں وہ بال ڈال کر پیتے تھے۔ اور شفاء پاتے تھے۔ (عینی)

آپ کی آنکھ مبارک کا برہان

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندھیرے میں بھی ایسا دیکھتے تھے۔ جیسے روشنی میں۔ (بیہقی)

نیز حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ لوگو! میں تمہارا امام ہوں۔ پس مجھ سے پہلے رکوع سجود نہ کرو۔ فانی اراکم من امامی ومن خلفی میں تمہیں آگے اور پیچھے سے دیکھتا ہوں۔ اور فرمایا اللہ جل شانہ نے۔ مَازَاغَ البصر وَمَاطغی۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۶۹)

آپ کی ناک مبارک کا برہان

فرمایا آپ نے انی لاجد نفس الرحمٰن من قبل الیمن مجھے یمن کی طرف سے حق سبحانہ وتعالیٰ کی خوشبو آتی ہے۔ یہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے بارہ میں فرمایا۔

آپ کی زبان مبارک کا برہان

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے مَا یَنطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھو الا وحی یُوحیٰ۔ یعنی میرا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش سے نہیں بولتا۔ وہ جس کے ساتھ بولتا ہے۔ مگر وحی کہ بھیجی جاتی ہے طرف اس کی!

خصائص میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہا انہوں نے، میں نے عرض کی یا رسول اللہ کیا وجہ ہے۔ کہ آپ ہم سب سے زیادہ فصیح ہیں۔ اور آپ کبھی ہمارے سامنے سے کہیں نکلے بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ:

marfat.com

"حضرت اسماعیل علیہ السلام کی لغت پُرانی ہو گئی تھی۔ حضرت جبریل علیہ السلام آئے۔ اور مجھے لغت یاد کرا گئے۔" (حجۃ اللہ ص ۶۸۱)
ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ:

"حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! میں نے عرب میں سیر کی۔ اور فصحاءِ عرب کا کلام سُنا۔ لیکن آپ سے زیادہ فصیح میں نے کوئی نہیں سُنا۔ حضور نے فرمایا اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ وَنَشَأْتُ فِیْ بَنِیْ سَعْد یعنے مجھے میرے رب نے ادب سکھایا۔ اور میں نے بنی سعد میں پرورش پائی۔"

آپ کی تھوک مبارک کا برہان

وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ:

"رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی خدمت میں ایک بوکا پانی کا لایا گیا۔ آپ نے اس سے پانی پیا۔ پھر کنوئیں میں ڈالا یا اس میں کلی ڈالی۔ تو اس کنوئیں سے کستوری کی خوشبو آنے لگی۔"
حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"آپ نے کنوئیں میں جو انس کے گھر میں تھا۔ تھوکا۔ تو مدینہ طیبہ میں اس کنوئیں سے زیادہ شیریں کوئی نہیں۔ آپ عاشورہ کے دن شیر خوار بچوں کے منہ میں تھوکتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ شام تک دودھ نہ پلانا۔ تو حضور علیہ السلام کی تھوک مبارک ان بچوں کے لئے بجائے دودھ کافی ہوتی۔" (حجۃ اللہ ص ۶۸۰)
طبرانی نے ابوامامہ سے روایت کی ہے کہ:

"ایک عورت فحش بکنے والی حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی آپ اس وقت کھانا تناول فرما رہے تھے۔ اس نے کھانا مانگا۔ آپ اپنے آگے سے دینے لگے۔ اس نے کہا یہ نہیں۔ مگر وہ جو آپ

marfat.com

کے منہ میں ہے۔ آپ نے اپنے منہ کا لقمہ نکال کر اس کو دیا۔ اس نے کھا لیا۔ تو اس کی وہ تمام فحش گوئی جاتی رہی ۔" (حجتہ اللہ ص ۶۸۰)

ابی جعفر فرماتے ہیں کہ:

"ایک دن امام حسن رضی اللہ عنہ کو پیاس کا غلبہ ہوا۔ پانی نہ ملا آپ نے اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں ڈالی۔ وہ چوسنے لگے یہاں تک کہ سیر ہو گئے ۔"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے خندق کے موقعہ پر تھوڑا سا طعام پکایا اور آپ کی دعوت کی۔ آپ نے فرمایا:

"لا تخبزن عجینکم ولا تنزلن برمتکم حتی اجی۔ یعنے میرے آنے تک نہ روٹی پکانا۔ اور نہ ہانڈی کو اتارنا۔ پس آپ تشریف لائے۔ تو آٹے میں تھوکا۔ اور دعائے برکت کی۔ پھر ہانڈی میں تھوکا اور دعائے برکت کی۔ جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ خدا کی قسم! ایک ہزار آدمی کھا کر چلے گئے۔ اور ہماری ہانڈی ابھی جوش مار رہی تھی ۔" (مشکوٰۃ شریف ص ۵۲۴)

ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ:

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوا تو آپ روئے اور فرمانے لگے۔ کہ کاش میرے عمر بھر کے اعمال ابوبکر کی ایک رات، دن کے برابر ہوتے۔ آخر حدیث تک جس میں قصہ غار ہے۔ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو غار میں کسی موذی نے ڈسا تو حضور علیہ السلام نے اس پر اپنی لب مبارک لگا دی۔ وہ سب تکلیف جاتی رہی۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۴۸)

جنگ خیبر میں حضور علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں تھوکا۔ وہ بیمار تھی۔ اچھی ہو گئی۔ (شیخان)

marfat.com

محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ دیگ میں جل گیا۔ حضور نے لعاب مبارک لگائی۔ فی الفور اچھا ہوگیا۔

قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کو جنگ احد یا بدر میں آنکھ میں تیر لگا کہ آنکھ باہر نکل گئی۔ حضور علیہ السلام نے وہ آنکھ پھر اپنی جگہ پر رکھ دی۔ اور اس میں تھوکا۔ اس کی آنکھ کی روشنی دوسری سے بھی زیادہ ہوگئی۔ (خصائص)

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"میں نے جناب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو چاندنی رات میں دیکھا کہ آپ کے اوپر سرخ رنگ کا حلہ تھا۔ میں ایک نظر چاند کی طرف ایک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرتا تھا۔ لیکن مجھے حضور علیہ السلام کا چہرہ مبارک چاند سے زیادہ حسین نظر آتا تھا۔" (مشکوٰۃ ص ۵۱۰)

اور مروی ہے کہ:

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے متعلق فرمایا ہے۔

واجمل منك لم ترقط عینی　　واكمل منك لم تلد النسآء

خُلِقتَ مُبَرَّآءً مِن کُلِّ عَیبٍ　　کَاَنَّکَ قَد خُلِقتَ کَمَا تَشَآءُ!

یعنے یا رسول اللہ! آپ سے زیادہ صاحبِ جمال میری آنکھ نے کوئی نہیں دیکھا۔ اور آپ سے زیادہ صاحبِ کمال کسی عورت نے جنا ہی نہیں۔ آپ ہر عیب سے مبرا پیدا کئے گئے۔ اور یہ بھی آیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے ؎

لواحی زلیخا لو رأین جبینه
لآثرن بالقطع القلوب علی الید
ولو سمعوا فی مصر اوصاف خده
لما بذلوا فی سوم یوسف من نقد

marfat.com

"یعنی زلیخا کو ملامت کرنے والی عورتیں اگر رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا حسن جہاں آرا دیکھ لیتیں۔ تو بجائے ہاتھ کاٹنے کے اپنے دلوں کو کاٹ ڈالتیں۔ اور اگر مصر کے لوگ حضور علیہ السلام کے چہرہ مبارک کے اوصاف سُن لیتے تو یوسف پر اپنی قیمت خرچ نہ کرتے۔"

آپ کے سمع مبارک کا برہان

ترمذی ابن ماجہ میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہا! فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انی اری مالا ترون واسمع مالا تسمعون یعنے میں دیکھتا ہوں۔ جو تم نہیں دیکھتے اور میں سنتا ہوں۔ جو تم نہیں سنتے۔

آپ کی آواز مبارک کا برہان

عبدالرحمان بن معاذ تیمی فرماتے ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے منا میں خطبہ پڑھا اور ہم اپنے اپنے فرودگاہوں میں بیٹھے تھے۔ حضور کی آواز سن رہے تھے۔ مطلب یہ کہ حضور علیہ السلام کی آواز مبارک وہاں پہنچ جاتی تھی۔ جہاں دوسروں کی آواز نہ پہنچ سکتی تھی۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ص ۶۸۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

"حضور علیہ السلام جمعہ کے دن منبر پر بیٹھے اور فرمایا۔ اِجْلِسُوْا بیٹھ جاؤ۔ عبداللہ بن رواحہ بنی غنم میں تھے۔ وہاں اس نے آواز مبارک سن لی۔ اور اسی جگہ بیٹھ گیا۔ (خصائص الکبریٰ)

اس حدیث سے صحابہ کرام کا اتباع خیال کرنا چاہیئے کہ کس قدر تھا۔ اور ایک ہم بھی ہیں۔ کہ حضور علیہ السلام کے احکام کی پرواہ نہیں کرتے اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا حبک وحب من یحبک۔

آپ کی بغل مبارک کا برہان

محب طبری فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے خصائص میں سے ہے۔ کہ سب لوگوں کی

marfat.com

بغلیں عموماً متغیر اللون ہوتی ہیں۔ آپ کی بغل مبارک ایسے نہ تھی۔ چنانچہ بہت احادیث میں آیا ہے کہ جب آپ سجدہ کرتے۔ آپ کی بغل مبارک کی سپیدی دیکھی جاتی تھی،،

حضرت انس فرماتے ہیں:

،،میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ دعا کے لئے ہاتھ اُٹھاتے اور آپ کی بغل مبارک کی سپیدی نظر آتی،، (حجۃ اللہ ص ۶۸۱)

آپ کے ہاتھ مبارک کا بُرہان

اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے:

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيْهِمْ

بخاری ومسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہا اُنہوں نے:

،،میں نے کسی حریر یا دیباج کو ہاتھ نہیں لگایا۔ جو زیادہ نرم ہو۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہتھیلی سے اور میں نے کسی عنبر یا کستوری کو نہیں سونگھا۔ جو زیادہ خوشبو دار ہو۔ رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی کسی ہوا کی خوشبو سے،، (حجۃ اللہ ص ۶۸۶)

اعلیحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے کیا خوب لکھا ہے کہ:

ہے لبِ عیسےٰ سے جاں بخشی نرالی ہاتھ میں
سنگریزے پاتے ہیں شیریں مقالی ہاتھ میں

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں!
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

سایۂ افگن سر پہ ہو پرچم الٰہی جھوم کر
جب لواء الحمد لے امت کا والی ہاتھ میں

آپ کی انگلیاں مبارکہ کا برہان

صحابہ کرام پر جو ایک وقت پیاس نے غلبہ کیا۔ تو حضور علیہ السلام نے ایک پیالہ میں

marfat.com

اپنا ہاتھ مبارک رکھا۔ تو آپ کی انگشتانِ مبارک سے پانی بہہ نکلا۔ یہاں تک کہ سب لشکر نے پی لیا۔ اور آپ کی انگشت مبارک کے اشارہ سے چاند شق ہوا۔ (مشکوٰۃ ص ۵۳۷)

ماہ را انگشت او بشگافتہ
مہر از فرمانش از پس تاختہ

آپ کے سینہ مبارک کا برہان

آپ نماز پڑھتے تھے۔ تو آپ کا سینہ مبارک ایسا جوش مارتا تھا۔ جیسے ہانڈی جوش مارتی ہے۔ اور یہ سینہ مبارک وہ ہے۔ جس کی نسبت حق سبحانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے۔ الم نشرح لك صدرك۔

آپ کے خون مبارک کا بُرہان

حضور علیہ السلام نے سینگی لگوائی اور ابن زبیر کو فرمایا۔

"کہ اے عبداللہ یہ خون ایسی جگہ ڈال دے۔ جہاں کوئی نہ دیکھے۔ اس نے جا کر پی لیا۔ جب واپس آیا۔ حضور نے فرمایا۔ کہ کیا کیا۔ اس نے عرض کی کہ میں نے ایسے مکان میں رکھ دیا ہے کہ میں جانتا ہوں۔ لوگوں سے پوشیدہ رہے گا۔ آپ نے فرمایا۔ شاید تو نے پی لیا۔ عرض کی۔ ہاں یا رسول اللہ! فرمایا تجھے دوزخ مَس نہ کرے گی۔" (حجۃ اللہ ص ۶۸۶)

سبحان اللہ۔ حضور کی محبت صحابہ کرام کو ایسے کاموں پر مجبور کرتی تھی۔

آپ کے پسینہ مبارک کا بُرہان

صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسولِ کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے۔ اور سو گئے۔ آپ کو پسینہ آیا۔ تو میری والدہ آئی۔ ایک شیشی میں آپ کا پسینہ جمع کرنے لگی۔ آپ جاگ اُٹھے اور فرمایا:

marfat.com

"اے ام سلیم! کیا کرتی ہے؟ اس نے عرض کی کہ یہ آپ کا پسینہ ہے۔ اس کو ہم اپنی خوشبو میں استعمال کریں گے۔ اور وہ پسینہ تمام خوشبوؤں سے بڑھ کر خوشبودار تھا" (مشکوٰۃ ص ۵۰۹)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس راستہ سے گزر جاتے تھے۔ وہ راستہ خوشبودار ہو جاتا تھا۔ جو آدمی اس راستہ سے گزرتا وہ حضور علیہ السلام کی خوشبو سے معلوم کر لیتا کہ یہاں سے حضور علیہ السلام گزرے ہیں" (حجۃ اللہ علے العالمین ص ۶۸۵)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"کہ ایک آدمی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اس نے عرض کی یا رسول اللہ! میں نے اپنی بیٹی کا نکاح کیا ہے۔ میری امداد کریں۔ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس دنیا کی کوئی چیز نہیں لیکن ایک شیشی جس کا منہ فراخ ہو۔ اور ایک لکڑی لا۔ وہ لے آیا۔ تو حضور علیہ السلام نے اپنے بازو مبارک سے پسینہ اتار اتار کر بوتل میں بھرنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ وہ شیشی بھر گئی۔ آپ نے فرمایا۔ یہ لے اور بیٹی کو کہو کہ لکڑی شیشی میں ڈبو کر پھر نکال کر اس سے خوشبو حاصل کرے۔ چنانچہ جب وہ اس خوشبو کو لگاتی۔ تمام اہل مدینہ اس خوشبو کو سونگھتے۔ پس اس خاندان کا نام ہی بیت المطیبین ہو گیا" (حجۃ اللہ ص ۶۸۵)

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
جس راہ چل گئے ہیں، کوچے بسا دیئے ہیں

(اعلیحضرت)

marfat.com

آپ کے بول مبارک کا بُرہان

ام ایمن فرماتی ہیں۔ کہ حضور علیہ السلام نے ایک رات اُٹھ کر ایک برتن میں بول مبارک کیا۔ مجھے پیاس نے غلبہ کیا۔ میں اٹھی۔ وہ سب بول مبارک پی گئی۔ صبح حضور کے سامنے ذکر کیا۔ تو آپ ہنسے اور فرمایا:

"آج سے تیرا پیٹ کبھی بیمار نہ ہوگا" (حجۃ اللہ ص ۶۸۸)

اس طرح ایک عورت برکہ نام جو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ تھی۔ اس نے حضور علیہ السلام کا بول مبارک پی لیا۔ آپ نے فرمایا صحة یا ام یوسف اے ام یوسف! تجھے صحت ہے" حدیث میں آیا ہے۔ کہ وہ ساری عمر بیمار نہیں ہوئی۔ مگر وہ بیماری جس میں وہ مرگئی۔ (حجۃ اللہ ص ۶۸۸)

آپ کے پاخانہ مبارک کا بُرہان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور جب پاخانہ کے لئے تشریف لے جاتے۔ تو میں پیچھے جا کر دیکھتی۔ تو کوئی شے بجز خوشبو نہ دیکھی جاتی ہیں نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ زمین نگل جاتی ہے۔ (حجۃ اللہ ص ۶۸۷)

آپ کے قد مبارک کا بُرہان

جب آپ بیٹھتے تھے۔ تو آپ سب سے اُونچے معلوم ہوتے تھے۔ ایسے ہی جب آپ لوگوں میں چلتے تھے۔ تو سب لوگوں میں سے اُونچے معلوم ہوتے تھے۔ اور جب اکیلے چلتے تھے۔ تو درمیانہ قد دکھائی دیتے تھے۔ حکیم ترمذی نے ذکوان سے روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ نہ سورج کی روشنی میں، نہ چاند کی روشنی میں۔ علامہ سیوطی بعض علماء سے نقل کرتے ہیں۔ کہ حدیث جس میں آپ کی دُعا واجعلنی نوراً آئی ہے۔ اسی کی مؤید ہے۔ (حجۃ اللہ ص ۶۸۶)

marfat.com

آپ کے بدن مبارک پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی۔ آپ کو جوں ایذا نہیں دیتی تھی۔ (ابن سبع) (جواہر البحار ص ۹۶۶)

الغرض جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود با جود تمام برہان ہی برہان تھا۔ زہے نصیب اس امت کے جس کو ایسے رحمۃ للعالمین کی امت ہونے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ تو ہر ایک مسلمان کو چاہیئے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت پیدا کرے۔ اور حضور کی اطاعت میں سرگرم رہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

حضرات! بارہ ربیع الاوّل شریف کی تاریخ مسلمانوں کے لئے ایک عظیم خوشی کی تاریخ ہے۔ ان کے لئے یہ عید کا دن ہے۔ اپنے آقا و مولیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خوشی میں اس دن وہ مسجدوں کو مزین کرتے۔ بازاروں کو سجاتے۔ جھنڈیاں لگاتے۔ سٹیج بچھاتے۔ چراغاں کرتے۔ اور جلوس نکالتے ہیں۔ اور میلاد شریف کی محفلیں منعقد کر کے اپنے آقا کی نظماً نثراً نعتیں پڑھتے ہیں۔ بعض لوگ ہماری اس خوشی کے مظاہرے کو بدعت کہہ دیتے ہیں۔ ان لوگوں کو بالخصوص اس روز سعید میں بدعت کی بہت یاد آتی ہے۔ میں نے لکھا ہے ؎

جو بچہ ہو پیدا تو خوشیاں منائیں　　مٹھائی بٹے اور لڈو بھی آئیں
مبارک کی ہر سُو سے آئیں ندائیں　　خوشی سے نہ جامے میں پھولے سمائیں

محمد کا جب یوم میلاد آئے!
تو بدعت کے فتوے انہیں یاد آئے

اس وقت میں اٹھوں گا۔ اور ہم جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی آمد آمد پر یہ خوشیاں مناتے ہیں۔ جلوس نکالتے ہیں۔ چراغاں کرتے ہیں اور مسجدوں اور بازاروں کو مزین کرتے ہیں۔ تفصیل کے ساتھ بتاؤں گا۔ کہ کیا ہمارے یہ خوشی کے مظاہرے بدعت ہیں۔ یا جائز و مستحسن؟ میرا یہ بیان غور کے ساتھ سنیئے اور پھر خود ہی فیصلہ فرما لیجئے

marfat.com

کہ یہ لوگ کہاں تک حق بجانب ہیں؟ پڑھیئے درود شریف۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ　　　الصلوٰۃ والسلام علیک یاحبیب اللہ

ابوالنور محمد بشیر

سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد آمد کی خوشی میں مظاہرے

جلوس و جلسے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ

حضرات! شریعت میں عرف کا بہت دخل ہے۔ اور کسی شرعی حکم کے وقت عرف کا لحاظ بہرحال ضروری ہے۔ چنانچہ علماءِ اصول نے لکھا ہے۔ کہ اگر کسی شخص نے قسم کھالی۔ کہ وہ "سری پائے" نہ کھائے گا۔ تو اس کے بعد اس نے مرغ کا سر یا اس کی ران کا گوشت کھالیا۔ تو وہ حانث نہ ہوگا۔ اس لئے کہ عرف میں "سری پائے" سے بکرے یا گائے کے "سری پائے" مراد ہوتے ہیں۔ ہاں اگر وہ بکرے یا گائے کا سر یا ان کے پائے کھالے گا۔ تو حانث ہو جائے گا۔

اسی طرح ایک لفظ "مہتر" ہے۔ جو ہمارے عرف عام میں تو بھنگی کو کہا جاتا ہے اور چترال کے عرف میں حاکم و بادشاہ کو کہا جاتا ہے۔ چنانچہ حاکم چترال کو "مہتر چترال" کہا جاتا رہا۔ بنابریں کسی نبی و رسول کو اگر "یہاں" پنجاب میں مہتر کہا جائے تو کفر ہے اور چترال میں یہی لفظ کسی نبی و رسول کے لئے استعمال کرنا عینِ ایمان ہے۔

یوں ہی اُردو زبان میں کسی بڑے آدمی کو "تم اور تو" کہہ کر مخاطب کرنا بے ادبی ہے۔ مگر عربی زبان میں کسی بڑے آدمی کو "انت" کہہ کر مخاطب کرنا بے ادبی نہیں۔ لہٰذا کسی معزز بزرگ کو اگر آپ اُردو زبان میں "تُو" کہیں گے تو خلافِ ادب ہوگا۔

marfat.com

اور عربی زبان میں اُسے "انت" خطاب خلافِ ادب نہ ہوگا۔

اور سنیئے قرآن پاک اگر نیچے رکھا ہو۔ اور کوئی شخص اگر کرسی پر بیٹھ جائے۔ تو عرف میں بے ادبی ہے۔ اور اگر وہ شخص کرسی سے اُٹھ کر کھڑا ہو جائے۔ تو پھر بے ادبی نہ ہوگی۔ حالانکہ جب وہ کرسی پر بیٹھا تھا۔ تو قرآن پاک سے بلند تو ضرور تھا۔ مگر تھوڑا۔ اور اب کھڑا ہو جانے پر بہت زیادہ بلند ہو گیا۔ اس صورت میں چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ بہ نسبت بیٹھ جانے کے کھڑے رہنا زیادہ بے ادبی ہوتی۔ مگر چونکہ عرف میں بیٹھنا ہی بے ادبی ہے۔ اس لیئے شرعًا بھی بیٹھنا ہی بے ادبی ہوگی۔ اور کھڑے رہنا بے ادبی نہ ہوگی۔

معلوم ہوا۔ کہ شرعی احکام میں عرف کا بہت بڑا دخل ہے۔ اب دیکھئے کہ کسی بڑے آدمی حاکم و سلطان اور مقتدر افسر کی آمد آمد پر اس کے استقبال کے لیے ہمارے ملک کا عرف کیا ہے؟ سب جانتے ہیں۔ کہ ہمارے یہاں کسی مقتدر اور ذی وجاہت انسان کی آمد آمد پر اس کا استقبال بڑے شان و شوکت کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ بازاروں کو سجایا جاتا ہے۔ جھنڈیاں لگائی جاتی ہیں۔ فرش بچھائے جاتے ہیں۔ پنڈال بنائے جاتے ہیں۔ نعرے لگائے جاتے ہیں۔ سپاسنامے پڑھے جاتے ہیں۔ اور معزز شخص کی نظم و نثر میں تعریفیں کی جاتی ہیں۔ ہمارے عرف میں یہ سب باتیں اس معزز مہمان کی تعظیم و محبت اور اس کی تکریم و عزت کے لیے ہوتی ہیں۔

بنا بریں ۱۲ ربیع الاول شریف کا روزِ سعید ایک ایسا مبارک روز ہے۔ جس روز سرورِ کائنات فخرِ موجودات۔ حبیبِ کبریا حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نورانی قدوم سے اس ظلمت کدۂ عالم کو منوّر فرمایا۔ اور جس روز ہمارے مُنجی و شفیع اور ساری کائنات کے آقا و مولیٰ ہمارے پاس تشریف لائے۔ تو اس روز اگر ہم اپنے عرف کے مطابق اپنے محسنِ اعظم صلے اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لیے بازاروں کو سجائیں۔ جھنڈیاں لگائیں۔ سٹیج بچھائیں۔ نعرے لگائیں۔ نظم و نثر میں حضور کی نعتیں پڑھیں۔ میلاد کی محفلیں منعقد کریں۔ تو فرمایئے یہ باتیں کیوں جائز نہ ہوں گی؟ اور بدعت کیوں ہو جائیں گی۔ جب کہ ہمارے عرف میں یہ جلوس و جلسے معزز مہمان کی تعظیم و

marfat.com

محبت کے لیے ہوتے ہیں۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و محبت شرعاً مطلوب و ضروری ہے۔

یہیں سے اس شبہ کا ازالہ بھی ہوگیا کہ جلوس وغیرہ عرب کے شہروں میں نہیں نکلتے ہم کہتے ہیں۔ کہ جہاں یہ جلوس نہیں نکلتے۔ وہاں کا یہ عرف ہی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ وہاں کسی لیڈر کے بھی اس طرح کے جلوس نہیں نکلتے۔ اور اگر کسی ملک میں کسی دنیوی لیڈر کے لیے تو اس قسم کے جلوس نکلتے ہیں۔ اور اس ملک کے سارے باشندے اس میں شرکت بھی کرتے ہیں۔ لیکن حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے "یوم میلاد" پر اگر بعض لوگوں کو خود ساختہ شرعی احکام یاد آنے لگتے ہیں۔ تو بجز اس کے اور کیا کہا جائے۔ کہ ایسے لوگ بڑے بدنصیب ہیں۔

سُنّتِ الٰہیہ

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی آمد آمد پر عظیم الشان مظاہروں کا ہمارا یہ عرف کوئی نیا بھی نہیں۔ بلکہ خود خدا کی یہ سنّت ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج شریف میں فرماتے ہیں:

"دریں شب در ملک و ملکوت ندا در دادند کہ عالم را بانوار قدس منوّر سازند و ملائک زمین و آسمان در اہتزاز و ابتہاج آمدند۔ و بہ خازنِ بہشت امر شد کہ فردوسِ اعلےٰ بکشائد۔ و عالم را بفوائح روائح معطر گردانند"

"تو نماند دراں شب ہیچ سرائے مگر آنکہ روشن گشت و نہ ہیچ مکانے مگر در آمد اورا نور" (مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۹)

یعنی شب میلاد شریف میں تمام ملک و ملکوت میں خدائی ندا دی گئی۔ کہ قدسی انوار سے سارے عالم کو منور کردو۔ زمین و آسمان کے سارے فرشتے مسرت و خوشی منائیں۔ بہشت کے خازن کو حکم ہوا۔ کہ وہ فردوسِ اعلیٰ کو

marfat.com

کھول دے۔ اور اس کی خوشبوؤں سے سارے عالم کو معطر کر دے۔ اس رات کوئی گھر ایسا اور کوئی مکان ایسا نہ رہا جو منوّر اور روشن نہ ہو گیا ہو۔"

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی والدہ فرماتی ہیں۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ کے وقت میں حاضر تھی۔ اور

"دیدم من نورے کہ خانہ وسرائے جملہ نورانی گشت و دیدم نجوم را کہ نزدیک شدند از زمین تا گمان بردم کہ مے افتند بر من و خانہ تمام پُر انوار شد۔" (مدارج شریف جلد ۲ ص ۱۰)

میں نے ایک ایسا نور دیکھا جس سے سارا گھر روشن ہو گیا۔ اور آسمان کے ستاروں کو میں نے زمین کی طرف جھکے ہوئے دیکھا۔ حتیٰ کہ میں نے گمان کیا۔ کہ وہ مجھ پر گر پڑیں گے۔ اور گھر سارا نور سے بھر گیا۔"

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ ولادت شریفہ کے وقت:

"دیدم مشارق ارض ومغارب آں را دیدم سہ علم یکے در مشرق زدہ است و دیگر بمغرب و دیگر بربام کعبہ (مدارج شریف جلد ۲ ص ۱۱)

میں نے زمین کے مشرق ومغرب کو دیکھ لیا۔ اور تین جھنڈے میں نے دیکھے جن میں سے ایک مشرق پر گڑا ہوا تھا اور دوسرا مغرب پر اور تیسرا کعبہ کی چھت پر۔"

حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کے ان ارشادات سے معلوم ہوا کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد آمد پر خود خداوند کریم نے سارے جہانوں میں "چراغاں" فرمائی۔ اور سارے عالم کو روشن ومنوّر فرمایا۔ اور زمین وآسمان کے تمام فرشتوں نے مسرّت وابتہاج کا مظاہرہ فرمایا۔ اور جنتوں کو سجایا گیا۔ اور ان کی خوشبوؤں سے تمام دنیا کو مہکایا گیا۔ آسمانی ستاروں نے جھک کر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا۔ اور اس عظیم الشان جشن میلاد النبی صلے اللہ علیہ وسلم میں نورانی جھنڈے بھی گاڑ دیئے۔ اور فرشتوں نے صلوٰۃ وسلام کے نغمات سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے جشنِ میلاد کو منایا۔ پس آج ہمارا یہ جشنِ میلاد منانا،

marfat.com

چراغاں کرنا۔ جھنڈیوں سے بازاروں کو سجانا۔ اور مسجدوں کو آراستہ و مزّین کرنا اور آسمان کے ستاروں کی مانند اکٹھا ہو کر بارگاہِ رسالت میں عقیدت و محبّت کے پھول پیش کرنا۔ اور درود و سلام کے نغمات اور نعرہ ہائے تکبیر و رسالت سے شانِ رسالت کے ڈنکے بجانا کوئی نئی بات یا بدعت نہیں بلکہ سنّتِ الٰہیہ کا اتباع ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

اگر یہ کہا جائے۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم تو ایک مرتبہ ہی تشریف لائے تھے۔ پھر یہ ہر سال ۱۲ ربیع الاوّل کو اس قسم کے مظاہرے کیوں کئے جاتے ہیں؟ تو ہم کہیں گے کہ بے شک حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری تو ایک بار ہی ہوئی تھی۔ مگر جس روز اور جس تاریخ کو حضور کی تشریف آوری ہوئی۔ وہ روز اور وہ تاریخ ہمیشہ کے لیے مقدّس اور مسلمانوں کے لیے اہم ہو گئی۔ دیکھئے قرآن پاک ایک ہی بار اترا تھا۔ مگر جس رات وہ اترا ہے۔ وہ رات لیلۃ القدر بن گئی۔ اور نہ صرف اسی ایک سال کی ایک رات بلکہ ہمیشہ کے لیے اس تاریخ کی وہ رات لیلۃ القدر بن گئی۔ اور آج مسلمان رمضان شریف کی ۲۷ ویں رات کو اسی اہمیت و تقدّس کے ساتھ مناتے ہیں۔ یہ رات قرآن پاک کی تشریف آوری سے قیامت تک کے لیے ایک مخصوص رات بن گئی۔ تو جو تاریخ صاحب قرآن صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی تاریخ ہے۔ وہ کیوں نہ ہمیشہ کے لیے مخصوص و متقدّس ہو گی؟

آیئے دیکھئے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اس کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بطنِ مادر میں استقرار وسطِ ایام تشریق میں شبِ جمعہ کو بیان فرماتے ہوئے حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق صاحب محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"ازیں جہت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ لیلۃ الجمعہ را فاضل تر از لیلۃ القدر داشتہ کہ خیرات و برکات و کرامات و سعادات کہ در جنس

marfat.com

ایں شب بر عالمیان و مومنان مغانمی و منزل شدہ در ہیچ شب تہ شدہ تا روزِ قیامت بلکہ تا ابد۔ و اگر بہ ایں جہت شبِ میلاد را افضل از شب قدر داند مے سزد " (مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۹)

یعنی اس جہت سے کہ شبِ جمعہ کو رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے بطنِ مادر میں استقرار فرمایا۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ شب جمعہ لیلۃ القدر سے افضل ہے۔ اس لیے کہ تمام نیکیاں۔ برکتیں۔ اور سعادتیں جو سارے عالم والوں اور مومنوں پر اس رات نازل ہوئیں۔ قیامت تک بلکہ ہمیشہ کے لیے کسی رات میں ایسی برکتیں نازل نہیں ہوئیں۔ اور اگر اس جہت سے شبِ میلاد کو شبِ قدر سے افضل کہا جائے تو زیبا ہے "

دیکھا آپ نے ؟ یہ ہے حقیقت اور ایمان اور بڑے بڑے بزرگوں کا اعلان۔ پس شب میلاد۔ روزِ میلاد۔ اور تاریخ میلاد مسلمانوں کے لیے یقیناً بڑی اہمیت اور تقدس کی مالک ہے۔ خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے پیر کے دن روزہ رکھا۔ اور جب آپ سے پیر کے دن روزہ رکھنے کی وجہ پوچھی گئی۔ تو آپ نے فرمایا:

فِیْہِ وُلِدْتُ وَفِیْہِ اُنْزِلَ عَلَیَّ ۔ اس روز میں پیدا ہوا۔ اور اسی روز مجھ پر ابتداء وحی ہوئی۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۷۱)

دیکھیے اس ارشاد پر کسی صحابی نے یہ نہیں کہا کہ یا رسول اللہ آپ کی ولادت شریفہ تو ایک بار ہی ہوئی تھی۔ اور ابتداء وحی کا روز بھی ایک ہی تھا۔ پھر ہر بار اس روز روزہ رکھنے کا کیا معنی ؟ حضور صلے اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے۔ تو آپ نے یہود کو دیکھا۔ کہ وہ عاشورا کے دن روزہ رکھتے ہیں۔ حضور نے ان سے پوچھا۔ کہ تم یہ روزہ کیوں رکھتے ہو ؟ تو یہود نے جواب دیا۔

"ھٰذَا یَوْمٌ عَظِیْمٌ اَنْجَی اللّٰہُ فِیْہِ مُوْسٰی وَقَوْمَہٗ وَغَرَّقَ فِرْعَوْنَ وَقَوْمَہٗ فَصَامَہٗ مُوْسٰی شُکْرًا فَنَحْنُ نَصُوْمُہٗ ۔

" یہ وہ دن ہے۔ جس دن اللہ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات

marfat.com

نجات دی۔ اور فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے اس بات کے شکریہ میں اس دن روزہ رکھا۔ تو ہم بھی اس روز روزہ رکھتے ہیں۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا:

فَنَحْنُ اَحَقُّ وَاَوْلٰی بِمُوْسٰی مِنْکُمْ فَصَامَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَمَرَ بِصِیَامِہٖ (مشکوٰۃ شریف)

موسیٰ علیہ السلام کے متعلق تم لوگوں سے ہم زیادہ حقدار ہیں۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روز روزہ رکھا۔ اور امت کو بھی اس روز روزے کا امر فرمایا۔

دیکھیئے! حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نجات پانا۔ اور فرعون کا غرق ہونا ایک ہی بار تھا۔ مگر وہ نجات کا دن ہمیشہ کے لیے شکریہ کا دن بن گیا۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر سال اس روز خود بھی روزہ رکھا۔ اور امت کو بھی امر فرمایا۔ پس ایک سچے مسلمان اور صاحبِ ایمان کے لیے وہ روزِ سعید جس روز حضور منجئ عالم صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اور سارے عالم کو شرک و کفر کی مہلک تاریکیوں سے نجات دلائی۔ جہنم سے بچایا۔ اور جنت عطا فرمائی۔ اور دین و دنیا کی برکتوں سے مالا مال کیا۔ اس روزِ سعید سے زیادہ باعثِ شکریہ اور کونسا دن ہوگا؟ اس روز اگر مسلمانانِ عالم خدا کی اس نعمت جلیلہ کا شکریہ ادا کرنے کے لیے جلوس و جلسے کا انتظام کر کے حمد و ثنا اور نعتِ مصطفےٰ میں مشغول ہو جائیں۔ مساکین و غرباء کو کھانا کھلانے کا اہتمام کرنے لگیں۔ اور مسرت و ابتہاج کے مظاہرے کرنے لگیں تو فرمایئے اس میں کیا خرابی ہے؟

علاوہ ازیں

آپ معلوم کر چکے۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے میلادِ پاک پر خود خدا تعالےٰ

marfat.com

نے سارے عالم کو بقعۂ نور بنا دیا۔ فرشتوں اور آسمان کے ستاروں نے بھی جشنِ میلاد منایا اور نوری جھنڈے گاڑے گئے تو ہم بھی اگر سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے میلاد پاک کی خوشی منانے کے لیے سنتِ الٰہیہ کی نقل اتاریں اور اپنے شہروں، قریوں، مساجد اور مکانات کو روشن کریں۔ جھنڈے اور جھنڈیوں سے محافل کو آراستہ کریں تو کیوں اجر نہ پائیں گے؟

اگر یہ کہا جائے

کہ اس نقل سے کیا ہوتا ہے تو ہم کہیں گے کہ دیکھیے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا صفا مروہ کے درمیان چلی اور دوڑی تھیں۔ اور وہ ضرورت کی بنا پر چلی اور دوڑی تھیں۔ مگر قیامت تک کے لیے ہر حاجی کو وہاں ان کی نقل اتارنا پڑتی ہے اور ان کی طرح چلنا اور دوڑنا پڑتا ہے حالانکہ ہمیں آج وہاں دوڑنے کی بظاہر کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔ بجز اس کے کہ ایک اللہ کی پاک اور نیک بندی اور اللہ کے ایک پیغمبر کی مقدس بیوی کی محض نقل ہی اتارنا مقصود ہوتی ہے۔ اور بغیر اس نقل اتارنے کے حج کی تکمیل نہیں ہوتی۔ منیٰ میں تینوں شیطانوں کو جو پتھر مارے جاتے ہیں۔ وہ بھی بجز نقل کے اور کیا ہے؟ حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل علیہما السلام نے جہاں جہاں شیطان کو پتھر مارے تھے۔ قیامت تک کے لیے ہر حاجی پر لازم ہے۔ کہ اسی جگہ اسی طرح وہ بھی پتھر مارے۔ حالانکہ اب وہاں نہ وہ حقیقی شیطان سامنے ہوتا ہے۔ اور نہ ہی وہ ضرورت درپیش ہوتی ہے۔ مگر اسی طرح پتھر مارنے کا ہر حاجی کو حکم ہے۔ اور ہر حاجی کے لیے یہ لازم ہے۔ کہ وہ اللہ کے پیغمبروں کی یہ نقل بھی ضرور اتارے ورنہ حج نامکمل۔

حکایت

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایک شخص نقل اتارا کرتا تھا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام

marfat.com

کے عمامہ جیسا عمامہ اور اُن کے کپڑوں جیسے کپڑے پہن کر ایک مجمع لگا کر اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح وعظ کرتا اور تمسخر اڑایا کرتا تھا۔ خدا تعالےٰ نے جب فرعون کو اس کی قوم سمیت غرق کیا تو موسےٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ وہ نقال غرق نہیں ہوا۔ سارے فرعونی تو غرق ہو گئے مگر وہ بچ گیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے پوچھا کہ الٰہی! یہ کیا ماجرا ہے۔ کہ جو میری نقل اتارا کرتا تھا۔ اسی کو تو نے بچا لیا۔ خدا نے فرمایا۔ اے موسیٰ! جو شخص تیری نقل اتارا کرتا تھا۔ ہم نے نہ چاہا کہ اُسے غرق کریں۔ تیرے ساتھ ہم نے اسے بھی بچا لیا تاکہ بچ جانے میں بھی اس کی نقل پوری ہو جائے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ سب باتیں

بدعت

ہیں تو ہم گذارش کریں گے۔ کہ ہر امر خیر کو بدعت قرار دے دینا۔ بجائے خود بدعت ہے اس لیے کہ یہ جلوس و جلسہ ہائے میلاد شریف تعظیم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور تبلیغ دین متین کے لیے ہوتے ہیں تو یہ تعظیم و تبلیغ ہی اگر بدعت ہے۔ تو پھر خدا جانے دین و ایمان کس چیز کا نام ہے؟ جلوس و محافل میلاد میں حمد و ثنا اور نعتیں پڑھی جاتی ہیں، تکبیر و رسالت کے نعرے لگائے جاتے ہیں، درود و سلام پڑھا جاتا ہے، قرآن و حدیث کا بیان ہوتا ہے، صورتِ منورہ اور سیرۃ مطہرہ کا تذکرہ ہوتا ہے۔ مسلمانوں کو اپنے آقا و مولیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنے کی تلقین کی جاتی ہے۔ فرمایئے ان امور میں سے کون سی ایسی بات ہے۔ جو نئی ہے۔ اور جس کا مظاہرہ کرنے سے بدعت کا ارتکاب ہو جاتا ہے؟

اگر کہا جائے

کہ یہ باتیں اگرچہ سب جائز ہیں مگر ان کا مجموعہ جو نئی شکل میں سامنے آتا ہے وہ بدعت ہے تو ہم کہیں گے۔ کہ اس کا تو یہ معنی ہوا کہ چینی حلال، گھی حلال،

marfat.com

چاول حلال۔ مگر ان سب کو ملا کر جب پکا لیا جائے تو ان سب کا جو مجموعہ میٹھے پلاؤ کی شکل میں سامنے آجاتا ہے۔ وہ حرام ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ اس قسم کا میٹھا پلاؤ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی تناول نہیں فرمایا۔ اور نہ ہی کسی صحابی نے۔ تو فرمائیے ایسے مفتی کو بجز اس کے اور کیا کہا جائے گا۔ کہ آپ کا ذہن شریف ہی اس میٹھے پلاؤ کے لائق نہیں۔

علاوہ ازیں

شکل وصورت اگرچہ نئی ہو۔ اور اصل اس کی جواز کے تحت ہو۔ تو وہ جائز ہی ہے دیکھیے۔ تبلیغِ دین یہ اصل ہے اور جائز بلکہ ضروری ہے۔ اب اس زمانہ میں نئے ماحول کے مطابق اس تبلیغ دین نے کئی نئی شکلیں اختیار کرلی ہیں اور لطف یہ کہ ان نئی شکلوں کو سبھی نے اپنا رکھا ہے۔ چنانچہ تبلیغی دینی ماہنامے اور ہفتہ وار اخبارات ہر مکتب فکر والوں نے جاری کر رکھے ہیں۔ اور سبھی کا یہ دعویٰ ہے کہ ہمارا یہ رسالہ یا اخبار تبلیغ دین کے لیے ہے۔ حالانکہ تبلیغ دین کی یہ شکل وصورت کہ ۲۰×۳۰ سائز کا کاغذ ہو اور پچاس صفحات ہوں۔ رنگین ٹائیٹل ہو اور کسی کا نام کچھ اور کسی کا کچھ ہو اور پھر ان کا سالانہ چندہ بھی مقرر ہو اور تاریخ اشاعت بھی مقرر ہو۔ نہ تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور نہ ہی عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے۔ مگر آج تک اس نئی طرز کی تبلیغ کو کسی نے بھی بدعت نہیں کہا۔ بلکہ یہی کہتے ہیں کہ اصل مقصد تو تبلیغِ دین ہے۔ چاہے کسی رنگ میں ہو۔ اسی طرح یہ سالانہ کانفرنسیں سبھی کرتے ہیں۔ حالانکہ اس طرز کی کوئی کانفرنس نہ کبھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے منعقد فرمائی۔ اور نہ ہی کسی صحابی نے۔ مگر سب اسے جائز ہی کہتے ہیں۔ اگرچہ یہ طرز نئی ہے۔ مگر اصل مقصد چونکہ اس سے بھی تبلیغ دین ہے اس لیے جائز ہے۔ تبلیغِ دین اصل مقصود ہو۔ تو چاہے رسالہ کے رنگ میں ہو، چاہے اخبار کی شکل میں۔ اور چاہے کسی کانفرنس کی صورت میں سب جائز ہے۔

میرے ایک دوست نے ایک واقعہ سُنایا تھا کہ ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ آپ نے یہ "سالانہ عرس" کہاں سے نکال لیے ؟ تو میں نے جواب دیا، جہاں سے آپ نے سالانہ کانفرنسیں نکال لی ہیں۔ اس پر وہ صاحب ہنس دیئے اور کوئی جواب نہ دے سکے اور جواب دیتے بھی کیا؟ جب کہ ان کے اصول کے مطابق یہ سالانہ کانفرنسیں بھی بدعت کی فہرست میں آجاتی ہیں۔ اس لیے کہ بہرحال یہ شکل و صورت بھی نئی ہی ہے۔ اور نہ صرف یہ کہ شکل وصورت ہی نئی ہے بلکہ نام بھی نیا اور انگلش زبان کا " کانفرنس"۔ "محفلِ میلاد" تو ایک عربی زبان کا ایمان افروز نام ہے۔ مگر یہ کانفرنس خالص انگریزی لفظ۔ تو کس قدر ظلم ہے کہ کانفرنس، کا کوئی عادی محفلِ میلاد کو بدعت کہنے لگے۔

الغرض۔ مذہبی رسالے، اخبار، دینی جلسے اور کانفرنسیں سب نئی باتیں اور نئی شکلیں ہیں۔ مگر ہیں سب جائز۔ اس لیے کہ ان سے مقصود تبلیغِ دین ہے۔ جو جائز بلکہ ضروری ہے۔ اسی طرح یہ جلوس اور جلسے میلاد شریف کے اور گیارہویں شریف اور عرس کے اجتماعات اگرچہ صورتیں نئی بھی ہیں۔ پھر بھی جائز ہیں۔ اس لیے کہ ان سے مقصود تعظیمِ رسول اور تبلیغِ دین ہے۔ جو نہ صرف جائز بلکہ اشد ضروری ہے۔

پھر اگر یہ کہا جائے

کہ صاحب! ان جلوسوں میں باجے واجے بھی ہوتے ہیں۔ اس لیے یہ بدعت ہے تو ہم کہیں گے۔ کہ ان باجوں واجوں کی بیشک مخالفت کیجئے۔ ہم بھی اس مخالفت میں آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ کے سر میں درد ہونے لگے۔ تو آپ اپنے اس دردِ سر کا علاج کیجئے۔ نہ یہ کہ سر ہی اتارنے کی فکر کرنے لگیں۔ چند سال ہوئے۔ لاہور کی شاہی مسجد کے مینار پر ایک۔ بدمعاش جوڑا ناشائستہ حرکات میں مشغول پکڑا گیا تھا تو اس صورت میں علاج یہ تھا کہ اس بدمعاش جوڑے کو سزا دی جاتی نہ یہ کہ وہ مینار ہی گرایا جاتا۔ ان مقدس جلوسوں میں واقعی غیر شرعی حرکات نہ ہونی چاہئیں

marfat.com

مگر ان چیزوں کی آڑ لے کر اصل چیز ہی کو اڑا دینا یہ بھی تو کوئی عقلمندی کی بات نہیں۔

اگر یہ حدیث سنائی جائے

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ۔

جو شخص ہمارے دین میں وہ چیز نکالے جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ ردّ ہے۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۱۹)

تو ہم کہیں گے کہ یہی حدیث پاک اس امر پر شاہد ہے کہ ہر نئی بات بدعتِ مردودہ نہیں ہے۔ ہاں وہ نئی بات جس کی اصل دین میں نہ ہو۔ وہ بدعتِ مردودہ ہے۔ اور اگر یہ بات نہیں تو حدیثِ پاک میں "مَا لَیْسَ مِنْہُ" یعنی "جو دین میں سے نہ ہو" یہ جملہ کیوں وارد ہوا ہے؟ اگر مطلقاً ہر نئی بات بدعتِ مردودہ ہوتی تو حدیثِ پاک میں یوں وارد ہوتا:

"مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا فَھُوَ رَدٌّ"

جو شخص ہمارے دین میں کوئی نئی چیز نکالے تو وہ ردّ ہے"

مگر حدیث پاک کا جملہ "مَا لَیْسَ مِنْہُ" صاف بتا رہا ہے کہ بعض وہ نئی باتیں جن کی اصل دین میں موجود ہے۔ وہ ردّ نہیں۔ مثلاً یہی جلوس و جلسۂ میلاد شریف کہ ان کی اصل تعظیمِ رسول اور تبلیغِ دین ہے۔ جو دین ہی میں سے ہے۔ پس اگر بدعت بھی ہے تو بدعتِ محمودہ ہے۔ بدعتِ ضلالۃ و بدعتِ مردودہ ہرگز نہیں۔ چنانچہ ایک اور حدیث میں وارد ہے۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَۃً ضَلَالَۃً لَا یَرْضَاھَا اللہُ وَرَسُوْلُہٗ۔

جو شخص گمراہی کی بدعت نکالے۔ جس سے اللہ اور رسول راضی نہیں۔ اس کا گناہ اس پر سارے عمل کرنے والوں کے برابر ہوگا۔"

(مشکوٰۃ شریف ص ۲۲)

marfat.com

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اگر کوئی یوں کہے

[illegible]

marfat.com

پیشواؤں کے جلوس نکالتے ہیں۔ اس لیے ہمیں اس سے بچنا چاہیئے تو ہم کہیں گے کہ یہ اچھی کہی کہ اگر کوئی ہندو یا عیسائی سچ بولنے کی تلقین کرنے لگے تو ہمیں اس تلقین سے باز آجانا چاہیئے۔ اور یہ کہہ کر پیچھا چھڑا لینا چاہیئے۔ کہ اس بات کو چونکہ ہندوؤں اور عیسائیوں نے اپنا لیا ہے۔ اس لیے ہمیں اس سے بچنا چاہیئے۔

نیز ہندو جمنا اور گنگا کا پانی متبرک سمجھتے ہیں۔ اور جب وہ تیرتھ کے لیے جاتے ہیں۔ تو گنگا اور جمنا کا پانی متبرک سمجھ کر گھر لاتے ہیں۔ اس لیے اب مسلمانوں کو بھی آبِ زمزم سے پیار چھوڑ دینا چاہیئے۔ اور حج کو بھی نہ جانا چاہیئے۔ اس لیے کہ ہندو بھی تیرتھ کو جاتے ہیں۔

اور آبِ زمزم کو بھی متبرک سمجھ کر کبھی گھر نہ لانا چاہیئے۔ اس لیے کہ ہندو بھی گنگا جمنا کا پانی مقدس سمجھ کر گھر لاتے ہیں۔ نیز مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کو مقدس شہر نہ سمجھنا چاہیئے۔ اس لیے کہ ہندو بھی متھرا و بنارس کو مقدس شہر سمجھتے ہیں۔

مزید برآں یہ سالانہ کانفرنسیں۔ ماہنامے۔ اور اخبارات و روزنامے وغیرہ بھی بند کر دینے چاہئیں کہ یہ عیسائیوں اور ہندوؤں کی رسمیں ہیں۔

اس موقعہ پر یقیناً یہ کہا جائے گا۔ کہ نہیں صاحب! ایسا نہیں ہو سکتا۔ غیر مسلم جب اپنے غلط خیالات کے پرچار کے لیے ماہنامے۔ رسالے اور اخبارات نکالتے ہیں۔ تو ہم اپنے سچے دین کی تبلیغ کے لیے۔ ماہنامے اور رسالے و اخبارات کیوں نہ نکالیں؟ وہ لوگ جب اپنے غلط عقائد کی تشہیر کے لیے جلسے اور کانفرنسیں منعقد کرتے ہیں۔ تو ہم اپنے دین حق اور عقائد حقہ کی تشہیر کے لیے جلسے اور کانفرنسیں کیوں منعقد نہ کریں؟

تو اسی طرح یہ کہنے میں بھی تکلیف کیوں ہو۔ کہ غیر مسلم جب اپنے مزعومہ پیشواؤں کی عظمت کا مظاہرہ کرنے کی خاطر جلوس نکالتے ہیں۔ تو ہم بھی اپنے حقیقی پیشوا کی سچی عظمت کا ڈنکا بجانے کی خاطر جلوس کیوں نہ نکالیں۔

marfat.com

اگر یہ کہا جائے

کہ یہ فضول خرچی ہے۔ تو ہم کہیں گے۔ کہ کسی نیک کام کی ممانعت کے لیے جب کوئی دلیل نظر نہ آئے تو یہ لوگ آخری حربہ استعمال کرتے ہیں کہ یہ فضول خرچی ہے۔ منکرین حج و زیارت اور منکرینِ قربانی بھی فضول خرچی کا راگ الاپتے ہیں۔ علاوہ ازیں جلوس میلاد شریف کو ناجائز سمجھنے کی صورت میں اس پر تھوڑا خرچ بھی فضول خرچی ہی نظر آئے گا۔ اور جواز کی صورت میں اس قسم کا خیال بھی نہیں آسکتا۔

دیکھئے اپنے سالانہ جلسوں، کانفرنسوں میں پنڈال کی زیبائش پر ہزاروں روپے خرچ کر دیئے جاتے ہیں۔ ماہناموں اور رسالوں کی طباعت ان کے تین تین رنگ کے بلاکوں سے چھپے ہوئے مزین ٹائیٹلوں پر سینکڑوں روپے صرف کر دیئے جاتے ہیں اور اس کو کبھی کسی نے فضول خرچی نہیں بتایا۔ پھر اگر سارے عالم کے سلطان، جانِ جہان، اور روحِ ایمان، حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے نام پاک کی خاطر کچھ روپے خرچ ہو جائیں اور کوئی اسے فضول خرچی بتانے لگے۔ تو ایسے بدبخت شخص کی بدبختی میں کیا شک ہو سکتا ہے؟

الغرض۔ مسلمان اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے ڈنکے بجاتے رہے اور بجاتے رہیں گے۔ کوئی کچھ کہتا رہے مگر یہ ایمان افروز جلوس و جلسے جاری ہی رہیں گے ۔

رہے گا یونہی ان کا چرچا رہے گا!
پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

حضرات! اب میں اپنے اس بیان کے بعد آپ کو شعروں میں وعظ سنانا چاہتا ہوں۔

درود شریف پڑھیئے۔ اور میری لکھی ہوئی نظم سنیئے! جو بجائے خود ایک منظوم وعظ ہے۔

marfat.com

منظوم وعظ

ابوالنور محمد بشیر

عید میلاد النبی پہ خوب خوشیاں کیجئے ‌ رحمت و بخشش کے دن بخشش کا ساماں کیجئے
چشمِ ما روشن دلِ ما شاد کا دیجئے ثبوت ‌ بام و در کیجے مزین اور چراغاں کیجئے
مالکِ باغِ جناں آئے ہوئے دل باغ باغ ‌ کوچہ و بازار صد رشکِ گلستاں کیجئے
محفلیں میلاد کی چاروں طرف ہوں منعقد ‌ اُن کے ذکرِ پاک سے شیطاں کو حیراں کیجئے
منکرِ علم نبی کا جہل کیجے آشکار ‌ سرورِ کونین کو ثابت ہمہ داں کیجئے
صاف ہے قرآن میں فرمانِ حق فَلْیَفْرَحُوا! ‌ کوئی کچھ کہتا رہے تعمیلِ فرماں کیجئے
عقل کہتی ہے کہ اتنا خرچ کیوں کرتے ہیں آپ ‌ عشق فرماتا ہے سب کچھ اُن پہ قرباں کیجئے
جن کے صدقے میں ہمیں اللہ نے سب کچھ دیا ‌ ان کے نامِ پاک پر صدقے دل و جاں کیجئے
ان کی آمد حق تعالےٰ کا بڑا احسان ہے! ‌ مانیئے احسان حق اور شکرِ احساں کیجئے
جانِ ایماں ہے ادب اللہ کے محبوب کا ‌ دیکھئے ضائع نہ گستاخی سے ایماں کیجئے
چھوڑیئے مشرک مسلماں کو بنانا چھوڑیئے ‌ کافر و مشرک جو ہیں ان کو مسلماں کیجئے
اے شریکانِ جلوسِ عید میلاد النبی ‌ متحد رہنے کا اس دن عہد و پیماں کیجئے
مشکلیں پیدا ہوئی ہیں مغربی تہذیب سے ‌ اتباعِ مصطفےٰ سے مشکل آساں کیجئے
دعوئ اسلام ہے گر تو پھر اپنے آپ کو ‌ اپنے قول و فعل سے ثابت مسلماں کیجئے

آپ کی ہر نظم حق کی ترجماں ہے اے بشیر
ایسی ہی لکھ لکھ کے نظمیں حق نمایاں کیجئے

حضرات! اب اس وقت اس محفل پاک کے متعلق کچھ بیان ہو گا۔ یہ محفل میلاد شریف جس میں ہم شریک ہیں۔ اور اپنے آقا و مولا صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ خیر سُن رہے ہیں۔ بعض نادان گمراہ اس محفل کو بھی بدعت اور ناجائز قرار دے دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ محفل نہ صرف جائز بلکہ مستحسن اور موجبِ سعادتِ دارین ہے۔ اور خود قرآنِ پاک

marfat.com

سے اس محفل کا ثبوت و جواز مستنبط ہے۔

اس وقت ہمارے اس اجتماع میں جناب مولانا محمد طیب داناپوری تشریف لاکر قرآن پاک سے اس محفل کا جواز و ثبوت پیش فرمائیں گے۔ مولانا کا بیان سنیے اور پھر انصاف کیجئے کہ اس محفل کو بدعت کہنے والے خود گمراہ اور بدعتی ہیں یا نہیں؟

درود شریف پڑھیئے۔ صلی اللہ علیک وسلم یا رسول اللہ۔ صلی اللہ علیک وسلم یا حبیب اللہ

محفلِ میلاد کا قرآن سے ثبوت

مولانا محمد طیب داناپوری

اَلْحَمْدُ لِاَهْلِهٖ وَالصَّلٰوۃُ لِاَهْلِهَا۔ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ۔

یعنی بیشک اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں احسان فرمایا۔ جبکہ ان میں ایک عظمت والا رسول انہیں میں سے مبعوث فرمایا"

حضرات! اس آیت کریمہ نے صاف فرمادیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ طیبہ ایک ایسی نعمتِ جلیلہ ہے جس کا اللہ تعالےٰ مسلمانوں پر احسان جتاتا ہے۔ اور کیوں نہ ہو۔ آدم و عالم، کرسی و عرشِ اعظم لوح محفوظ و قلم سب کچھ حضور پاک کی ولادت کا صدقہ اور طفیل ہے۔ حضور کی ولادتِ مبارکہ اگر اللہ تعالےٰ کو منظور نہ ہوتی۔ تو کچھ پیدا ہی نہ فرماتا۔ فرمادیا گیا:

لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ۔

یعنی اے محبوب اگر تم کو پیدا نہ کرتا تو جہان ہی کو نہ بناتا۔

ہاں تو حضور کی ولادتِ مبارکہ اللہ کی ایک نعمتِ جلیلہ ہے اور خدا کی نعمت کا ذکر اور چرچا کرنا اللہ تعالیٰ کو محبوب و مرغوب و مطلوب ہے۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے:

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۔

یعنی اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

marfat.com

اور فرماتا ہے:

فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ.

اللہ کی نعمتوں کا ذکر کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

تو بحمدہٖ قرآن عظیم ہی سے ثابت ہو گیا کہ حضور کی ولادت باسعادت کا ذکر اور چرچا کرنا عین مطلوبِ الٰہی ہے۔ وللّٰہ الحمد

اب اس کے ساتھ مسلمانوں کے عرف میں بعض امور زائد ہوتے ہیں۔ مثلاً چند آدمیوں کا آوازیں ملا کر نعت شریف پڑھنا۔ تو یہ بھی اُوپر کی آیاتِ شریفہ سے ثابت ہے جس قدر زیادہ آدمی مل کر نعت شریف پڑھیں گے۔ اسی قدر زیادہ دُور تک آواز پہنچے گی اور اسی قدر زائد قرب و جوار کے لوگ اللہ عزّ وجل کی نعمت یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا بیان اور ذکر سُنیں گے۔ اسی قدر زائد اللہ تعالےٰ کے اس حکم کی تعمیل ہو گی کہ اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

حدیث شریف سے بھی چند آدمیوں کا آوازیں ملا کر نعت شریف پڑھنا اور حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا خوش ہو کر ان کے لیے دعا فرمانا ثابت ہے۔ یا عمدہ فرش بچھانا۔ روشنی اور گلدستوں اور مختلف قسم کی جائز آرائشوں شامیانوں وغیرہ سے مجلس کریم کو سجانا و آراستہ کرنا تو یہ سب امور زینت ہیں۔ اور خدا فرماتا ہے:

"قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ"

یعنی اے محبوب! تم فرما دو اللہ کی زینت کو حرام کرنے والا کون ہے؟ جو اللہ نے اپنے بندوں کے لیے پیدا فرمائی"

نیز یہ امور فرحت و سرور میں داخل ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ.

"یعنی اے محبوب تم فرما دو۔ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت ہی پر مسلمانوں کو چاہیئے کہ خوشیاں منائیں۔ یہ ان کے دھن دولت سے بہتر ہے"

ابھی معلوم ہو چکا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت مقدسہ اللہ تعالےٰ کی بہت

marfat.com

بڑی نعمت ہے اور اس کی رحمت اور اس کا فضل ہے تو اس پر خوشیاں منانا حسبِ فرمانِ قرآن ایک جائز و مستحب امر ہے اور انہیں امور فرحت و سرور میں خوشبو لگانا گلاب پاشی کرنا، پھولوں کو نچھاور کرنا بھی داخل اور اسی آیت سے اس کا جواز و استحسان بھی حاصل یا شیرینی تقسیم کرنا۔ تو یہ مسلمانوں کے ساتھ احسان ہے۔ خدا تعالے فرماتا ہے:

تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۔

یعنی نیکی و پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔

اور فرماتا ہے:

اَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ۔

یعنی تم ایک دوسرے کے ساتھ آپس میں احسان کرو بیشک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔"

گذشتہ آیت زینت میں یہ بھی ہے:

وَالطَّیِّبٰتُ مِنَ الرِّزْقِ ۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے جو پاک چیزیں اپنے بندوں کے کھانے کے لیے پیدا فرمائیں ان کا حرام کرنے والا کون ہے؟

یا تداعی کرنا یعنی مسلمانوں کو خدا اور اس کے رسول کا ذکر سننے کے لیے بلانا تو یہ بھی مستحسن و مطلوب قرآن ہے۔ خدا فرماتا ہے:

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۔

یعنی اس سے بڑھ کر کس کی بات اچھی ہے۔ جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے بیشک میں مسلمان ہوں۔"

یا منبر بچھانا۔ قیام کرنا۔ نام پاک سن کر آنکھوں سے لگانا اور درود شریف پڑھنا، تو ظاہر ہے کہ یہ سب امور امورِ دین ہیں۔ منبر و قیام میں تو تعظیم ظاہر۔ اور انگوٹھے چومنا یہ بھی تعظیم ہی کے لیے ہے۔ جیسے حجرِ اسود کو چومنا اور اگر قریب نہ جا سکے تو

marfat.com

چھڑی سے حجرِ اسود کی طرف اشارہ کر کے اس چھڑی ہی کو چوم لینا یوں ہی مسلمان چاہتا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا نام پاک جو اس کے منہ سے نکلا ہے۔ اس کو چوم لے۔ آنکھوں سے لگا لے۔ مگر ایسا کرنا اس کے لیے ناممکن ہے تو انگوٹھوں ہی کو اپنے لبوں سے لگا کر آنکھوں سے لگا لیتا ہے تو یہ امور امورِ تعظیم و توقیر ہیں۔ اور خدا فرماتا ہے۔

"مَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّھَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ۔"

"یعنی جو شخص اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو بیشک یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے"

اور فرماتا ہے:

"وَمَنْ یُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰہِ فَھُوَ خَیْرٌ لَّہٗ عِنْدَ رَبِّہٖ۔"

"یعنی جو شخص اللہ کی حرمت والی چیزوں کی تعظیم کرے۔ تو یہ اس کے لیے اس کے رب کے یہاں بہتر ہے"

اور فرماتا ہے:

"وَتُعَزِّرُوْہُ وَتُوَقِّرُوْہُ۔"

یعنی ہمارے رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔

تعظیم نبوی کا حکم عام ہے۔ سوا ان باتوں کے جن کی ممانعت کی تصریح شریعت میں آ چکی ہے۔ جیسے سجدۂ تعظیمی۔ تعظیم کے باقی تمام کام اور طریقے اسی صیغہ عامہ تعزروہ وتوقروہ کے حکم میں داخل اور اسی سے ان کا جواز و استحباب حاصل۔ یادن مقرر کرنا۔ تو خدا فرماتا ہے:

وَذَکِّرْھُمْ بِاَیّٰمِ اللّٰہِ۔

یعنی اے موسیٰ تم اپنی امت کو اللہ کے دن یاد دلاؤ۔

دن تو سب اللہ ہی کے ہیں۔ مگر اس آیت میں ان دنوں کو بالخصوص اپنا دن فرمایا جن میں اللہ تعالیٰ کی کوئی خاص نشانی ظاہر ہوئی یا اس کی رحمت خاص طریقے پر نازل

marfat.com

ہوئی ہو۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم اپنے رب کے نشانِ اعظم ہیں، حضور کی ولادت شریفہ اللہ کی رحمتِ جلیلہ ہے۔ یا روزِ ولادت کو عید میلاد منانا، تو خدا فرماتا ہے:

"وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ اللّٰھُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ تَکُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا"

یعنی اے محبوب یاد کرو جب کہا عیسٰی ابن مریم نے کہ اے اللہ ہمارے رب! ہم پر آسمان سے خوان نازل فرما جو ہمارے اگلے پچھلوں کے لیے عید ہو"

جو آسمان سے خوان اترنے کا دن عیسٰی علیہ السلام کی امت کے اگلوں پچھلوں کے لیے عید ہو گیا، تو تمام اگلے پچھلے مسلمانوں کیلئے وہ مقدس دن کیوں کر عید نہ ہوا۔ جس میں خدائے قدوس کا خلیفۂ اعظم اور محبوبِ اکرم جلوہ فرما ہوا۔ جس کے دستِ رحمت میں اس کے ربِ کریم نے اپنی رحمت کے تمام خوان اور اپنے کرم کے سب خزانے سپرد فرما دیئے ہیں، فصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔ یا صلوٰۃ وسلام پڑھنا، تو ان کا چاہنے والا تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔

یعنی بے شک اللہ اور اس کے سارے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اے ایمان والو! تم بھی حضور پر صلوٰۃ وسلام عرض کرو"

دیکھ لیجئے۔ محفلِ میلاد شریف کی ہیئتِ کذائیہ کے تمام اجزاء کو بعونہٖ تعالےٰ ہم نے قرآنِ کریم کے نصوص کریمہ سے ثابت کر دکھایا۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ط

حضرات! آپ والدی المعظم حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا "البرہان" کے نام سے بیان سن چکے۔ میں بھی چونکہ حضرت والدی المعظم سے فیض یاب ہوں، اس لیے ان کے بیان سے ملتا جلتا میرا بھی ایک مختصر سا بیان سن لیجئے۔ میرے اس

marfat.com

بیان میں بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے خصائص کا ذکر ہوگا اور میں بتاؤں گا کہ ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک ایک عضو شریف بے مثل و بے نظیر ہے اور کوئی بھی ایسا ہوا، نہ ہے اور نہ ہوگا جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی مثل ہو سکے۔ درود شریف پڑھیئے۔ اور سُنیئے!

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ

تری مثل نہیں ہے خدا کی قسم

ابوالنور محمد بشیر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَ اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ

آنکھ مبارک

"اَخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرٰى فِي الظُّلْمَاءِ كَمَا يَرٰى فِي الضَّوْءِ"۔

(خصائص کبریٰ لامام سیوطی جلد ا ص ۶۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اندھیرے میں ویسے ہی دیکھتے تھے جیسے کہ روشنی میں دیکھتے تھے"۔

میرے مسلمان بھائیو! یہ ہے شان ہمارے آقا کی آنکھ مبارک کی کہ اندھیرے اُجالے میں یکساں دیکھتی ہے۔ ایک وہ بھی ہیں جنہیں دن میں بھی نظر نہیں آتا۔ پھر ایسے لوگ حضور کی مثل بننے للّٰہ، تو کتنا اندھیر ہے۔ اور سنیئے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک روز حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھائی، تو آخری صف کے ایک نمازی سے نماز میں کوئی ایسی بات صادر ہوگئی جس سے نماز باطل

ہو جاتی ہے۔ حضور نے سلام پھیر کر اس نمازی کو بلایا اور فرمایا خدا سے نہیں ڈرتے یہ تم نے نماز کیسے پڑھی۔

اِنَّکُمْ تُرَوْنَ اَنَّہٗ یَخْفٰی عَلَیَّ شَیْءٌ مِّمَّا تَصْنَعُوْنَ وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَرٰی مِنْ خَلْفِیْ کَمَا اَرٰی مِنْ بَیْنِ یَدَیَّ۔

تم تو یہ سمجھتے ہو کہ تم جو کچھ کرتے ہو وہ مجھ سے مخفی رہتا ہے۔ اللہ کی قسم! میں جیسے سامنے دیکھتا ہوں ویسے ہی پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔"

(مشکوٰۃ شریف ص ۶۹)

سبحان اللہ! کیا شان ہے حضور کی بصارت شریفہ کی کہ آگے پیچھے بھی یکساں دیکھتے ہیں۔ مسلمانو! ذرا اس حدیث کو پھر پڑھو اور سنو! کہ جو حضور صحابہ کرام کو ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے اور ایک نمازی جو سب سے پچھلی صف میں کھڑا ہے اس سے نماز میں کوئی ایسی بات واقع ہو جاتی ہے جو نماز کی مفسد ہے۔ حضور سب سے آگے اور قبلہ رُخ کھڑے ہیں مگر اس نمازی کو بھی دیکھ لیا اور اس کی اس بات کو بھی جو اس سے واقع ہو گئی جو مفسد نماز تھی۔ چنانچہ بعد از نماز اسی نمازی کو بلایا اور فرمایا کہ تم نے یہ نماز کیسے پڑھی۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہارے کام مجھ سے پوشیدہ رہتے ہیں؟ بخدا میں آگے پیچھے یکساں دیکھتا ہوں۔

لطیفہ ایک دفعہ میں نے یہ حدیث ایک تقریر میں سُنائی تو بعد از تقریر ایک منکر نے مجھ سے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ انسان آگے بھی دیکھے اور پیچھے بھی؟ میں نے اس سے کہا کہ ہمارا تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ہر ارشاد پر ایمان ہے اور حضور ہی کے ارشاد سے ہمارا یقین ہے کہ واقعی حضور آگے بھی دیکھتے ہیں اور پیچھے بھی دیکھتے تھے۔ مگر تمہیں سمجھانے کے لیے میں کہتا ہوں کہ ایسا ہو سکتا ہے کہ انسان آگے بھی دیکھے اور پیچھے بھی۔ دیکھ لو! بس کا ڈرائیور جس کے سامنے آئینہ لگا ہوتا ہے۔ وہ آگے بھی دیکھتا ہے اور پیچھے بھی۔ کہنے لگا۔ اس کے سامنے تو آئینہ ہوتا ہے۔ میں نے کہا۔ تو جس ذاتِ بابرکات

marfat.com

کے سامنے نبوت کا آئینہ لگا ہو۔ وہ آگے بھی اور پیچھے بھی کیوں نہ دیکھ سکے گا؟ اس پر وہ ہنسنے لگا۔ مگر مانا پھر نہیں۔ میرے بھائیو! ہمارا ایمان ہے۔ کہ ہمارے آقا و مولیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی آنکھ مبارک یہ شان رکھتی ہے۔ کہ آگے پیچھے اور نزدیک و دُور کی ہر چیز کو دیکھ لیتی تھی۔ چنانچہ ایک اور حدیث سنیئے۔ حضور فرماتے ہیں:

اِنَّ مَوْعِدَ کُمُ الْحَوْضُ وَاِنِّیْ لَاَنْظُرُ اِلَیْہِ وَاَنَا فِیْ مَقَامِیْ ھٰذَا

(مشکوٰۃ شریف ص۵۳۹)

تمہارے وعدے کی جگہ حوض (کوثر) ہے۔ اور میں اپنی اس جگہ سے جہاں کھڑا ہوں حوض کوثر کو دیکھ رہا ہوں۔"

دیکھا آپ نے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر کھڑے کھڑے حوض کوثر دیکھ رہے ہیں۔ اور حوض کوثر جنت میں ہے۔

جنت کتنی دور ہے؟

جنت زمین سے کتنی دور ہے؟ یہ بھی سن لیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

"زمین سے پہلا آسمان پانچ سو سال کی مسافت تک ہے۔ یعنی زمین سے چل کر پانچ سو سال تک چلتے رہیئے تو پہلے آسمان تک پہنچ سکیں گے۔ اسی طرح ساتویں آسمان تک ہر دو آسمانوں کے درمیان پانچ پانچ سو سال کی مسافت کا فاصلہ ہے۔"

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۰۲)

اور پھر ساتویں آسمان سے بھی بلند سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ اور قرآن پاک میں ہے:

عِنْدَھَا جَنَّۃُ الْمَاْوٰی (پ۲۷ ع۶)

اس کے پاس جنت ہے۔

اب آپ قلم دوات اور کاغذ لے کر بیٹھ جایئے اور زمین سے جنت تک کی مسافت کا حساب لگایئے۔ مشکل ہے کہ آپ اندازہ کر سکیں۔ اربوں بلکہ کھربوں

marfat.com

میل سے بھی دور جنت کے حوض کو ہمارے حضور زمین پر سے دیکھ رہے ہیں پھر جو آنکھ مبارک کروڑوں نہیں اربوں بھی نہیں کھربوں میل سے بھی دور کی چیز کو مدینہ منوّرہ کی زمین پر کھڑے ہو کر دیکھ لیتی ہے۔ وہ آنکھ مبارک مدینہ منوّرہ سے چودہ پندرہ سو میل دور پاکستان اور پاکستان والوں کو کیوں نہیں دیکھ سکتی؟ سچ فرمایا اعلیحضرت نے ؎

سرِ عرش پر ہے تری گزر دلِ فرش پر ہے تری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تم پہ عیاں نہیں

یا رسول اللہ! ہم گنہ گاروں پر بھی اپنی نگاہِ کرم فرمایئے۔ مسلمانو! میرے ہمنوا ہو کر سب پڑھو ؎

جس طرف اُٹھ گئی دم میں دم آ گیا
اُس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

کان مبارک

أَخْرَجَ التِّرْمِذِي عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ وَأَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُوْنَ۔

(خصائص کبریٰ جلد ۱ ص ۶۷)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو چیز تم نہیں دیکھ سکتے میں دیکھ لیتا ہوں اور جو آواز تم نہیں سن سکتے میں سنتا ہوں۔"

میرے بزرگو دوستو اور عزیزو! یہ ہے ہمارے آقا و مولیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی شانِ سماعت، کہ جو آوازیں ہم نہیں سن سکتے۔ حضور کے کان مبارک وہ آوازیں سن لیتے ہیں۔ ایک وہ بھی ہیں کہ جب تک امریکن آلہ اپنے کان میں نہ لگالیں۔ قریب گدھا بھی ہنہنانے لگے تو اتنی بلند آواز بھی سن سکیں۔ ایسے لوگ اگر حضور کی مثل بننے لگیں،

تو ایسے گدھوں کی کون سنتا ہے؟

حضرت بلال کے جوتوں کی آواز

اور سنیئے! حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال سے فرمایا:

اِنِّیْ سَمِعْتُ دَقَّ نَعْلَیْکَ بَیْنَ یَدَیَّ فِی الْجَنَّۃِ۔

میں نے جنت میں تمہارے جوتوں کی آواز سنی۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۱۰۸)

چلتے ہوئے جوتوں سے جو چرچراہٹ کی آواز پیدا ہوتی ہے۔ حضور فرماتے ہیں کہ (شب معراج) میں نے بلال کے جوتوں کی یہ آواز جنت میں سن لی۔ مسلمانو! ابھی آپ معلوم کر چکے کہ جنت زمین سے کتنی دور ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم جنت میں ہیں اور بلال زمین پر چل رہے ہیں۔ باوجود اس کے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے کان مبارک اتنی دور سے بلال کے جوتوں کی آواز سن رہے ہیں۔ تو میرے بھائیو! جو کان مبارک کھربوں میل سے بھی دور کی آواز سن لیتے ہیں۔ وہ چند سو میل دور کے درود شریف پڑھنے والے کی آواز کیوں نہیں سن سکتے؟ سنتے ہیں اور ضرور سنتے ہیں۔ میں نے اپنی ایک نعت میں لکھا ہے۔

ہے یہ عطا حضور پہ ربِّ مجید کی
فریاد سنتے ہیں وہ قریب و بعید کی

سب میرے ساتھ ہمنوا ہو کر پڑھیئے:

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

چہرۂ مبارک

اَخْرَجَ ابْنُ عَسَاکِرٍ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ کُنْتُ اَخِیْطُ فَسَقَطَتْ مِنِّی الْاِبْرَۃُ فَطَلَبْتُھَا فَلَمْ اَقْدِرْ عَلَیْھَا فَدَخَلَ رَسُوْلُ

marfat.com

اللہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَتَبَیَّنَتِ الْاِبْرَۃُ بِشُعَاعِ نُوْرِ وَجْھِہٖ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ (رات کے وقت) میں کپڑا سی رہی تھی کہ میرے ہاتھ سے سوئی گر گئی۔ میں نے اسے تلاش کیا مگر نہ پا سکی۔ اتنے میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ تو آپ کے چہرہ مبارک کے نور کی روشنی سے میری سوئی مجھے مل گئی"

حضور کے غلامو! یہ ہے ہمارے آقا کے چہرۂ مبارک کی نورانیت، کہ اس کی روشنی سے گمشدہ سوئی مل گئی۔ ایک وہ بھی ہیں۔ جن کے چہروں کی نحوست سے اگر وہ نظر آ جائیں تو دن بھر روٹی نہ ملے۔ ایسے لوگ اگر حضور کی مثل بننے لگیں تو کیوں نہ ان منحوس چہروں سے دور رہا جائے؟

حضور کا سایہ یہاں ایک اور ایمان افروز بات سنیئے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ اس حقیقت کا اظہار بڑے بڑے محدثین نے کیا ہے۔ دور نہ جایئے۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ ہی کے مکتوبات شریف پڑھ لیجئے۔ آپ نے صاف لفظوں میں لکھا ہے:

"او را سایہ نبود" (مکتوبات شریف جلد ۳ ص ۱۸۷)

"حضور کا سایہ نہ تھا"

مگر منکرین ہیں کہ کسی کی مانتے ہی نہیں۔ مسلمانو! آج حضور کا سایہ نہ ہونا میں ایک نئے انداز میں بیان کرتا ہوں۔ اور کہتا ہوں کہ حضور کا سایہ تھا۔ دیکھئے حیران نہ ہوں۔ بلکہ میری پوری بات سنیں۔ دیکھیئے ہر چیز کا سایہ ویسا ہوتا ہے۔ جیسے وہ چیز ہوتی ہے کثیف کا سایہ کثیف اور لطیف، کا سایہ لطیف۔ ہم سراپا کثیف ہیں۔ ہمارا سایہ بھی کثیف ہے۔ اور حضور سراپا لطیف ہیں۔ آپ کا سایہ بھی لطیف ہے۔ روشنی کے مقام میں ہم چلے جائیں تو ہمارا سایہ روشن جگہ کو تاریک کر دیتا ہے۔ جتنی جگہ تاریک ہو جاتی ہے اتنی جگہ پر ہمارا سایہ پڑا ہوتا ہے۔ روشن جگہ میں وہ تاریکی ہی ہمارا سایہ

marfat.com

ہوتی ہے۔ یہ تو ہے ہماری بات - اور چونکہ حضور سراپا نور و لطیف ہیں۔ اس لیے آپ کا سایہ بھی ویسا ہی نور و لطیف ہے۔ آپ اندھیرے مقام میں تشریف لے جائیں تو آپ کا سایہ اندھیری جگہ کو روشن کر دیتا ہے۔ گویا ہم وہ ہیں کہ ہمارا سایہ روشنی میں اندھیرا کر دے۔ اور حضور وہ ہیں کہ آپ کا سایہ اندھیرے میں بھی روشنی پیدا فرما دے۔ ہم کثیف ہمارا سایہ بھی کثیف۔ حضور نور و لطیف آپ کا سایہ بھی نور و لطیف۔ یہ ہے اس بے مثل ذاتِ نور کا بے مثل سایہ۔ باوجود اس کے پھر بھی اگر کوئی شخص حضور کے سایہ کو اپنے سایہ کی مثل بنائے۔ تو یقیناً اس کے سر پر کسی "دیو" کا سایہ ہے۔ اور ہماری دعا ہے۔ کہ خدا ایسے شخص کے سایہ سے بھی بچائے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ

حضرات! حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ یہودیوں کے بہت بڑے عالم تھے۔ آپ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک ہی دیکھ کر مسلمان ہو گئے تھے۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ جب حضور ہجرت فرما کر مکّہ مکرّمہ سے مدینہ منوّرہ تشریف لائے۔ تو میں بھی آپ کو دیکھنے گیا۔ تو جب حضور کا میں نے غور سے چہرۂ مبارک دیکھا تو:

عَرَفْتُ اَنَّ وَجْهَهٗ لَيْسَ بِوَجْهِ الْكَذَّابِ۔

میں نے یقین کر لیا کہ یہ چہرہ مبارک جھوٹے کا چہرہ نہیں۔

(ترمذی جلد ۲ ص ۱۷)

سبحان اللہ! کیا شان ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کی کہ زیارت کرتے ہی ایمان کی راہ کھل گئی۔ حضور کا چہرہ مبارک چہرۂ خدا ہرگز نہیں مگر چہرۂ خدانما ضرور ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ حضور کا چہرہ مبارک دیکھ کر ہی مسلمان ہو گئے۔

بھائیو! یہ وہ چہرہ مبارک ہے۔ کہ جس جیسا مبارک چہرہ نہ پہلے پیدا ہوا نہ آئندہ ہوگا۔ اور نہ ہی پیدا ہو سکتا ہے۔

marfat.com

یہ انتخاب ہمارا ہی انتخاب نہیں!
خدا کے گھر بھی محمد کا اب جواب نہیں

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

حضرات! صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، کی جو شان ہے۔ وہ مسلمان پر مخفی نہیں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی یہ شان ہے کہ اللہ کے نبیوں کے بعد سب سے بڑا مرتبہ آپ کا ہے۔ اور پھر دیگر صحابہ کرام کو جو اتنا بلند مرتبہ عطا ہوا۔ اتنا بلند کہ امت کے سارے غوث، سارے ابدال اور سارے ولی ایک پلہ میں ہوں۔ اور دوسرے پلہ میں حضور کا دیکھنے والا ایک صحابی ہو۔ تو عقیدہ کا مسئلہ یہ ہے۔ کہ صحابی والا پلہ بھاری ہوگا اور سارے غوثوں، ابدالوں اور ولیوں سے مرتبہ اسی کا بلند ہوگا۔ ذرا سوچئے کہ یہ اتنا بڑا بلند مرتبہ اس صحابی کو کیسے حاصل ہوا؟ اور اس کی وجہ کیا ہے؟ کیا اس لیے کہ صحابی نمازیں پڑھنے میں غوثوں، ابدالوں اور ولیوں سے آگے ہے؟ نہیں یہ وجہ نہیں۔ کیونکہ اللہ کے مقبولوں، غوثوں اور ولیوں نے بھی نمازیں پڑھیں۔ نوافل ادا کئے۔ بلکہ ولی بنتا ہی کثرت نوافل کے ساتھ ہے۔ پھر کیا صحابی روزے رکھنے میں ان سے آگے ہے؟ اس کیلئے وہ سب سے بڑھ گیا؟ نہیں یہ وجہ بھی نہیں۔ کیونکہ ولیوں میں یہ وصف بھی بدرجہ اتم پایا جاتا ہے۔ پھر کیا دوسری کوئی ایسی عبادت ہے جس میں صحابی ان سب سے آگے ہے اس لیے وہ ان سے بلند مرتبہ رکھتا ہے! یہ وجہ بھی نہیں۔ کیونکہ اللہ کے مقبولوں نے بھی اپنے خدا کی بڑی عبادت کی ہے۔ پھر وہ کون سی ایسی بات ہے۔ جس نے صحابی کو سارے غوثوں، ابدالوں اور ولیوں سے اونچا کر دیا۔ میرے بھائیو وہ یہی بات ہے کہ صحابی نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک دیکھا ہے۔ ان کے حصہ میں یہ جو دولت اور نعمت آئی ہے۔ اس دیدار چہرہ مبارک نے اس صحابی کا درجہ ساری امت سے بڑھا دیا۔ اور حضور نے فرما دیا:

لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَآنِیْ ۔ مشکوٰۃ شریف ص ۵۴۴

جس مسلمان نے مجھے دیکھ لیا اسے آگ چھوئے گی بھی نہیں

marfat.com

مسلمانو! یہ ہے شان صحابہ کرام کی جو انہیں چہرہ مبارک دیکھ لینے کی بدولت حاصل ہوئی۔ پھر غور کیجئے۔ کہ جس ذاتِ بابرکات کا چہرہ دیکھ لینے والا ساری اُمت سے اُونچا ہو جاتا ہے۔ وہ ذاتِ بابرکات خود کتنی بڑی بلندی کی مالک ہوگی۔ اور وہ کیوں نہ بعد از خدا سب اُونچوں سے اُونچی ہو گی۔ اعلیحضرت کیا خوب فرمایا۔ ہے ؎

سارے اونچوں سے اونچا جسے کہیئے
ہے اس اُونچے سے اونچا ہمارا نبی

اور یہ بھی جان لیجئے۔ کہ حضور اپنے دیکھنے والے کو آگ سے محفوظ و مامون فرما رہے ہیں۔ مگر جو لوگ صحابہ کرام پر معاذ اللہ لعن طعن کرتے اور ان کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں۔ ایسے بدنصیب کیوں نہ آگ کے لائق ہوں گے؟

ہاں تو حضور کا چہرۂ مبارک بھی بڑی شان رکھتا ہے۔ سارے حضرات ذوق و شوق کے ساتھ میرے ہمنوا ہو کر پڑھیئے ؎

چاند سے منہ پہ تاباں درخشاں درود
نمک آگیں صباحت پہ لاکھوں سلام
جس کے آگے چراغ قمر جھلملائے
اُن عذاروں کی طلعت پہ لاکھوں سلام

ہاتھ مبارک

اَخْرَجَ ابْنُ عَسَاکِرِ عَنْ اُسَیْدِ بْنِ اَبِیْ اَیَاسٍ مَسَحَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَجْھَہٗ وَاَلْقٰی یَدَہٗ اِلٰی صَدْرِہٖ فَکَانَ اُسَیْدُ یَدْخُلُ الْبَیْتَ الْمُظْلِمَ فَیُضِیْءُ۔

(کنز العمال جلد ۷، ص ۹)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک حضرت اسید ابن ابی ایاس کے چہرے اور سینے پر پھیرا تو ان کا چہرہ اس قدر روشن ہو گیا کہ کسی

marfat.com

اندھیری کوٹھڑی میں داخل ہوتے تو وہ روشن ہو جاتی تھی۔
مسلمانو! یہ ہمارے حضور کا ہاتھ مبارک ہے۔ کہ جس کے منہ پر پھر گیا۔ وہ روشن ہو گیا۔ اور ایسا روشن کہ اندھیری جگہ کو روشن کر دینے والا۔ ہزاروں سلام اور کروڑوں درود اس وجودِ نور اور منبع نور پر جس کے دستِ نور کی یہ شان ہے کہ جس کے چہرے پر پھر جائے۔ وہ چہرہ نور سے بھر جائے۔ بھائیو ہمارے حضور نہ صرف یہ کہ نور ہیں بلکہ نور بخش بھی ہیں۔ اے مرے آقا! اے میرے مخزنِ نور سراپا نور اور نور علی نور آقا! ہم گنہ گاروں کی طرف بھی نگاہِ نور ہو ؎

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
مرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

لاٹھی چمک اٹھی میرے مسلمان بھائیو! اپنے حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم کی شانِ نور بخش کی اور حدیث سنو۔

"دو صحابی رات کے وقت حضور کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور اپنی کسی حاجت کے لیے عرض کی۔ اور باتیں ہونے لگیں۔ اس کام میں وقت زیادہ گذر گیا۔ رات بے حد تاریک تھی۔ اور دونوں صحابیوں نے اپنے اپنے گھر جانا تھا۔ اندھیری رات تھی اور روشنی کا کوئی ذریعہ ساتھ نہ تھا۔ مگر جب وہ بارگاہِ نور سے گھر جانے کو اُٹھے۔ تو دونوں میں سے ایک صحابی کی لاٹھی چمکنے لگی۔ اور راستہ دکھائی دینے لگا۔ دونوں صحابی اس ایک لاٹھی کی روشنی میں چلنے لگے۔ اور جب ایک صحابی کا رستہ بدلا۔ یعنی ایک نے دوسری جانب جانا تھا۔ تو دوسرے کی لاٹھی بھی چمکنے لگی اور دونوں اپنی اپنی لاٹھیوں کی روشنی میں گھر پہنچ گئے"

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۴۶)

دیکھا آپ نے بارگاہِ نور کا فیضِ نور کہ غلاموں کی لاٹھیوں کو بھی چمکا دیا۔ پھر جو لوگ ہمارے حضور کے نور ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ وہ اپنی بدبختی کا ماتم

marfat.com

کریں۔ کہ اس سیلابِ نور سے لاٹھیاں تک فیض یاب ہوگئیں۔ مگر ان کے دل سیاہ کے سیاہ ہی رہے۔ راستہ ملتا ہے تو حضور کے عطا کردہ نور اور آپ کی دی ہوئی روشنی سے تو پھر جس کو انکارِ نور ہے۔ وہ یقیناً صراطِ مستقیم سے دُور ہے۔ اور ناممکن ہے کہ وہ بغیر اس روشنی کے اپنی منزل پر پہنچ سکے۔ گویا انکارِ نور باعثِ گمراہی ہے۔ اور خدا ایسے گمراہوں اور گمراہی سے بچائے۔

ہاں تو ہمارے حضور کا ہاتھ مبارک نور بلکہ نور بخش ہے۔ جس چہرے سے لگ جائے۔ اُسے روشن کر دے۔ اور ایک وہ بھی ہیں جن کا ہاتھ کسی جیب کو لگ جائے تو جیب ہی خالی ہو جائے۔ پھر اگر کوئی جیب کترا حضور کی مثل بننے لگے۔ تو اس کا ہاتھ کاٹنے کے لائق ہے یا نہیں۔ مسلمانو! اپنے حضور کے ہاتھ مبارک کا یہ اعجاز سُنا ہے تو ذوق و شوق سے پڑھیئے:

ہاتھ جس سمت اُٹھا غنی کر دیا
موجِ بحرِ سماحت پہ لاکھوں سلام
جس کو بارِ دو عالم کی پروا نہیں!
ایسے بازو کی قوّت پہ لاکھوں سلام

ہم نوری ہیں

حضرات! اللہ کے فضل سے ہم مسلمان ہیں۔ اور ہم فخر سے کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں نور ہی نور عطا فرمایا ہے۔

ہمارا خدا نور ہمارا خدا نور ہے:

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (پ ۱۸ ع ۱۰)

اللہ تعالےٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔

marfat.com

ہمارا قرآن نور ہے

ہمارا قرآن نور ہے:

وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا ۔ (پ ۶ ع ۱۹)

ہم نے تمہاری طرف روشن نور نازل کیا۔

ہمارا اسلام نور ہے

ہمارا اسلام نور ہے:

یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ ۔ (پ ۲۸ ع ۱۶)

کافر چاہتے ہیں کہ وہ اپنی پھونکوں سے اللہ کے نور (دین اسلام) کو بجھادیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کرے گا۔

ہمارا رسول بھی نور ہے

ہمارے رسول صلے اللہ علیہ وسلم بھی نور ہیں:

قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتَابٌ مُّبِیْنٌ ۔ (پ ۶ ع ۷)

بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔

حدیث نور

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اے جابر! سب سے پہلے اللہ تعالےٰ نے تمہارے نبی کے نور کو پیدا کیا۔"

(مواہب لدنیہ جلد ا ص ۹ زرقانی جلد ا ص ۴۶)

معلوم ہوا کہ ہم مسلمانوں نے اپنے اللہ سے نور ہی نور پایا ہے۔ اور ہم اپنے اللہ کو بھی نور مانتے ہیں۔ اپنے قرآن کو بھی نور مانتے ہیں۔ اپنے اسلام کو بھی نور مانتے ہیں اور اپنے آقا و مولیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی نور مانتے ہیں۔ اور دیکھ لو جو لاہور میں رہتا ہو اسے کہتے ہیں لاہوری۔ جو پشاور کا رہنے والا ہو۔ وہ کہلاتا ہے پشاوری۔ جو دہلی کا رہنے والا ہے۔ دہلوی۔ اور سیالکوٹ کا رہنے والا سیالکوٹی۔ اسی طرح ہم مسلمان

marfat.com

اپنے خدا کو ۔قرآن کو ۔اسلام کو اور اپنے آقا کو نور مانتے ہیں ۔اس لیے ہم ہیں نوری ۔ مسلمانو! اللہ کا شکر ادا کرو ۔کہ ہم نوری ہیں ۔ناری نہیں ۔ناری وہ ہے ۔جو خدا و قرآن اور اسلام و حضور کو نور نہ مانے ۔ اور مبارک ہو مسلمانو! ۔تمہارے نبیؐ نور کی بدولت تمہارے دل نورِ ایمان سے منوّر ہیں ۔تم نور کو نور مان کر نوری بن گئے ۔نور والے بن گئے ۔اور نار تم سے ڈرنے لگی ۔چنانچہ اپنے آقا کا ارشاد سنو اور سر دھنو ۔حضور فرماتے ہیں ۔پلصراط سے میرے غلام گذریں گے ۔تو نیچے سے جہنّم کی نار پکار اُٹھے گی :

جُزْ یَا مُؤْمِنُ فَقَدْ اَطْفَأَ نُوْرُكَ لَهَبِیْ ۔ میزان الاعتدال ص۵۰ ج ۲

اے مومن جلدی گذر جا کہ تیرے نور نے میرا شعلہ بجھا دیا ہے ۔

دیکھا آپ نے ہمارے آقا کے نور کی بدولت مومن کا نور جہنّم کے شعلے بجھا دے گا ۔لہذا اے مسلمانو! اپنے نبی کو نور مان کر نوری بنو ۔نوری بن گئے تو جہنّم کی آگ تم سے ڈرے گی ۔اور اگر نوری نہ بنے اور ناری بن گئے تو جہنّم کی آگ تمہیں لے اڑے گی ۔

اب میری دعا ہے کہ خدا ہمیں اپنے نور ہیں رکھے ۔ اور ناریوں سے محفوظ رکھے ۔آمین

حضرات! آپ نے دیکھا کہ ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک ایک عضو شریف بے مثل اور نورٌ علےٰ نور ہے ۔اب آیئے اپنے آقا و مولیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے اعضائے مبارکہ کی شان شعروں میں سنیئے ۔

یہ شعر عزیزم مولوی محمد سلمان سلمہ ربہ جو میرا پوتا ہے پڑھ کر سنائے گا ۔آؤ بیٹے اُٹھو اور اپنے آقا کی ہمیں نعت سناؤ ۔

مولوی محمد سلمان ! زندہ باد

marfat.com

سراپائے نور

مولوی محمد سلمان سلمہ ربہ

ذکرِ محبوب

نہ ہوں شاد کیوں اہلِ دیں چار سُو
بفضلٍ مِّنَ اللّٰہِ فَلْیَفْرَحُوا
یہ اہلِ سخن کی مثل خوب ہے
کہ محبوب کا ذکر محبوب ہے

ظہورِ قدسی

ولادت کی تشبیہ دوں فی المثل
اندھیرے میں چاند آیا گویا نکل
ہوا روشن ایسا چراغِ منیر
ہے نورِ چراغ اُس کے آگے حقیر
کھِلا ہے وہ پھُول آج زیرِ فلک
ہے جنّت کے پھُولوں میں اسکی مہک

عہدِ مہد

تھا جب شیر خواری کا عہد آپ کا
فرشتے ہلاتے تھے مہد آپ کا
جدھر آپ اٹھاتے تھے اس وقت ہاتھ
اُدھر چاند جھکتا اشارے کے ساتھ
جھلکتا تھا روئے مصفّا میں نور
لڑکپن سے تھا معجزوں کا ظہور

بدنِ مبارک

بدن کیا تھا اک نور کا تھا ظہور
ہے نام آپ کا آیا قرآں میں نور
بدن ٹھہرا جب نور بے اشتباہ
پڑے نور کا عکس کیونکر سیاہ
نہ ہونے سے سایہ کے ثابت ہوا
نہیں نام کو بھی نظیر آپ کا

marfat.com

جبینِ مبارک

چمکتا جبینِ مبارک میں نور
بلند اختری کا تھا روشن ظہور
ہے کون ایسا عالم میں روشن جبیں
نہ خورشیدِ تاباں نہ ماہِ مبیں
شکن پڑتی یوں رخ پہ وقتِ ظہور
لگا گویا لہراتے دریائے نور

ابروئے مبارک

تھے ابرو خمیدہ جو مثلِ کماں!
کششِ شینِ معکوس کی تھی عیاں
الف کی طرح بینیٔ پاک تھی
کششِ شین کی اُس الف سے ملی
تھی بینی کے آگے جو چشمِ شریف
بنا ہائے ہوز کا چشمہ لطیف
یہ الفاظ جب مل گئے بے خلاف
پڑھا شاہ کا لفظ جاتا تھا صاف
جدھر راست اور چپ سے پڑتی نگاہ
عیاں دونوں جانب سے تھا لفظِ شاہ
مکرّر یہ لفظ اس لیے تھا لکھا
کہ ہیں دونوں عالم کے وہ بادشاہ

بینی مبارک

صفت کیا لکھوں بینیِ پاک کی!
وہ بینی کہ خود بینی اُس میں نہ تھی!
وہ بینی میانِ دو رخ جلوہ گر
دکھاتی تھی اعجازِ شقّ القمر
یہ حیرت ہے اور اس تفکّر میں ہوں
کہ کس چیز سے اس کو تشبیہ دوں
لکھوں اس کو لَو مشعلِ طور کی
کہوں یا لپٹ شعلۂ نور کی
گیا سوئے بستان جو اپنا خیال
لگا دینے وہ شاخِ گل سے مثال
کہ بینی کو تو شاخِ گل کر قبول
کھلے دو طرف اُس پہ نرگس کے پھول
کھلا پھر یہ باریک بینی کا راز
الف ہے یہ قدرت کا لکھا دراز
الف میں یہ تھی رمز اسے نیک پے
کہ دونوں جہاں میں یہ تن ایک ہے

marfat.com

دندانِ مبارک

وہ موتی سے دانت ایسے برّاق تھے ۔۔۔ کہ جوہر شناس اس کے مشتاق تھے
صفائی نہ یہ عاج و کافور میں ۔۔۔ نہ خوبی یہ الماس و بلّور میں
لبوں پر وہ دندانِ صافی کا نور ۔۔۔ تھا پروین کا گویا شفق میں ظہور
اگر دُرّ دنداں کی دیکھیں چمک ۔۔۔ ستاروں کی بھی جائیں آنکھیں جھپک
کِھلا سرخیٔ لب سے گر لالہ زار ۔۔۔ تو دانتوں میں تھی موتیا کی بہار

مبارک ہاتھوں کے مبارک پہونچے

بیاں کس سے ہو اُنکے پہونچے کا حال ۔۔۔ نہ پہنچے جہاں فکر و وہم و خیال
میسّر جسے دید ساعد ہوئی ۔۔۔ یہ جانو کہ قسمت مساعد ہوئی
تھی خوبی جو اس دستِ پُر نور میں ۔۔۔ کہاں یہ صفا عاج و کافور میں
تھا پہونچوں کا یوں آستیں میں ظہور ۔۔۔ ہو فانوس میں شمع کا جیسے نور

انگلیاں مبارک

جو پانچ انگلیاں تھیں کفِ پاک میں ۔۔۔ یہ آتے ہیں رمز اُس کے ادراک میں
یہ پانچ انگلیوں میں تھا پوشیدہ راز ۔۔۔ کہ قائم کرو پنجگانہ نماز
اشارہ تھا اک اور بھی با ادب ۔۔۔ کہ اسلام کے پانچ ہیں رکن سب
ہوئی پانچ کلموں کی ان پر اساس ۔۔۔ انہی سے ہیں انساں کے پانچوں حواس

حضرات! ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سارے جہانوں کے لیے رحمتِ مجسّم بن کر تشریف لائے ہیں۔ آپ کے امتیازی اوصاف میں سے ایک وصف آپ کا رحمۃ للعالمین ہونا بھی ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث علیہ الرحمۃ نے مدارج شریف میں لکھا ہے۔ کہ؛

marfat.com

"رحمت را خاص نسبت است بآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم"۔
یعنی رحمۃ اللعالمین ہونا صرف حضور ہی کے لیے ہے۔
آپ کے سوا اور کوئی اس وصف سے موصوف نہیں۔ آج اس محفل میں میں اب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی رحمتِ عامہ کا کچھ ذکر کروں گا۔ درود شریف پڑھیے اور سُنیئے۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ   الصلوٰۃ والسلام علیک یاحبیب اللہ

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم

ابوالنور محمد بشیر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔ اَمَّا بَعْد :-
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔
وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ (پ ۱۷)
اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے

حضرات! اس آیت شریفہ میں خدا نے حضور کو سارے عالم اور ہر جہان کے لیے رحمت فرمایا ہے۔ حضور انسانوں، جنوں، فرشتوں اور پھر مسلمانوں، کافروں اور اپنوں بیگانوں سب کے لیے رحمت ہیں۔ خدا تعالیٰ رب العالمین ہے۔ اور حضور رحمۃ للعالمین ہیں۔ جو صیغہ خدا تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کے لیے منسوب الیہ فرمایا ہے۔ اسی صیغہ کی طرف حضور کی رحمت کو بھی منسوب فرمایا ہے۔ گویا جس ذرّے جس پتّے اور جس قطرے کا خدا رب ہے۔ ہر اُس ذرّے، پتّے اور قطرے کے لیے حضور رحمت ہیں۔ گویا جہاں خدا کی ربوبیت ہے۔ وہیں حضور کی رحمت ہے۔
مسلمانو! ہمارے حضور نہ صرف یہ کہ اپنے غلاموں کے لیے ہی رحمت ہیں۔

marfat.com

سرکار اپنے دشمنوں کے لیے بھی رحمت ہیں۔ کافروں نے آپ کو بے حد ایذائیں دیں۔ مگر حضور رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی ان کے لیے بددعا نہ فرمائی۔ بلکہ ان کی ہدایت کے لیے دعا فرماتے رہے۔ مجھے اس وقت یہ بتانا ہے۔ کہ حضور جب اپنے دشمنوں پر بھی رحمت فرماتے رہے۔ تو اپنے غلاموں کے لیے وہ کس قدر رحمت فرماتے ہوں گے ؎

دوستاں را کجا کنی محروم
توکہ با دشمناں نظر داری

میرے بھائیو! آؤ آپ کو ایک حدیث سناؤں۔ سنیئے اور اپنے آقا کی بے پایاں رحمت کا اندازہ لگایئے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ فَتَعَجَّلَ كُلُّ نَبِيٍّ دَعْوَتَهُ۔

خدا نے ہر نبی کو ایک ایک دعا رِ مستجاب عطا فرمائی ہے۔ اور ہر نبی نے وہ اپنی اپنی دعا خرچ کرلی۔

یعنی خدا نے ہر نبی کو ایک ایک دعا ایسی دی جسے دے کر خدا نے ان سے وعدہ فرمالیا کہ یہ دعا جس مقصد کے لیے بھی تم مانگو گے میں ضرور مانوں گا۔ اور قبول کرلوں گا۔ چنانچہ وہ اپنی اپنی دعا سب نبیوں نے مانگ لی۔ صحابہ نے عرض کیا۔ حضور! اور آپ نے بھی وہ اپنی دعا خرچ کرلی؟ تو فرمایا:

اِنِّی اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي اِلٰی يَوْمِ الْقِيَامَةِ

(مشکوٰۃ شریف ص۱۸۶)

یعنی میں نے اپنی وہ دعا قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے بچا رکھی ہے۔

سبحان اللہ! کیا شانِ رحمت ہے کہ حضور نے اپنی وہ دعا خرچ نہ فرمائی اور آپ قیامت کے روز اسی اپنی دعا رِ مستجاب سے اپنی امت کو بخشوائیں گے۔ مسلمانو! یہ ہے پیار حضور کو اپنی امت سے۔ بخدا حضور سے پہلے ایک

لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش اللہ کے رسول تشریف لائے۔ مگر کسی کو بھی تو اپنی امت سے ایسا پیار اور اپنی امت کا اتنا خیال نہ تھا جتنا خیال حضور کو اپنی امت کا ہے۔ اور جیسا پیار حضور کو اپنی امت سے ہے۔ پڑھیئے میرے ساتھ مل کر

نورِ مجسم رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم
وہ ہیں ہمارے ان کے ہیں سب ہم صلے اللہ علیہ وسلم
دنیا میں لاکھوں مرسل آئے سب نے اونچے رتبے پائے
سب سے اونچا ان کا پرچم صلے اللہ علیہ وسلم
اتنا پیار کسی کو ہوگا؟ جتنا پیار ہے ان کو ہم سے
وہ ہیں ہمارے مونس و ہمدم صلے اللہ علیہ وسلم

کمرۂ امتحان

آیئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا ایک اور واقعہ سناؤں۔ سکولوں کالجوں میں جب امتحان کے دن آتے ہیں۔ تو ممتحن حضرات لڑکوں کے لیے سوالات کے پرچے تیار کرتے ہیں۔ اور ان پرچوں کو بڑی احتیاط سے چھپائے رکھتے ہیں۔ انہیں "آؤٹ" نہیں ہونے دیتے۔ اور ان کا "آؤٹ" کرنا قانوناً جرم ہے۔ قبل از وقت ان کا آؤٹ ہو جانا لڑکوں کو پہلے ہی سے ان سوالات کے علم ہو جانے کا باعث ہو جاتا ہے۔ اور ممتحن نہیں چاہتے۔ کہ لڑکے ان سوالات کو پہلے ہی جان لیں اور ان کے جوابات تیار کریں۔ وہ چاہتے ہیں کہ سوالات کا پرچہ بروقت، اچانک ان کے سامنے پیش کیا جائے۔ تاکہ وہ اپنی ذہانت سے اس وقت جواب سوچیں۔

میرے بھائیو! ہمارے لیے بھی ایک کمرۂ امتحان ہے۔ جس میں جا کر ہم سب نے کچھ سوالوں کا جواب دینا ہے۔ اس امتحان کے سوالات کے پرچے تیار ہو چکے ہیں۔ سوالات کیا ہیں۔ اور ان کے جوابات کیا؟ دنیوی قانون میں تو ایسے پرچوں کا "آؤٹ" کرنا جرم ہے۔ مگر ہزاروں سلام اور کروڑوں درود نبیٔ رحمت پر کہ حضور نے اپنی امت کی آسانی کے لیے یہ پرچہ آؤٹ کر دیا۔ اور پہلے ہی سنا دیا۔ کہ میرے غلامو!

marfat.com

کرۂ امتحان یعنی قبر میں تین سوال ہوں گے۔ اور وہ یہ ہیں۔ فرمایا قبر میں امتحان لینے دو فرشتے آئیں گے۔ ایک کا نام منکر ہو گا۔ دوسرے کا نکیر۔ دونوں پہلا سوال کریں گے مَنْ رَّبُّكَ تیرا رب کون ہے؟ پھر ساتھ ہی حضور نے اپنی امت کی آسانی کے لیے اس کا جواب بھی سنا دیا۔ اور فرمایا۔ اس پہلے سوال کا جواب میرا امتی یہ دے گا۔ کہ رَبِّیَ اللّٰہ میرا رب اللہ ہے۔ پھر دوسرا سوال وہ یہ کریں گے۔ مَا دِیْنُكَ تیرا دین کیا ہے؟ تو فرمایا میرا امتی جواب دے گا۔ دِیْنِیَ الْاِسْلَامُ میرا دین اسلام ہے۔ پھر تیسرا سوال وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے کریں گے۔ مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِیْ بُعِثَ فِیْكُمْ یہ ذات بابرکات جو تم میں مبعوث کی گئی یہ کون ہیں؟ تو فرمایا میرا امتی جواب دے گا هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضور فرماتے ہیں۔ کہ تینوں سوالوں کا یہ صحیح جواب مل جانے کے بعد دونوں فرشتے میرے امتی سے کہیں گے نَمْ كَنَوْمَةِ الْعَرُوْسِ سو جا جیسے دُلہن سوتی ہے۔" (مشکوٰۃ شریف ص ۱۷)

عرفانِ رسول بھائیو! اس حدیث سے ایک یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے۔ کہ نجات کا انحصار عرفانِ رسول پر ہے دیکھ لیجئے۔ قبر میں پہلا سوال رب کے متعلق ہوتا ہے۔ اور مسلمان جب اس کا جواب دے دیتا ہے۔ کہ میرا رب اللہ ہے"، تو فرشتے اسے چھٹی نہیں دے دیتے۔ کہ ہاں تم نے جواب درست دے دیا ہے۔ اس لیے جاؤ تم کامیاب ہو۔ نہیں اس سے پھر دوسرا سوال ہوتا ہے۔ کہ مَا دِیْنُكَ تیرا دین کیا ہے؟ مسلمان اس کا بھی صحیح جواب دے دیتا ہے۔ کہ میرا دین اسلام ہے۔ تو چھٹی اسے پھر بھی نہیں ملتی۔ اس لیے کہ تیسرا سوال اور ایسا سوال کہ جس کا صحیح جواب دینے پر نجات ملنے کی ابھی باقی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے فرشتے پوچھتے ہیں کہ ان کو پہچانو اور بتاؤ یہ کون ہیں؟ مسلمان اس تیسرے سوال کا بھی صحیح جواب دے دیتا ہے۔ کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ تو اُسے چھٹی ملتی ہے۔ اور فرشتے کہتے ہیں۔ کہ تم کامیاب ہو

marfat.com

اور اب دُلہن کی طرح سو جاؤ۔"

اس حدیث سے صاف معلوم ہوا۔ کہ کامیابی اور نجات کا انحصار عرفانِ رسول پر ہے۔ کوئی ہزار بار اللہ کو رب مانے۔ اور لاکھ مرتبہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا پھرے مگر جب تک حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو نہ پہچانے گا۔ اور ان کے "رسول اللہ" ہونے کا اقرار نہ کرے گا۔ اس وقت تک وہ نجات نہ پا سکے گا۔ خدا کو ماننے والے کافر بھی ہیں۔ کئی ملحد اور ضروریاتِ دین کے منکر مسلمان بھی کہلاتے پھرتے ہیں۔ باوجود اس کے وہ عنداللہ مسلمان نہیں ہیں۔ صرف اس لیے کہ انہیں عرفانِ رسول حاصل نہیں۔ اور وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو "رسول اللہ" نہیں مانتے۔ معلوم ہوا کہ نجات پانے کے لیے ضروری ہے۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو پہچانے اور انہیں رسول اللہ مانے۔

زینہ

یاد رکھئے اللہ پر ایمان لانا بے حد ضروری ہے۔ مگر صرف اللہ ہی پر ایمان لانا نجات کے لیے کافی نہیں۔ نجات کے لیے ضروری ہے۔ کہ رسول اللہ پر بھی ایمان لایا جائے۔ بلکہ رسول اللہ پر ایمان لانے ہی سے اللہ پر بھی ایمان لایا جا سکے گا۔ کیونکہ اللہ ہے ہی وہ جس کا پتہ رسول اللہ نے دیا ہے۔

مسلمانو! حقیقت یہ ہے۔ کہ شان میں اللہ پہلے ہے۔ اور ایمان میں رسول اللہ پہلے۔ دیکھ لو بلندی و اونچان میں چھت پہلے ہے۔ مگر چھت کے اوپر پہنچانے میں زینہ پہلے ہے۔ جسے چھت پر چڑھنا ہوگا وہ پہلے زینہ کے پاس آئے گا۔ اور زینہ کے ذریعہ چھت پر چڑھ جائے گا۔ جو زینہ کے پاس نہیں آتا۔ وہ چھت پر بھی نہیں چڑھ سکتا۔ یوں ہی جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوگا وہ خدا کو پالے گا۔ اور جو اس بارگاہ سے دُور رہے گا۔ وہ خدا کو بھی نہ پا سکے گا میں نے لکھا ہے ؎

چھت پہ چڑھ سکتا نہیں کوئی بھی زینہ چھوڑ کر
حق کو پا سکتا نہیں کوئی مدینہ چھوڑ کر

marfat.com

خوب یاد رکھیئے۔ اللہ کی پہچان حضور ہی کے واسطہ سے ہو سکتی ہے۔ اللہ کو وہی پہچان سکتا ہے۔ جو حضور کو مانے۔ ورنہ عیسائی، یہودی وغیرہ کافر لاکھ اللہ اللہ کریں اور اس کی عبادت کریں۔ نہ وہ مومن ہیں اور نہ عابد۔ اللہ تعالےٰ نے خود اپنی پہچان حضور کے ذریعہ کرائی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے؛

هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى (پ ۲۸ ع ۹)

اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ بھیجا۔

اور کہیں فرمایا؛

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا۔ (پ ۲۸ ع ۱۱)

اللہ وہ ہے جس نے اَن پڑھوں میں رسول بھیجا۔

خدا کے ان ارشادات سے معلوم ہوا۔ کہ اللہ کو جاننے اور ماننے کے لیے پہلے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا جاننا اور ماننا ضروری ہے۔ اور یہ حقیقت ہے۔ کہ جسے عرفانِ رسول جتنا زیادہ حاصل ہوگا۔ اسے اتنا ہی زیادہ عرفانِ حق ملے گا۔ اور جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اوصاف وکمالات پر جتنا زیادہ یقین رکھے گا۔ اس کا خدا پر بھی اتنا ہی زیادہ پختہ یقین وایمان ہوگا۔ گویا خدا کی ذات وصفات پر ایمان ویقین کے لیے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات وصفات پر ایمان لانا ضروری ہے۔ آپ جس قدر حضور کے کمالات واوصاف بیان کرتے چلے جائیں۔ اسی قدر اللہ کی ذات وصفات کا یقین ہوتا چلا جائے گا۔

ایک مثال دیکھیئے! ایک بچے کو آپ کار میں بیٹھے دیکھتے ہیں۔ جس نے نہایت قیمتی لباس پہن رکھا ہے۔ دو سو روپیہ کی قراقلی ٹوپی سر پر ہے۔ پانچ سو کا سوٹ بدن پر۔ اور دو سو کا جوتا پاؤں میں ہے۔ تو اُسے دیکھ کر آپ یقین کریں گے۔ کہ یہ جس باپ کا بچہ ہے۔ وہ یقیناً کوئی لکھ پتی ہے۔ جبھی تو اس کا بچہ نہایت قیمتی لباس میں کار پر سوار ہے۔ برعکس اس کے ایک ایسا بچہ نظر آئے۔ جو سر سے بھی ننگا اور پاؤں سے بھی ننگا ہو۔ بدن پر پھٹے پرانے کپڑے ہوں۔ اور

marfat.com

دھکے کھاتا گرتا پڑتا چل رہا ہو۔ تو عقل کہے گی۔ کہ اس کا باپ کوئی مفلس وقلاش اور غریب آدمی ہے۔ جس کے پاس کچھ نہیں۔ گویا بیٹے کی شان وشوکت باپ کی شان و شوکت کی دلیل ہے۔ اور بیٹے کی مفلوک الحالی وغربت اس بات کی دلیل ہے۔ کہ اس کے باپ کے پاس کچھ نہیں۔ بلا تشبیہ آپ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے جس قدر معجزات و کمالات بیان کرتے چلیں گے۔ اسی قدر اللہ تعالٰے کی شان وشوکت اور اس کی قدرت کا یقین حاصل ہوتا چلے گا۔ جب ہم کہیں گے۔ کہ ہمارے حضور کی وہ شان ہے۔ کہ انگلی کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ غروب شدہ آفتاب لوٹا دیا۔ کنکروں سے کلمہ پڑھوا لیا۔ اپنی انگلیوں سے دریا بہا دیئے۔ جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے۔ سب کچھ بتا دیا۔ تو عقلِ سلیم پکار اُٹھے گی۔ کہ جب رسول میں اتنی طاقت و قدرت ہے۔ تو یقیناً اس رسول کے خدا میں بے پناہ طاقت و قدرت ہے۔ جس خدا کا یہ رسول ہے۔ وہ یقیناً فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ اور عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر ہے۔ اور اگر حضور کے متعلق یہ عقیدہ رکھا جائے۔ کہ جس کا نام محمد ہے وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں۔ جیسا کہ تقویۃ الایمان میں لکھا ہے:

" اور یہ کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ اور یہ کہ رسول کو تو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں "

تو عقل کہے گی کہ اس کے بھیجنے والے خدا کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ نہ کوئی اختیار ہے نہ علم۔ اگر اس کے پاس کچھ ہوتا تو اپنے رسول کو کچھ دے کر بھیجتا۔

بھائیو! اسی ایک مثال سے سمجھ لو کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و کمالات اور اختیارات بیان کرنے والوں کا اپنے رب پر صحیح معنوں میں ایمان ہے۔ یا ان لوگوں کا جو آئے دن حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کرتے رہتے ہیں اور کہتے رہتے ہیں:

" کہ حضور کو معاذ اللہ کوئی اختیار نہ تھا۔ علم نہ تھا۔ اور وہ نفع ونقصان کے مالک نہ تھے "۔

marfat.com

ذکر رو کے فضل کاٹے نقص کا جویاں رہے
پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ کی

بھائیو! اپنا ایمان رکھو کہ خدا تعالے نے اپنے رسول کو بڑے بڑے اختیارات و تصرفات عطا فرما کر دنیا میں بھیجا ہے۔ تاکہ لوگ اس رسول کے اختیارات و تصرفات دیکھ کر اس کے بھیجنے والے خدا کی بے پناہ طاقت و قدرت پر ایمان لے آئیں اور جان لیں کہ جس کے رسول میں اتنی طاقت و قدرت ہے۔ اس میں خود کتنی طاقت و قدرت ہوگی؟

یہ حقیقت ہے کہ صانع کی کاریگری کا علم اس کے مصنوع سے ہوتا ہے۔ عالم کے علم کا پتہ اس کے شاگرد کے علم سے چلتا ہے۔ اسی طرح خدا کا کمال اس کے رسولوں کے کمال سے ظاہر ہوتا ہے۔

مشہور معجزہ ہے۔ کہ ابو جہل اپنی مٹھی میں چند سنگریزے بند کر کے لایا۔ اور حضور سے کہنے لگا ؎

"گر رسولی چیست در دستم نہاں"

اگر تم رسول ہو۔ تو بتاؤ میری مٹھی میں کیا پوشیدہ ہے

گویا ایک کافر بھی یہ جانتا تھا کہ رسول پوشیدہ چیز کو جان لیتا ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں بھی بتاتا ہوں کہ تمہاری مٹھی میں کیا چیز ہے۔ اور وہ چیز خود بھی بتائے گی کہ میں کون ہوں؟ چنانچہ حضور نے فرمایا۔ کہ تمہاری مٹھی میں چھ سنگریزے ہیں۔ اور اب ان سنگریزوں کی بات بھی سنو۔ مسلمانو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا۔ تو ؎

از میانِ مشت او ہر پارہ سنگ
در شہادت گفتن آمد بے درنگ
لا الٰہ گفت و الا اللہ گفت
گوہر احمد رسول اللہ سفت!

marfat.com

ابو جہل کی مٹھی میں وہ سب سنگریزے بل کر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے لگے۔ اور یہ آواز ابو جہل نے بھی سنی۔ مگر ازلی بد بخت تھا۔ اسے جادو سمجھا۔ اور ایمان پھر بھی نہ لایا۔ (مثنوی شریف)

دیکھیئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اس معجزہ کو دیکھ کر خدا تعالےٰ کے اس ارشاد پر ایمان مضبوط ہو جاتا ہے۔

تُکَلِّمُنَا اَیْدِیْہِمْ وَتَشْہَدُ اَرْجُلُہُمْ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ۔

قیامت کے روز لوگوں کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور ان کے پاؤں بھی شہادت دیں گے۔ جو جو کچھ وہ کرتے ہیں۔

یعنی جب ہم رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھیں گے۔ کہ وہ کنکریوں سے کلام کرا رہے ہیں۔ تو ماننا پڑے گا کہ ان کے خدا میں یقیناً یہ طاقت و قدرت ہے۔ کہ وہ لوگوں کے ہاتھوں اور پاؤں سے کلام کرانے لگے۔ اسی طرح یوم حدیبیہ میں پانی ختم ہو گیا۔ تو صحابہ کرام حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ! پانی ختم ہو چکا ہے۔ نہ وضو کے لیے اور نہ پینے کے لیے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک پانی کا پیالہ رکھا تھا۔ حضور نے اس میں اپنا ہاتھ مبارک ڈالا۔ تو

فَجَعَلَ الْمَاءُ یَفُوْرُ مِنْ بَیْنِ اَصَابِعِہٖ کَاَمْثَالِ الْعُیُوْنِ۔

حضور کی انگلیوں سے چشموں کی طرح پانی ابلنے لگا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۲۴)

حدیث میں آتا ہے۔ پندرہ سو صحابی تھے۔ حضور کی انگلیوں سے بہنے والے پانی سے سب نے اپنی اپنی پیاس بجھائی اور وضو بھی کئے۔ حضرت جابر سے جو اس حدیث کے راوی ہیں پوچھا گیا کہ صحابی کتنے تھے؟ فرمایا ایک لاکھ بھی ہوتے تو یہ پانی سب کے لیے کافی ہوتا مگر ہم صرف پندرہ سو تھے (حوالہ مذکورہ) اعلیحضرت فرماتے ہیں ؎

marfat.com

انگلیاں ہیں فیض پر آئے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجابِ رحمت کی ہیں جاری واہ وا

ہاں تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ کمال دیکھ کر کہ آپ نے اپنی انگلیوں سے چشمے جاری کر دیئے۔ ماننا پڑے گا کہ حضور کے بھیجنے والے خدا میں یقیناً یہ قدرت و طاقت ہے۔ کہ وہ جنت میں چشمے جاری فرما دے۔ اور اس آیت پر ایمان لانا پڑے گا۔

فِيهِمَا عَيْنَانِ تَجْرِيَانِ (پ ۲۷ ع ۱۳)

جنتوں میں دو چشمے بہتے ہیں۔

یعنی جب ہم رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھیں گے کہ وہ اپنی انگلیوں سے چشمے جاری کر رہے ہیں تو ماننا پڑے گا کہ ان کے خدا میں یہ طاقت و قدرت یقیناً ہے کہ وہ جنتوں میں ٹھنڈے میٹھے پانیوں کے چشمے جاری فرما دے۔

الغرض عرفانِ رسول ہی سے عرفانِ حق حاصل ہوتا ہے۔ اور اس کے بغیر کوئی خدا کا نام لیتا پھرے۔ اور مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا پھرے۔ سب فضول ہے۔ جب تک وہ حضور کو نہ جانے اور مانے گا اس کا کوئی دعویٰ صحیح نہ ہوگا۔ حدیثِ قبر میں اسی حقیقت کا اظہار ہے۔ کہ پہلے دو سوالوں کے جوابات مل جانے کے باوجود منکر نکیر میت کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھتے ہیں۔ کہ اللہ اللہ کرنے والے اور مسلمان ہونے کا دم بھرنے والے نجات پانی ہے تو یہ بتا مَاهٰذَا الرَّجُلُ یہ کون ہیں؟

میرے بھائیو! مردِ مومن جب اس تیسرے اور آخری سوال کا بھی صحیح جواب دے دیتا ہے۔ کہ هُوَ رَسُوْلُ اللہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ تو اس کی نجات ہو جاتی ہے۔ اور فرشتے ایسے خوش نصیب سے کہتے ہیں۔ نَمْ كَنَوْمَةِ الْعَرُوْسِ دلہن کی طرح سو جا۔

عُرس حضرات! ہم جو اپنے بزرگوں کا ہر سال عُرس مناتے ہیں۔ اس عرس کی اصل یہی حدیث ہے۔ عرس عربی زبان کا لفظ ہے۔ اور اس کا معنی ہے شادی۔ عربی

marfat.com

زبان میں شادی کو عُرس کہتے ہیں۔ اور دولہا و دلہن کو عروس کہتے ہیں۔ حدیث، قبر میں مردِ مومن کو فرشتے یوں کہتے ہیں۔ کہ عروس کی طرح یعنی دلہن کی طرح سو جا۔ اس لفظ عروس کی بنا پر اللہ کے نیک بندے کا روزِ وصال روزِ عرس کہلاتا ہے۔ اللہ والوں کے لیے یہ روزِ وصالِ محبوب کا روز ہوتا ہے۔ اس روز اسے جمالِ مصطفےٰ کا دیدار ہوتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کون سی خوشی ہوگی۔ اسی واسطے اللہ والوں کے انتقال کو وصال کہا جاتا ہے۔ اور سب یہی کہتے ہیں۔ فلاں بزرگ کا وصال ہوگیا۔ مرنے کے لیے دوسرے ہیں۔ اللہ والے مرتے نہیں وصال پاتے ہیں۔ مرنے کے لیے ان کے دشمن بہت ہیں۔ تو فرشتوں کا یہ کہنا کہ دلہن کی طرح سو جا۔ اس امر پر شاہد ہے۔ کہ یہ اللہ والے اپنے اپنے مزارات میں دلہن کی طرح سو رہے ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے۔ کہ دلہن جب سوتی ہے تو اس طرح کہ دیکھنے والے اس کی آنکھیں بند دیکھتے ہیں۔ مگر اصل میں وہ جاگ رہی ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ اللہ والے دنیا والوں کی نظریں آنکھیں بند کر گئے۔ مگر اصل میں وہ جاگتے اور زندہ ہوتے ہیں۔

حکایت | چنانچہ حضرت امام سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ ایک شخص کے مرنے پر اس کی قبر کھودی جا رہی تھی کہ قبر کھودتے ہوئے ساتھ ہی ایک دوسری قبر ظاہر ہوئی جس کی لحد سے ایک اینٹ نیچے گر گئی۔ لوگوں نے دیکھا کہ اس لحد میں ایک نورانی شکل کے بزرگ سفید لباس میں ملبوس تشریف فرما ہیں۔ اور ان کی گود میں ایک سنہری قرآن مجید رکھا ہوا ہے۔ جس کے حروف بھی سنہری ہیں۔ اور وہ بزرگ تلاوت کر رہے ہیں۔ اینٹ گرتے ہی اس بزرگ نے اپنا سر اٹھایا اور پوچھا۔ کیا قیامت ہوگئی؟ کہا گیا نہیں! انہوں نے فرمایا تو یہ اینٹ پھر اسی جگہ لگا دو۔ چنانچہ وہ اینٹ پھر اسی جگہ لگا دی گئی۔ (بشریٰ علی ہامش شرح الصدور ص ۸۰)

دیکھا آپ نے؟ یہ اللہ والے مرتے نہیں۔ بلکہ جگہ بدلتے ہیں۔ اپنی قبروں میں نورانی لباس میں ملبوس ہوتے ہیں اور قرآن بھی پڑھتے ہیں۔ ان اللہ والوں کا جب روزِ وصال آتا ہے تو ہم ان کا عرس مناتے ہیں۔ ایصالِ ثواب کے لیے دیگیں

marfat.com

پکاتے ہیں۔ جھنڈیاں لگاتے ہیں۔ قرآن پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ اور وعظ سنتے سناتے ہیں۔ کیوں نہ ہو یہ روزِ وصال ہے۔ عرس کا روز ہے خوشی کا دن ہے۔ ہمارے بزرگ چونکہ عزت سے اس دنیا میں رہے۔ اور عزت و اعزاز کے ساتھ روانہ ہوئے۔ اور قبر میں بھی انہیں "نَمْ كَنَوْمَةِ الْعَرُوْسِ" کا دلنواز پیغام ملا۔ پھر کیوں نہ ہم ان کے روزِ وصال کو ان کا عرس منائیں۔ جھنڈیاں لگائیں۔ دیگیں پکائیں اور ذکرِ حق سنیں سنائیں؟ اور جن کے بڑوں نے نہ یہاں عزت پائی اور نہ قبر میں۔ ان کا عرس کیسا؟

بھائیو! جس کی بیٹی عزت کے ساتھ ماں باپ کے گھر رہی ہو اور نکاح کے بعد عزت کے ساتھ ماں باپ کے گھر سے رخصت ہوئی ہو۔ اس بیٹی کے ماں باپ دیگیں بھی پکائیں گے۔ جھنڈیاں بھی لگائیں گے اور محفلیں بھی منعقد کریں گے۔ مگر جس بدبخت کی بیٹی اغوا ہو جائے۔ اُسے دیگیں پکانا۔ جھنڈیاں لگانا اور کچھ سننا سنانا کب سوجھتا ہے؟ اسی بات سے سمجھ لیجئے۔ کہ ہم عرس کیوں مناتے ہیں؟ اور کوئی کیوں نہیں مناتے؟

حضور کی بدولت

حضرات! میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا ذکر کر رہا تھا اور بتا رہا تھا کہ حضور نے اپنی رحمت سے ہمیں قبر میں ہونے والے سوالات پہلے ہی بتا دیئے اور ان کے جوابات بھی سمجھا دیئے۔ اس کے بعد اور سنیئے ایک باپ کے پاس سکول کا ماسٹر شکایت لے کر آتا ہے کہ صاحب! آپ کا بیٹا آٹھ روز سے سکول سے غیر حاضر ہے۔ آٹھ روز ہوئے وہ سکول آتا ہی نہیں۔ باپ یہ سُن کر غصہ میں آ جاتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ بڑا نالائق ہے وہ کہ مجھ سے ہر روز چوّنی لے جاتا ہے اور کہتا ہے۔ میں سکول جا رہا ہوں۔ مگر اب پتہ چلا ہے کہ وہ نالائق سکول جاتا ہی نہیں۔ باپ غصہ میں گھر آتا ہے۔ اور ہاتھ میں چھڑی لے کر بیٹھ جاتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ بدمعاش کہیں کا۔ سکول نہیں جاتا۔ آج اُسے گھر آنے دو۔ دیکھو میں اس کا کیا حشر کرتا ہوں۔ چنانچہ وہ اپنے بیٹے کو سزا دینے کے لیے تیار بیٹھ جاتا ہے۔ اب۔ جو بیٹے کی ماں ہے۔ اس کا حال دیکھئے۔ جب وہ دیکھتی ہے۔ کہ آج

marfat.com

میرے بیٹے کی خیر نہیں۔ تو اپنے میاں کے پاس بیٹھ کر ہزار جتن کر کے اس کا غصہ ٹھنڈا کرنے لگتی ہے۔ کبھی کہتی ہے۔ جانے بھی دیجئے۔ ابھی بچہ ہی تو ہے۔ کافی عمر پڑی ہے اس کے پڑھنے کے لیے۔ اور کبھی یہ کہ اس کے ہمجولی بھی تو دن بھر کھیلتے رہتے ہیں۔ کیا ہوا جو کچھ دن اس نے بھی کھیل لیا۔ کبھی کچھ اور کبھی کچھ کہہ کر بیٹے کے باپ کا غصہ ماں ٹھنڈا کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔ آخر باپ یہ کہتا ہے کہ سچی بات تو یہ ہے کہ آج اگر تم بیچ میں نہ پڑتی۔ تو میں اس کی کھال ادھیڑ دیتا۔

مسلمانو! کچھ ایسی بات یہاں بھی ہے۔ ہم گنہ گاروں کے گناہ دیکھ کر خدا تعالےٰ کو غصہ ضرور آتا ہے۔ مگر ہمارے حضور رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے گناہوں پر اپنی چشم رحمت سے آنسو بہاتے ہیں۔ تو خدا تعالےٰ کا غصہ جاتا رہتا ہے۔ اور خدا فرماتا ہے:

مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَہُمْ وَاَنْتَ فِیْہِمْ۔

میں ان کو عذاب نہیں دوں گا کیونکہ تم ان میں موجود ہو۔

گویا خدا فرماتا ہے۔ کہ میرے محبوب تم اگر بیچ میں نہ پڑتے تو میں ان کی کھال ادھیڑ دیتا۔ تو میرے بھائیو! یہ ہماری نجات حضور کی بدولت ہے۔ ہم کتنے بڑے خوش نصیب ہیں کہ ہم گنہ گاروں کی مغفرت کے لیے حضور رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم روتے ہیں۔ میں نے لکھا ہے ؎

ہم تو غفلت میں رہے اور رات بھر سوتے رہے
بخششِ امت کی خاطر مصطفےٰ روتے رہے
اپنے نامے تو گناہوں سے سیاہ ہوتے رہے
اور سرکار اپنے اشکوں سے انہیں دھوتے رہے

اور اعلیٰحضرت نے لکھا ہے ؎

اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہوگا
رو رو کے مصطفےٰ نے دریا بہا دیئے ہیں

marfat.com

مسلمانو! ہماری نجات ورہائی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی رحمت کے صدقہ میں ہے ہمارا ایمان ہے۔ کہ ہمیں جو کچھ بھی ملا ہے اسی خزانۂ رحمت سے جس خزانۂ رحمت میں کسی بات کی کمی نہیں ؎

کس چیز کی کمی ہے مولا تری گلی میں
دنیا تری گلی میں عقبیٰ تری گلی میں

رحمت سے مایوس نہ ہوں

خدا تعالے نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو رحمتِ مجسم کر کے بھیجا۔ اور یہ بھی فرمادیا کہ

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ۔

اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں

بھائیو! خدا کے اس ارشاد کے مطابق ہم اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہیں۔ بلکہ ہم یقین رکھتے ہیں کہ اس بارگاہِ رحمت سے ہمیں سب کچھ ملا ہے ملتا ہے اور ملتا رہے گا ؎

کون دیتا ہے دینے کو دل چاہیئے
دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

بھائیو! یہ کبھی خیال تک بھی نہ لانا کہ ہمارے حضور کے پاس فلاں نعمت نہ تھی اور فلاں چیز آپ نہیں دے سکتے۔ یہ تو گستاخانہ عقیدہ ہے۔ خدا تعالے کے محبوب ہوں۔ اور خدا انہیں خالی ہاتھ دنیا میں بھیجے؟ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔ کبھی تو باپ کا عزیز بیٹا لاہور سے کراچی جانے لگے۔ تو باپ اپنے بیٹے کی جیب میں سو سو کے نوٹ ڈال کر اسے روانہ کرتا ہے۔ تاکہ میرے بیٹے کو خرچ کی دقت پیش نہ آئے۔ بھائیو! خود ہی سوچ لو۔ کہ ساری کائنات اور خزانوں کے خالق و مالک رب نے جب اپنے محبوب کو دنیا میں بھیجا ہوگا۔ تو کیا خالی جیب بھیجا ہوگا۔

نہیں، نہیں!! خدا نے اپنے محبوب کو بھیجا تو آپ کی جیب میں اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ۔ کا نوٹ ڈال کر بھیجا۔

marfat.com

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ۔

ساری کثرت پاتے یہ ہیں

خدا کے محبوب کو اپنے خدا سے سب کچھ ملا۔ خدا نے گویا اپنے محبوب کو یہ کہہ کر روانہ کیا۔ کہ محبوب! یہ لو إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ کا نوٹ اور اپنی نعمتیں محتاجوں میں تقسیم کرو۔ اور پیارے محتاج تمہارے پاس مانگنے کو آئیں گے۔

فَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ

تو دیکھنا کسی سائل کو جھڑکنا مت۔

پیارے تمہیں نے جھڑک دیا۔ تو پھر ان کا کون ہے؟ چنانچہ مخلوق کو جو کچھ ملا انہی سے ملا۔

لا و رب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا

بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی!

بھائیو! آج جو شخص بہت بڑا امیر ہو۔ اس کے لیے کہا جاتا ہے کہ اس پر خدا کا بڑا فضل ہے"۔ تو ذرا سوچو تو کہ جس ذاتِ پاک کے متعلق خدا یوں فرمائے:

وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا

محبوب! تم پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہے۔

تو اس کے پاس کیا کچھ نہ ہوگا؟ مسلمانو! ہمارا ایمان ہے۔ کہ اس بارگاہِ رحمت سے اللہ کی ہر نعمت ملتی ہے۔

دینے والا ہے سچا ہمارا نبی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا حافظہ کمزور تھا۔ جو بات سنتے یاد نہ رہتی۔ حافظہ اللہ تعالےٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ اس نعمت کے حصول کے لیے حضرت ابوہریرہ کہاں پہنچے حضور کی بارگاہِ رحمت میں۔ اور حضور سے عرض کی۔

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ أَسْمَعُ مِنْكَ حَدِيْثًا كَثِيْرًا فَأَنْسَاهُ

یا رسول اللہ میں آپ سے کثرت کے ساتھ احادیث سنتا ہوں مگر بھول جاتا ہوں

marfat.com

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فریاد سن کر یہ نہیں فرمایا۔ کہ پھر میں کیا کر سکتا ہوں بلکہ یوں فرمایا:

اُبْسُطْ رِدَاءَكَ

اپنی چادر بچھاؤ

ابوہریرہ کہتے ہیں میں نے اپنی چادر بچھادی۔ فَغَرَفَ بِيَدَيْهِ حضور نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اشارہ فرما کر اس چادر میں کچھ ڈال دیا۔ اور پھر فرمایا ضُمَّهُ اس چادر کو اپنے سینے سے لگالو۔ فَضَمَمْتُهُ پس میں نے اس چادر کو سینے سے لگالیا۔

فَمَا نَسِيْتُ شَيْئًا بَعْدُ۔

پھر میں آج تک کوئی چیز نہیں بھولا۔ (بخاری شریف جلد اص ۲۲)

سبحان اللہ! کیا شانِ رحمت و عطا ہے۔ کہ حضرت ابوہریرہ کو قوتِ حافظہ عطا فرمادی۔ بھائیو! دیکھا آپ نے صحابہ کرام کا یہ ایمان تھا کہ جو کچھ ملنا ہے۔ اسی بارگاہِ رحمت سے ملنا ہے۔ اسی لیے وہ اسی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ اور پھر جب حضور نے اپنے بظاہر دونوں خالی ہاتھوں سے چادر میں کچھ ڈال دیا تو ابوہریرہ نے یہ نہیں کہا کہ حضور مجھے نظر تو کچھ آیا نہیں۔ آپ نے میری چادر میں ڈالا ہی کیا ہے؟ نہیں! ان کا ایمان تھا کہ ؎

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

حضرت جابر کا اونٹ

ایک سفر میں جابر رضی اللہ عنہ کا اونٹ بہت کمزور ہو گیا۔ جس کے باعث آپ کے دوسرے ساتھی آگے نکل جایا کرتے تھے۔ حضرت جابر نے یہ واقعہ حضور سے بیان کیا تو حضور نے اس اونٹ کو ڈانٹا اور دعا کی تو وہ اونٹ تیز رفتار ہو گیا کہ بمشکل رکتا تھا۔ حضور نے جابر سے پوچھا کہ اب اونٹ کیسا ہے؟ تو عرض کی:

marfat.com

(اَصَابَتْہُ بَرَکَتُکَ - حضور! اسے آپ کی برکت پہنچ گئی - (بخاری شریف جلد ا ص ۴۱۶)

یہ ہے حضور کی برکت و رحمت کہ کمزوری کو دور اور طاقت سے معمور فرما دیا، میرے بھائیو! اپنا ایمان رکھو کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ رحمت میں سب کچھ ہے اور اس بارگاہ سے ہمیں سب کچھ ملتا ہے۔

مولوی حسین احمد مدنی آیئے آپ کو دیو بندی حضرات کے شیخ الاسلام مولوی حسین احمد مدنی کی ایک تحریر سناؤں، وہ اپنی کتاب سلاسل طیبہ میں لکھتے ہیں! :

"مکہ مدینہ منورہ جاتے ہوئے منزل رابغ کی شب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت با سعادت خواب میں نصیب ہوئی، یہ سب سے پہلی زیارت آنحضرت علیہ السلام کی تھی، آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھ کر قدموں میں گر گیا، آپ نے ارشاد فرمایا

کیا مانگتا ہے ؟

میں نے عرض کیا کہ حضرت جو کتابیں میں پڑھ چکا ہوں، وہ یاد ہو جائیں اور جو نہیں پڑھی ہیں، ان کے متعلق اتنی قوت ہو جائے کہ مطالعہ میں نکال سکوں، آپ نے فرمایا

کہ یہ تجھ کو دیا ؟

(سلاسل طیبہ ص ۴)

حضرات! دیو بندی مکتبِ فکر کے شیخ الاسلام حضور کے قدموں میں بھی گر رہے ہیں، اور یہ بھی سنا رہے ہیں کہ حضور نے فرمایا "کیا مانگتا ہے ؟" اور پھر مولوی صاحب کے مانگنے پر فرمایا "کہ یہ تجھ کو دیا"۔ معلوم ہوا کہ حضور کی بارگاہِ رحمت واقعی ایسی بارگاہ ہے کہ کوئی بھی وہاں سے خالی نہیں لوٹتا اور اس بارگاہ سے یہی آواز آتی ہے، کہ کیا مانگتا ہے؟" اور سائل جو مانگے، ارشاد ہوتا ہے کہ "یہ تجھ کو دیا"۔ اسی لیے اعلیحضرت نے لکھا ہے ؎

marfat.com

منگتے کا ہاتھ اُٹھتے ہی داتا کی دَین تھی!
دوری قبول و عرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے

مسلمانو! اپنا ایمان رکھو کہ حضور رحمتِ عالم ہیں اور آپ کی بارگاہِ رحمت کے ہم سب محتاج ہیں۔ اور یہ کہ اس بارگاہِ رحمت میں سب کچھ ہے اور ہمیں ہر نعمت یہاں سے ملتی ہے۔ خدا سے دعا مانگو کہ وہ ہمیں توفیق دیئے رکھے کہ ہم اپنے آقائے نعمت صلے اللہ علیہ وسلم کے گیت ہی گاتے رہیں اور خدا بدعقیدگی و بدعقیدہ افراد سے محفوظ رکھے۔

بھائیو! قرآن و حدیث میں ہمارے حضور کی توصیف و نعت اور حضور کے اوصاف و کمالات ہی نظر آئیں گے۔ مگر بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اس کوشش میں رہتے ہیں کہ کوئی آیت یا حدیث ایسی مل جائے جس سے یہ لوگ بزعم خویش حضور کی کوئی تنقیص بیان کر سکیں۔ ایسا ہونا ناممکن ہے۔ مگر یہ لوگ اپنی فطرت سے مجبور ہو کر آیت و حدیث میں بھی اپنی کج فہمی کا مظاہرہ کر ہی ڈالتے ہیں۔ اور اپنی گستاخی کو بروئے کار لے ہی آتے ہیں۔

لطیفہ

لکھنؤ کا ایک شاعر تھا۔ جس کا موضوعِ سخن گونہہ (نجاست) تھا۔ یعنی وہ کسی بھی سٹیج پر آتا اور کوئی بھی شعر کہتا تو اپنے شعر میں گونہہ کا ذکر ضرور کرتا تھا۔ اور اس نے اپنا تخلص بھی رکھا تھا "چرکین"۔ چرکین کہتے ہیں "دست" کو، اسہال لگ جائیں تو دست آنے لگتے ہیں۔ چرکین کا معنی یہی دست ہے۔ تو چرکین لکھنوی کا یہ اپنا بدبودار کمال تھا کہ ہر شعر میں گونہہ کا ذکر ضرور کرتا تھا۔ ایک بار چند شعراء نے یہ منصوبہ بنایا کہ چرکین کو کوئی ایسا پاکیزہ مصرع طرح دیا جائے۔ جس کی لطافت و نظافت کے پیشِ نظر وہ اپنے شعر میں گونہہ کا ذکر کر ہی نہ سکے۔ چنانچہ انہوں نے یہ مصرعہ طرح تجویز کیا ؎

کھینچ لی تلوار جبکہ حیدرِ کرار نے

مطلب یہ کہ اس مصرعہ میں حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کا ذکر پاک ہے۔ اس

marfat.com

پر گرہ لگاتے ہوئے وہ ہرگز اپنے مخصوص موضوع گو نہہ کا ذکر نہ کر سکے گا۔ چنانچہ چرکین کو بلایا گیا۔ اور کہا گیا۔ حضرت! اس مصرعہ پر گرہ لگائیے

کھینچ لی تلوار جبکہ حیدر کرار نے

تو چرکین صاحب جھٹ بول اُٹھے۔ سُنیے! عرض کیا ہے

کھینچ لی تلوار جبکہ حیدر کرار نے!
ڈر کے مارے ہگ دیا سب لشکر کفار نے

دیکھا آپ نے چرکین صاحب اس پاکیزہ مصرعہ میں بھی اپنی فطرت سے مجبور ہو کر اپنا پسندیدہ موضوع لے ہی آئے۔ اسی طرح میرے بھائیو! بعض چرکینیت مآب افراد ایسے بھی ہیں جو قرآن و حدیث پڑھ کر بھی اپنی گستاخی کی چرکینیت لے ہی آتے ہیں۔ دعا مانگو خدا ایسی چرکینیت سے بچائے۔

تعلیمِ رحمت حضرات! ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم رحمتِ مجسم ہیں۔ اور آپ کی تعلیم بھی تعلیم رحمت ہے۔ آج کل کے پُر فتن دَور میں جنگ و جدال قتل و قتال اور لڑائی جھگڑے عام ہیں۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر اگر عمل کیا جائے تو یہ ساری برائیاں ختم ہو جائیں گی۔ مثلاً حضور کا یہ ایک ہی ارشاد اپنا لیا جائے جو آپ نے فرمایا ہے۔ کہ

اَفْشُوا السَّلَامَ بَیْنَکُمْ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۸۹)

اپنے درمیان سلام کی رسم عام کرو

یعنی مسلمان آپس میں ملیں۔ تو ایک کہے السلام علیکم اور دوسرا جواب دے وعلیکم السلام۔ یہ جملہ تو مختصر سا ہے۔ مگر اس میں امن و سلامتی کا عظیم درس موجود ہے۔ السلام علیکم کہنے والا اپنے بھائی کی سلامتی چاہتا ہے۔ سلام کا معنی ہی سلامتی اور عافیت ہے۔ تو مسلمان جب دوسرے مسلمان بھائی سے ملے تو حکم ہوتا ہے کہ اُسے السلام علیکم کہو۔ سلام کا جو معنی ہے [illegible] کے پیش نظر سلام کہنے والے کی مراد یہ ہوتی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ تیرے دین و دنیا کو سلامت رکھے۔ میں تیری جان

تیرے مال۔ اور تیری آبرو کی حرمت تسلیم کرتا ہوں۔ ان پر ہاتھ ڈالنا حرام ہے۔ اس کے جواب میں دوسرا بھائی بھی کہتا ہے وعلیکم السلام۔ یعنی تجھ پر بھی اللہ کی طرف سے سلامتی نازل ہو۔ میں بھی تیرا ہمدرد اور خیر خواہ ہوں۔ السلام علیکم اور وعلیکم السلام دو مسلمان بھائیوں میں امن کے ساتھ رہنے کا ایک معاہدہ ہوتا ہے۔ اور اس معاہدہ کے بعد وہ دونوں ہاتھ ملا کر یعنی مصافحہ کر کے اس معاہدہ کو پکا کرتے ہیں۔ اور دونوں میں گویا عمر بھر بھائی بھائی بن کر رہنے اور کبھی نہ لڑنے جھگڑنے کا وعدہ ہو جاتا ہے۔ اور یوں وہ امن و سلامتی کے ساتھ رہنے کی فضا پیدا کر لیتے ہیں۔ یہ نتیجہ ہے صرف حضور کی ایک تعلیم کا ہے۔ اگر اسی پر صحیح معنوں میں عمل شروع ہو جائے تو یہ آئے دن کے لڑائی جھگڑے۔ قتل و قتال سب ختم ہو جائیں۔ مگر افسوس کہ ہم نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو بھلا دیا۔ اور آج کل فیشن کی رو میں بہہ کر سلام کرنے کے انداز ہی نئی قسم کے پیدا کر لیے ہیں۔ کوئی گڈ مارننگ کہتا ہے۔ کوئی ہیلو اور کوئی بائی بائی۔ غور فرمائیے کہاں امن و سلامتی کا پیغام اور کہاں یہ بے معنی و فضول کلام۔

اور سنیئے۔ حضور فرماتے ہیں:

اِیَّاکُمْ وَالْجُلُوْسَ بِالطُّرُقَاتِ۔

راستوں پر بیٹھنے سے بچو۔

یعنی بازاروں اور رہگذاروں میں نہ بیٹھا کرو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! ہمیں ان جگہوں پر مجبوراً بیٹھنا بھی پڑتا ہے تو حضور نے فرمایا، اگر تمہیں بیٹھنا ہی پڑے:

فَاَعْطُوا الطَّرِیْقَ حَقَّهٗ

تو راستہ کو اس کا حق ادا کرو۔

صحابہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! فرمائیے راستہ کا کیا حق ہے؟

تو فرمایا:

marfat.com

غَضُّ الْبَصَرِ وَكَفُّ الْاَذٰى وَرَدُّ السَّلَامِ
وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْىُ عَنِ الْمُنْكَرِ

نظر نیچی رکھنا۔ کسی کو ایذا نہ دینا۔ سلام کا جواب دینا۔ نیک کام کی تلقین کرنا اور بُرے کام سے روکنا۔" (مشکوٰۃ شریف ص ۳۹۰)

مسلمانو! سنو حضور کی جامع تعلیم رحمت۔ ان چند ارشادات، ہی میں فتنہ و فساد کے دروازے بند کر دیئے۔ اور امن و سلامتی کے دروازے کھول دیئے۔ نظر نیچی رہے گی تو بدنگاہی کے ہولناک نتائج کا اندیشہ نہ رہے گا۔ کسی کو ایذا نہ پہنچے گی تو آپ بھی انتقامی ایذا سے محفوظ رہیں گے۔ سلام کا جواب دیں گے تو کہنے والے اور جواب دینے والے میں اخوت، کا مظاہرہ ہوگا۔ نیک کام کی تلقین کریں گے تو نیکی کو فروغ ہوگا اور بُرے کام سے روکیں گے تو برائی ختم ہوگی۔

میرے بھائیو! اپنے رسولِ رحمت کی تعلیم رحمت، کو اپنا ؤ اسی میں امن، و عافیت اور سکون و راحت ہے۔ آج ہم جو جنگ و جدال اور فتنہ و فساد کی فضائیں گھرے ہوئے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ ہم حضور کی تعلیم رحمت کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ بازاروں میں بیٹھنا آجکل عام ہے۔ اور پھر نظر بازی و بدنگاہی کو وسیع النظری کا نام دے کر شیطانی حرکات، کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔ جس کے ہولناک نتائج سے دنیا دوچار ہے۔ ہر شخص اپنے مفاد کی خاطر دوسرے۔ کے در پئے آزار ہے۔ پیغام سلامتی سلام کہنے اور اس کا جواب دینے کی عادت، ہی نہ رہی۔ اس کی جگہ بائی بائی۔ ہیلو ہیلو۔ ٹھیک ٹھاک اور آداب عرض نے لے لی ہے۔ نیک کام کی تلقین کرنا بھی آج کل رجعت پسندی کہلانے لگا ہے۔ اور بُرے کاموں کو فن و آرٹ کے نام سے اپنایا جانے لگا ہے۔ فرمایئے اس صورتِ حال میں امن و عافیت کہاں۔ اور سکون و راحت، کیسے؟ ؎

دونوں عالم میں تجھے مطلوب گر آرام ہے!
ان کا دامن تھام لے جن کا محمد نام ہے

marfat.com

برقِ کلیسا اکبرالہ آبادی کی ایک نظم ہے۔ جس کا عنوان ہے برقِ کلیسا۔ نظم کافی طویل ہے۔ اس کے چند اشعار سنیئے۔ کہتا ہے ؎

رات اُس مِس سے کلیسا میں ہوا میں دوچار
ہائے وہ حُسن وہ شوخی وہ نزاکت وہ اُبھار

یعنی رات کو گرجا میں ایک یورپین لیڈی سے ملاقات ہوگئی جو حُسن کا ایک مجسمہ تھی۔ اکبر کہتا ہے ؎

دلکشی ناز میں ایسی کہ ستارے رُک جائیں
سرکشی چال میں ایسی کہ گورنر جُھک جائیں
پس گیا لوٹ گیا دل میں سکت ہی نہ رہی
سُر تھے تمکین کے جس گت میں وہ گت ہی نہ رہی

اکبر کہتا ہے۔ کہ میں نے اس یورپین لیڈی سے کہا ؎

تو اگر عہدِ وفا باندھ لے میری ہو جائے
ساری دنیا سے مرے قلب کو سیری ہو جائے

یعنی تم میری ہو جاؤ اور مجھے اپنا بنالو تو وہ بولی ؎

غیر ممکن ہے مجھے اُنس مسلمانوں سے
بوئے خوں آتی ہے اس قوم کے افسانوں سے
لن ترانی کی یہ لیتے ہیں نمازی بن کر
حملے سرحد پہ کیا کرتے ہیں غازی بن کر

یعنی وہ کہنے لگی کہ میرا مسلمانوں سے نباہ مشکل ہے۔ مجھے ان سے کوئی اُنس نہیں۔ کیونکہ وہ نمازی بھی ہیں۔ اور مجاہد و غازی بھی۔ اکبر کہتا ہے۔ میں نے اس کے اس اندیشہ کو دُور کرنے کے لیے کہا ؎

مجھ سے کچھ وجہِ شکایت تجھے اے جان نہیں
نام ہی نام ہے ورنہ میں مسلمان نہیں

marfat.com

میرے اسلام کو اِک قصّۂ ماضی سمجھو
ہنس کے کہنے لگی پھر مجھ کو بھی راضی سمجھو

یعنی اسے لیڈی! تم ہمارے نمازی و غازی ہونے کا اندیشہ نہ کرو۔ اب ہم نام ہی نام کے مسلمان رہ گئے ہیں۔ میرے اسلام کو تم ایک پرانا قصّہ سمجھو۔ کبھی ہم صحیح معنوں میں مسلمان ہوا کرتے تھے۔ اور اب وہ بات باقی نہیں رہی۔ اس لیے یہ اندیشے دل سے نکال دو۔ تو میم صاحب ہنس پڑیں۔ اور کہا اگر یہ بات ہے۔ تو پھر میں بھی راضی ہوں ؏

دونوں جانب سے اشارے ہو چکے
تم ہمارے ہم تمہارے ہو چکے

مسلمانو! اکبر الٰہ آبادی کے ان عبرت آموز اشعار سے عبرت حاصل کرو۔ اور سچے مسلمان بنو۔ اپنے آقا کی تعلیم رحمت کو اپنا کر دنیا و دین کی فلاح پالو۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حضرات! میری یہ تقریر آپ نے سنی۔ اب میں آپ کو اپنی لکھی ہوئی ایک نعت شریف سُناتا ہوں۔ جو میں نے ایک مشہور فارسی زبان کے نعتیہ شعر پر تضمین لکھی ہے درود شریف پڑھیئے۔ اور سُنیئے۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ　　والصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ

تضمین

ابوالنور محمد بشیر

حُسنِ یوسف کا ہوا ایک جہاں میں چرچا　　اِک نظر جس پہ پڑی اس پہ ہوا غش طاری
حضرتِ موسیٰ نے حق سے یدِ بیضا پایا　　نور کے چشمے ہوئے ہاتھ سے انکے جاری

marfat.com

حضرتِ روح نے مُردوں کو کیا ہے زندہ
قُم کہا جس کو حیات اس میں ہوئی ہے ساری

پھیر کر ہاتھ کیا جسم جذامی اچھا
اور دی اُن کو بصارت تھے جو اس سے عاری

سامنے آئی جو تصویرِ محمد میرے
خوبیاں اس میں نظر آئیں یہ مجھ کو ساری

ہوش کھو بیٹھا بشیر اُس کا نظارہ کر کے
بے خودی میں یہ ہوا شعر زباں پر جاری

حُسنِ یوسف دمِ عیسٰی یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضرات! اب عزیزم مولوی عطار المصطفٰے جمیل ایم اے سلمہ ربہ مختصر سے وقت کے لیے آپ کے سامنے آتا ہے۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی رفعتِ ذکر کے متعلق اپنی مختصر تقریر سُناتا ہے۔ نعرہ لگایئے:

نعرۂ تکبیر۔ اللہ اکبر! نعرۂ رسالت! یارسول اللہ

صاحبزادہ عطار المصطفٰے جمیل! زندہ باد

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

صاحبزادہ عطاء المصطفٰے جمیل ایم اے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔

اے محبوب ہم نے تمہارے ذکر کو بلند کیا۔

میرے بزرگو! دوستو اور عزیزو! مجھے اس مختصر سے وقت میں اپنے آقا و مولیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذکر پاک کی رفعت و ہمہ گیری کا بیان کرنا ہے۔ ہمارے آقا و مولیٰ کے ذکر کو اللہ نے وہ بلندی و ہمہ گیری عطا فرمائی ہے کہ اس کی مثال نہیں ملتی

کوئی مکان کوئی زمان اور کوئی آن ایسی نہیں جو حضور کے ذکر سے خالی ہو۔ پہلے ایک حدیث سُنیئے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ کی تفسیر میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قَالَ لِیْ جِبْرِیْلُ قَالَ اللّٰہُ اِذَا ذُکِرْتُ ذُکِرْتَ مَعِیْ .

(خصائص کبریٰ جلد۲ ص۱۹۶)

"جبریل نے مجھ سے عرض کیا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ جب میں یاد کیا جاؤں تو تُو بھی میرے ساتھ یاد کیا جائے گا"

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ کی تفسیر میں مروی ہے۔

رَفَعَ اللّٰہُ ذِکْرَہٗ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ فَلَیْسَ خَطِیْبٌ وَلَا مُتَشَھِّدٌ وَلَا صَاحِبُ صَلٰوۃٍ اِلَّا یُنَادِیْ اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ .

(خصائص کبریٰ جلد۲ ص۱۹۶)

"اللہ تعالےٰ نے حضور کے ذکر کو دنیا و آخرت میں بلند فرمایا پس کوئی خطیب کوئی متشہد اور کوئی ایسا نمازی نہیں جو اشھدان لاالٰہ الا اللہ و اشھدان محمد رسول اللہ کا اعلان نہ کرتا ہو"

دنیا کے جغرافیائی حالات اور ٹائم ٹیبل پر غور فرمایئے۔ اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں کہ تمام دنیا میں ایک ہی وقت نہ صبح ہوتی ہے نہ شام اور نہ دوپہر۔ اور نہ رات۔ پس اندریں حالات ظاہر ہے کہ تمام دنیا میں ایک ہی ساعت میں نہ فجر کا وقت ہو سکتا ہے۔ نہ ظہر و عصر کا۔ اور نہ مغرب کا۔ اس سے بجا طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔ کہ کسی حصہ دنیا کے مسلمان نماز فجر سے فراغت پاتے ہوں گے۔ تو کسی حصہ دنیا کے مسلمان نماز اشراق پڑھ رہے ہوں گے۔ اور کسی مقام کے لوگ نماز ظہر کی تیاریوں میں مصروف کار ہوں گے۔ اسی طرح عصر، مغرب اور عشاء کی نمازوں کے اوقات مختلف مقامات پر مختلف ہیں۔ جہاں اہلِ اسلام اپنے اپنے وقتوں

marfat.com

میں نماز ادا کر رہے ہیں۔ گویا نماز پنجگانہ کے تعین اوقات سے جغرافیائی حالات کے ماتحت نمازوں کی ادائیگی کا ایک غیر متناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے نماز خوانی کے اس روحانی تسلسل میں مدنی تاجدار کے ذکر مبارک کو جو بلندی حاصل ہے۔ وہ عیاں را چہ بیاں کے مصداق ہے۔

نمازوں کے اس تسلسل کے ساتھ ہی ساتھ مؤذن بلند آواز کے ساتھ اشہد ان محمداً رسول اللہ کہہ کر حضور کے ذکر مبارک سے فضائے آسمانی میں تموّج پیدا کر رہے ہیں۔ اور انشاء اللہ یہ روحانی سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا ؎

چشمِ اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعتِ شانِ رفعنا لک ذکرک دیکھے

اگر ان پنجگانہ نمازوں کے ساتھ دیگر ان نمازوں نوافل وغیرہ کو بھی شمار کیا جائے جو پابندیٔ اوقات سے مبرا ہیں۔ تو دعوے کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ کوئی گھنٹہ کوئی منٹ کوئی ثانیہ کوئی لمحہ بلکہ کوئی سانس ایسا نہیں ہو سکتا جس میں مسلمانانِ عالم نماز پڑھنے کی صورت میں سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر بلند نہ کر رہے ہوں اس کے علاوہ وعظوں، خطبوں، نکاحوں اور عیدوں کے موقعہ پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ خیر بکثرت ہو رہا ہے۔ اور ان تمام اوقات میں حضور پُر نور پر درود شریف پڑھا جاتا ہے۔ یہ تمام حقائق و معارف اس امر کی کافی ضمانت ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک سے ایک لمحہ بھر بھی خالی نہیں جاتا۔ بلکہ آفتاب و ماہتاب کی طرح آپ کا تذکرہ منیر زمین و آسمان کو روشن کر رہا ہے ؎

یک چراغ است دریں خانہ کہ از پرتوِ آں
ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

ماشاء اللہ! عزیز موصوف نے مختصر سے وقت میں کیسی ایمان افروز اور باطل سوز

marfat.com

تقریر کی ہے۔ دعا کیجئے خدا عزیز موصوف کے علم و عمر میں برکت پیدا فرمائے۔ عزیز کی یہ تقریر سن کر اعلیحضرت کے یہ شعر یاد آگئے ؎

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے
یہ گھٹائیں اُسے منظور بڑھانا تیرا
مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائینگے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

خدا تعالےٰ اپنے محبوب کے ذکر کو بلند فرماتا ہے اور کچھ لوگ اس ذکرِ پاک کو بند کرنا چاہتے ہیں۔ مسلمانو! اللہ کا شکر ادا کرو کہ ہم بھی حضور کے ذکر کو بلند کرتے ہیں۔ بند نہیں کرتے۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ ہم حضور کا ذکر بلند کرتے ہیں۔ اور کچھ لوگ بند کرتے ہیں۔ آؤ دیکھو کہ خدا تعالےٰ کس کے ساتھ ہے؟ بلند کرنے والوں کے ساتھ یا بند کرنے والوں کے ساتھ؟ تو ورفعنا لک ذکرک کی آیت نے بتادیا کہ خدا بلند کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ بند کرنے والے خدا کی معیت سے محروم ہیں۔

حضرات! عزیزی مولوی عطاء المصطفےٰ جمیل ایم اے سلمہ ربہ کی مختصر مگر جامع تقریر آپ نے سنی۔ اب پھر میں آپ کے سامنے آرہا ہوں۔ اور اس وقت "حبیب اور خلیل" کے عنوان پر ایک مختصر سی تقریر کروں گا۔ درود شریف پڑھیئے اور سنیئے۔

صلے اللہ علیک وسلم یا رسول اللہ　　　صلے اللہ علیک وسلم یا حبیب اللہ

حبیب اور خلیل

ابو النور محمد بشیر

حمد و صلوٰۃ کے بعد سنیئے۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابراہیم علیہ السلام اللہ کے کلیم اور عیسےٰ علیہ السلام روح و کلمۃ اللہ اور آدم علیہ السلام

marfat.com

پسندیدۂ خدا ہیں۔ مگر

اَلَا وَاَنَا حَبِیْبُ اللّٰہِ ۔ یاد رکھو ہم اللہ کے حبیب ہیں۔" مشکوٰۃ شریف ص ۵۰۵

لمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے:

هُوَ جَامِعُ الْخُلَّةِ وَالتَّكْلِيْمِ وَالْاِصْطِفَاءِ وَالْمُنَاجَاةِ مَعَ شَيْءٍ زَائِدٍ لَمْ يَثْبُتْ لِاَحَدٍ وَهُوَ كَوْنُهٗ مَحْبُوْبُ اللّٰهِ بِالْمَحَبَّةِ الْخَاصَّةِ الَّتِيْ هِيَ مِنْ خَوَاصِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

لفظ حبیب خلت تکلیم اصطفا اور مناجات سب کا جامع لفظ ہے۔ مع ایک ایسی زائد چیز کے جو کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہے۔ وہ اللہ کا محبوب ہونا ہے۔ ایک ایسی محبت سے جو حضور علیہ السلام کے خصائص میں سے ہے۔" (حاشیہ مشکوٰۃ ص ۵۰۵)

مطلب یہ کہ کوئی پیغمبر خلیل ہے تو کوئی کلیم۔ کوئی نجی اور کوئی صفی و خدا کا پسندیدہ۔ مگر سیّد الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم حبیب ہیں۔ اور حبیب وہ ہے جو کلیم بھی ہو۔ خلیل بھی۔ نجی بھی ہو اور مصطفےٰ بھی جو حبیب ہے وہ خلیل ضرور ہے۔ اور خلیل کے لیے حبیب ہونا ضروری نہیں۔ آیئے قرآن پاک کی روشنی میں دیکھیں کہ حبیب اور خلیل میں فرق کیا ہے؟

۱۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہوتا ہے:

وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا ۔ خدا نے ابراہیم کو خلیل بنایا۔

اور ادھر اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کے غلام کے لیے ارشاد ہے:

يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ۔ اللہ اس سے محبت کرے گا۔

معلوم ہوا کہ وہاں تو صرف ابراہیم علیہ السلام کو خلیل فرمایا تھا۔ اور یہاں ہم غلامانِ مصطفےٰ سے محبت کا وعدہ فرمایا جا رہا ہے۔

۲۔ خلیل کے متعلق ارشاد ہے:

marfat.com

نُرِیٓ اِبْرَاهِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

"ہم نے ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی نشانیاں اور عجائبات دکھائے"

اور حبیب کے لیے ارشاد ہے:

لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا۔ ہم اپنے بندے کو معراج کی شب لے گئے تاکہ اُسے

اپنی نشانیاں دکھائیں۔"

وہاں آسمانوں اور زمین کی نشانیاں دکھانے کا ذکر ہے۔ اور یہاں نشانیوں کو اپنی طرف منسوب فرما کر فرمایا کہ اپنی نشانیاں دکھانے کو لے گئے۔

۳۔ خلیل علیہ السلام نے جب مظالم نمرود دیکھے تو کہا:

اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ

میں اپنے رب کی طرف جاتا ہوں۔ عنقریب وہ

مجھے رہ راست پہنچائے گا۔"

اور حبیب کے متعلق ارشاد ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ۔

پاک ہے وہ جو اپنے بندے کو لے گیا۔

غور فرمایئے۔ وہاں خود جانا ہے۔ اور یہاں لے جانا ہے ع

اپنا جانا اور ہے ان کا بلانا اور ہے!

۴۔ نمرود کے آتش کدہ میں پہنچ کر خلیل نے جبریل سے یوں فرمایا تھا:

حَسْبِیَ اللّٰهُ میرا اللہ مجھے کافی ہے۔

اور حبیب کے متعلق ارشاد ہے:

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ

اے نبی ہم تجھے کافی ہیں۔ اور تیرے غلاموں کو بھی کافی ہیں۔

۵۔ خلیل علیہ السلام خدا سے تمنا کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں:

marfat.com

لَا تُخْزِنِی یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ ۔

مجھے قیامت کے دن رسوا نہ کرنا!

اور حبیب علیہ السلام کے لیے ارشاد ہوتا ہے :

یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ ۔

قیامت کے دن اللہ اپنے نبی کو اور مسلمانوں کو رسوا نہ کرے گا ۔

۶۔ خلیل علیہ السلام نے جب اپنا بچہ ذبح کرنے کو لٹایا ۔ تو خدا کا ارشاد ہوا :

یَا اِبْرَاھِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْیَا ۔

اے ابراہیم تم نے میری مرضی کے مطابق اپنا خواب سچا کر دکھایا ۔

اور حبیب کے متعلق فرمایا :

وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی

ہم قیامت کے روز تمہیں اپنی عطا سے راضی کر دیں گے ۔

۷۔ خلیل خواہش کرتے ہیں : ۔

وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ

الٰہی! آیندہ نسلوں میں میرا بول بالا کر دے تاکہ خیر کے ساتھ یاد کیا جاؤں ۔

اور حبیب کے متعلق ارشاد ہے :

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ۔

ہم نے تیرے لیے تیرا ذکر بلند کر دیا ۔ اور تمہارا بول بالا کر دیا ۔

۸۔ خلیل علیہ السلام نے جانوروں کی زندگی کے متعلق سوال کیا ۔ تو ارشاد ہوا :

marfat.com

اَوَلَمْ تُؤْمِنْ . کیا تم ایمان نہیں لاتے ؟

اور حبیب کے متعلق ارشاد ہے :

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ

رسول ایمان لے آیا۔ اس پر جو ہم نے اس پر نازل کیا"

۹۔ خلیل کو آگ میں معراج ہوئی۔ لیکن اس طرح کہ منجنیق میں جبریل ساتھ ساتھ تھے۔ اور حبیب کو عرش پر معراج ہوئی۔ اور اس طرح کہ سدرۃ المنتہیٰ پر آکر جبریل رہ گئے۔ اور کہا ؎

اگر یک سرِ موئے برتر پرم
فروغِ تجلّی بسوزد پرم

۱۰۔ حضرت خلیل علیہ السلام جب سفرِ شام میں تھے تو ایک ظالم بادشاہ نے آپ کی بیوی سارہ کو چھین لیا۔ لیکن اللہ نے اس ظالم کے شر سے حضرت سارہ کو محفوظ رکھا اور خلیل کے اطمینان کے لیے تمام پردے ہٹا دیئے۔ تاکہ خلیل اپنی بیوی کی عصمت کا شاہد رہے۔ اور حبیب علیہ السلام ایک سفر کی واپسی پر کسی جگہ اپنی بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو چھوڑ آئے تو مدینہ میں اس کے متعلق منافقوں نے چہ میگوئیاں شروع کر دیں تو حبیب کی تسلّی و اطمینان کے لیے اللہ تعالےٰ نے خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت و عصمت کی شہادت دی۔ اور فرمایا کہ منافقوں کی بکواس صریح بہتان ہے (سورۃ نور)

تِلْکَ عَشَرَۃٌ کَامِلَۃٌ

سچ تو یہ ہے ؎

کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا تیرے خالقِ حسن و ادا کی قسم

حضرات! ہماری اس محفل میں حضرت مولانا حکیم عبدالقادر صاحب قادری رضوی

marfat.com

بھی تشریف فرما ہیں ۔ آپ میرے تایازاد بڑے بھائی ہیں ۔ اس وقت وہ تشریف لاکر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی کے عنوان پر اپنی تقریر سنائیں گے ۔

نعرہ لگائیے ۔ نعرۂ تکبیر ! اللہ اکبر ۔ نعرۂ رسالت ! یارسول اللہ

مولانا حکیم عبدالقادر صاحب ! زندہ باد

آئیے مولانا صاحب ! اور اپنی تقریر سے ہمیں محظوظ فرمائیے ۔

پاکیزہ زندگی

مولانا حکیم عبدالقادر رمنوی

حمد وصلوٰۃ کے بعد

حضرات ! ہمارے آقا و مولیٰ حضور سید الانبیار صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی کو ہم آپ کی عملی زندگی میں بخوبی ملاحظہ کر سکتے ہیں ۔ چونکہ ہمارے حضور کو تمام انبیار کرام کی زندگیوں کے مقابلہ میں یہ ایک خصوصیت حاصل ہے ۔ کہ آپ کی زندگی کے تمام واقعات محفوظ ہیں ۔ اس لیے جس قدر حضور علیہ السلام کی پاکیزہ زندگی پر غور کرنے کے لیے ہمیں آسانیاں حاصل ہیں ۔ وہ کسی دوسرے پیغمبر کی زندگی میں نہیں ۔

اس وقت میں حضور علیہ السلام کی پاکیزہ زندگی کی صرف ایک ہی مثال پیش کروں گا ۔ اور وہ ہے جسمانی طہارت ۔ حضور علیہ السلام جسمانی طہارت کا جو التزام فرماتے تھے ۔ وہ آپ کے ہر فعل سے ظاہر ہے ۔ مسلمانوں کے عام عملیات میں سے ایک نماز ہے ۔ اور نماز میں سب سے پہلی چیز جسمانی طہارت ہے ۔ میں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ آپ کی ہر تعلیم اور ہر عمل کا مقصد انسان کو روحانیت کے اعلیٰ مقام پر لے جانا ہے ۔ جہاں آپ جسمانی طہارت کی تعلیم دیتے ہیں ۔ وہاں اس کی تہ میں آپ کی غرض روحانیت میں ایک مزکی نفس کے ساتھ ترقی

marfat.com

کرنا ہے۔ پس نماز جو روحانیت کے لیے بمنزلہ معراج کے ہے۔ اس کی ابتداء آپ نے جسمانی طہارت پر رکھی ہے۔ اس میں سب سے پہلے وضو لازمی قرار دیا ہے۔ اور وضو میں جن حصص جسمانیہ کو دھویا جاتا ہے۔ وہ وہی ہیں۔ جن پر کسی نہ کسی قسم کی میل کچیل لگ جانے کا اندیشہ ہے۔ اس لیے اُنہیں دن میں پانچ مرتبہ دھونے کا حکم دیا۔ اس چھوٹی سی بات پر غور کرو۔ کہ آپ کس قدر ظاہری صفائی اور طہارتِ جسمانی کے عامل تھے۔ اور آپ کا یہ معمول تھا۔ کہ ہر وقت آپ با وضو رہتے تھے۔ اگر رفع حاجت کو تشریف لے جاتے تو اس کے بعد فوراً آپ وضو فرما لیتے۔ وضو کا طبّی پہلو اپنے اندر ایک بیش بہا فائدہ رکھتا ہے۔ کہ کس طرح حضور نے وضو کے ذریعہ حفظ صحت کے اصولوں کی تعلیم دی ہے۔

مثلاً یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ خراب متعفن گیسیں، اور بیماریوں کے جراثیم ہوا کے ساتھ ناک، منہ اور آنکھ کے ذریعہ وقتاً فوقتاً پہنچتے رہتے ہیں۔ لیکن وضو میں ناک کو اندر سے دھونا، اور ایسا ہی غرغرہ کرنا سنّت ہے، جو ذرّات ناک کے اندر رک گئے ہوں۔ وہ وضو کے وقت جب ناک اندر سے دھویا جاتا ہے صاف ہو جاتے ہیں۔

آج طبّی دنیا میں تمام امراض کی جڑ دانتوں کی بے احتیاطی کو قرار دیا جاتا ہے جو لوگ حفظِ صحت سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ اور انہیں جدید طبی تحقیقات کو عام طور پر پڑھنے کا شوق ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ اس وقت یورپ اور امریکہ کے ڈاکٹروں کا عام رجحان اس طرف ہو رہا ہے کہ تمام بیماریاں دانتوں کے ذریعہ پیدا ہوتی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ منہ کے اندر دانتوں کی وجہ سے ایک قسم کی کثافت اور غلاظت جمع ہو جاتی ہے۔ اور جو ہوا سانس کے ذریعہ اندر جاتی ہے۔ وہ اس کو بھی گندہ اور زہر آلود کر دیتے ہیں۔ اور غذا کو بھی زہر آلود کر دیتے ہیں۔ جن سے ہر قسم کی امراض پیدا ہو جاتی ہیں۔ یہ نظریہ آج پیدا ہؤا ہے۔ اور اس امر پر زور دے رہے ہیں۔

marfat.com

کر دانتوں کو صاف رکھا جائے۔ اگر ان کے صاف رکھنے کا کوئی انتظام نہ ہو اور ان میں خرابی شروع ہو تو نکال ہی دینا چاہیئے۔

مگر میرے دوستو! نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھو کہ حضور نے تقریباً چودہ سو برس پہلے ہی یہ کلیہ دنیا کو سکھایا اور مسواک کی تعلیم دی۔ آپ کا خود یہ طرزِ عمل تھا کہ مسواک کو بڑا پسند فرماتے تھے۔ اور جب باہر تشریف لاتے تو مسواک کرتے۔ تلخ لکڑی کی مسواک زیادہ پسند فرماتے تھے اس میں جو مصلحت ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک تو تلخی سے لعابِ دہن بکثرت خارج ہو کر تمام باریک نالیوں کو اندر سے دھو ڈالتا ہے۔ یہ فائدہ محض مسواک یا غرغرہ سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ خوردبین کے بغیر وہ نظر بھی نہیں آسکتیں۔

دوم تلخ لکڑیوں میں ایک خصوصیت ہے کہ وہ تمام امراض کے کیڑوں اور فاسد ہواؤں کے زہر کو ہلاک کر دیتی ہیں۔ الغرض مسواک سے حضور کو بڑا پیار تھا۔ حتیٰ کہ مرضِ وصال شریف میں بھی آیا ہے۔ آپ نے مسواک کو ترک نہیں فرمایا۔

یہ آپ کی پاکیزہ زندگی کا ایک عملی پہلو ہے۔ کہ آپ جسمانی طہارت کو لازماً عزیز رکھتے تھے۔ اور کوئی عبادت آپ کی نہ تھی۔ جس میں اس کا التزاماً حکم نہ ہو۔ میں کہہ چکا ہوں۔ کہ تمام اعمال کی اصل غرض روحانی تزکیہ تھا۔ پھر مساجد کے متعلق احکام نظافت پر غور کیجئے۔ تو اس موضوع پر اور بھی زیادہ روشنی پڑے گی۔ غسل اور بیت الخلاء۔ کے متعلق آپ کی ہدایات ایسی ہیں۔ کہ ان سے بہتر آج دنیا کا کوئی ماہر طب نہیں دے سکتا۔ رفع حاجت کے لیے جانا انسان کی ایک طبعی ضرورت ہے۔ وہم بھی نہیں آتا۔ کہ اس طبعی ضرورت کے لیے بھی کسی خاص قاعدہ یا حکم کی ضرورت ہونی چاہیئے۔ مگر نبی طاہر و مطہر صلے اللہ علیہ وسلم اس کے متعلق بھی ہدایت فرماتے ہیں۔ کہ بیت الخلاء کس طرح بنانے چاہئیں۔ مکان کے

marfat.com

کس حصّہ میں ہوں۔ اور انہیں صاف رکھا جائے۔ ان ہدایات کے علاوہ آپ نے ایک دعا بھی تعلیم فرمائی کہ جب انسان اس طبعی ضرورت کو محسوس کر کے رفع حاجت کے لیے جائے۔ تو وہ یوں کہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ

اے اللہ میں تجھ سے پلیدیوں اور ناپاکیوں سے
پناہ چاہتا ہوں"

یہ امر ظاہر ہے۔ کہ یہ ایک طبعی خواہش ہے۔ اور قدرت نے انسان میں اس مادہ کو باہر نکال دینے کے لیے ایک جذبہ و قوّت رکھی ہے۔ اور اگر خدا نخواستہ وہ اعضاء اپنا صحیح طور پر کام نہ کریں۔ تو مختلف قسم کے عوارض پیدا ہو جاتے ہیں۔ پس آپ نے اس طبعی جوش کے وقت یہ دعا تعلیم فرمائی۔ جس کا مفہوم یہ ہے:

"مولا کریم جس طرح تو نے یہ ایک طبعی تقاضا میرے اندر رکھ دیا ہے۔ کہ میں اس پلیدی کو باہر نکال دوں۔ ایسی ہی زوردار فطرت ان ناپاکیوں کو دور کرنے کے لیے پیدا فرما جو اخلاقِ فاضلہ اور روحانیت کو نقصان پہنچاتی ہیں"

جاؤ دنیا کے ریفارمروں، ہادیوں، معلّموں اور مصلحتوں کی سوانح عمریاں پڑھو اور دیکھو اور پھر سوچو کہ کسی تعلیم میں اس قدر لطافت و نظافت کے درس پائے جاتے ہیں؟ یہی ایک امر آپ کی پاکیزہ فطرتی اور پاکیزہ سیرتی پر زبردست شہادت ہے اس سے پایا جاتا ہے۔ کہ آپ کس قدر نفاست پسند تھے۔ اور آپ کے لیے ہی یہ سزاوار تھا۔ کہ آپ دنیا کے مزکی ہو کر تشریف لاتے۔ پھر بعد از رفع حاجت یہ دعا تعلیم فرمائی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ

یعنے تمام ستائش اور حمد کا مستحق وہ مولائے محسن ہے جس نے

marfat.com

مجھ سے تکلیف اور دُکھ دُور کیا۔ اور مجھ کو صحت عطا فرمائی۔"

غور کیجئے ! کہ یہ دعا کیسی بر محل اور موزوں ہے۔ ہر شخص جانتا ہے۔ کہ اگر باقاعدہ رفع حاجت نہ ہو۔ اور قبض ہو جائے تو بیسیوں امراض پیدا ہو جائیں۔ اور انسان ہلاک ہو جائے۔ اسی طرح پر اگر اخلاقیات اور روحانیت میں جو غلاظتیں اور کثافتیں ہیں۔ وہ دُور نہ ہوں۔ تو انسان اخلاقی و روحانی طور پر ہلاک ہو جاتا ہے۔

غرض آپ کی عملی زندگی کا یہ مختصر سا پہلو بتاتا ہے۔ کہ آپ طہارت و نظافت کے نہ صرف جسمانی ہی رنگ میں بلکہ روحانی رنگ میں بھی شیدا تھے۔ اور اسی لیے خدا نے آپ کی اتباع کو محبوب الٰہی بننے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حضرات ! آپ نے مولانا حکیم عبدالقادر صاحب کا بیان سُنا۔ اب ان کے بعد ان کے صاحبزادہ مولانا محمد زاہد صاحب بی۔ اے کا وقت ہے۔ اب وہ آپ کے سامنے آئیں گے۔ اور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت مطہرہ پر ہمیں اپنی تقریر سنائیں گے۔ درود شریف پڑھیئے:

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ

حسنِ سیرت

مولانا محمد زاہد بی اے

حمد و صلوٰۃ کے بعد

اُن کی ہر خُو و خصلت پہ لاکھوں سلام

حضرات ! اس وقت میں حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مطہرہ

marfat.com

کے مختلف پہلوؤں پر اختصار کے ساتھ روشنی ڈالوں گا۔ غور سے سنیئے

زمانۂ طفولیت | ابوطالب کی شہادت :

لم ار منہ کذبۃ ولا ضحکا وجاھلیۃ ولا وقفا مع الصبیان

نہیں دیکھا میں نے آپ کو جھوٹ بولتے ہوئے یا ہنسی مذاق کرتے ہوئے، نہ جاہلیت کا کام کرتے ہوئے اور نہ بازاری لڑکوں کے ساتھ میل جول کرتے ہوئے۔"

زمانۂ جوانی | آپ کی صداقت کے متعلق تمام کفارِ قریش نے متفقہ گواہی دی۔

ماجربنا علیک کذبًا۔ بخاری

جب ہرقل نے آپ کے جانی دشمن ابوسفیان سے پوچھا ھل کنتم تتھمونہ" تو اس نے آپ کے سچے اور راست باز ہونے کے متعلق اقرار کیا۔ نضر بن الحرث نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ محمد تم میں بچپن سے پسندیدہ خو، راستبازی و دیانت میں سب سے بڑھ کر ہے۔ اب اسے بُرا کہتے ہو؟ آپ کے چچا ابو طالب جن کے پاس آپ نے بچپن اور شباب کا زمانہ گزارا۔ آپ کی نسبت دوسری شہادت دیتے ہیں : وَابیض یُستسقی الغمام بوجھہ

ثمال الیتامی عصمۃ للارامل۔

آپ کے دشمن امیہ بن خلف کی شہادت :

واللہ ما یکذب محمد اذا حدث

خدا کی قسم! محمد جب بات کرتا ہے۔ تو جھوٹ نہیں بولتا۔

ابو جہل جیسے دشمن کی شہادت۔ کہ آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

انا لا نکذبک بل نکذب ما جئت بہ۔

marfat.com

تعلق باللہ آپ ہر وقت، اُٹھتے بیٹھتے۔ سوتے وقت، جاگتے وقت، کھانے کے وقت، پینے کے وقت گھر میں داخل ہونے، اور نکلنے کے وقت قضائے حاجت اور اس سے فراغت کے وقت۔ وضو کے وقت، رنج وراحت میں۔ بلندیوں پر چڑھتے اور اترتے، سفر پر جانے اور واپسی کے وقت۔ صبح وشام خدا کو یاد کرتے، ایک دم بھی خدا سے غافل نہ رہتے۔ آپ کے ہر ایک کام اور ہر ایک بات میں خدا ہی تھا۔ کَانَ یَذْکُرُ اللّٰہَ فِیْ اَحْیَانِہٖ کُلِّہٖ آپ کثرت سے روزے رکھتے۔ جب کہ آپ کو کہا گیا کہ آپ کو اس قدر عبادت اور مجاہدہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ تو آپ نے فرمایا:

اَفَلَا اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا۔

آپ نے مکہ والوں کو بے کسی میں فرمایا۔ کہ اگر تم سورج میرے دائیں اور چاند میرے بائیں ہاتھ پر رکھ دو۔ پھر بھی میں اپنے کام کو نہیں چھوڑوں گا۔ اپنے چچا کو جواب دیا۔ کہ میں یہ کام نہیں چھوڑوں گا۔ خواہ تم اپنی حفاظت ہٹا لو۔ غارِ ثور میں حضرت ابو بکر کو فرمایا:

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا اُسْکُتْ یَا اَبَا بَکْرٍ اِثْنَانِ اللّٰہُ ثَالِثُھُمَا۔

غزوہ حنین میں آپ نے فرمایا:

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ۔

خشیۃ اللہ آپ عذاب کی جگہوں سے جلدی گزر جاتے۔ جیسا کہ غزوۂ تبوک میں کہا۔ بادل اور آندھی کے وقت، آپ کو سخت گھبراہٹ ہوتی۔ کسوف وخسوف کے وقت دعا فرماتے۔

خدا کے نام کے لیے آپ کی غیرت اُحد کے موقعہ پر ابو سفیان کے مقابل میں پہلے خاموش رہنے کا حکم دیا۔ مگر جب اس نے کہا اعلیٰ ھبل تو آپ خاموش نہ رہ

marfat.com

تھے۔ اور فرمایا۔ کہ اس کا جواب دو۔ اَللّٰہُ اَعْلٰی وَ اَجَلُّ

تعلق باللہ آپ چاہتے کہ آپ کی ازواجِ مطہرات بھی آپ کی طرح دنیا کے مال و متاع سے بے رغبتی اختیار کریں۔ چنانچہ آپ نے ان کو فرمایا:

اِنْ کُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَھَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْکُنَّ وَاُسَرِّحْکُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا۔

سیاسی تعلقات آپ نے جنگ میں کبھی ابتداء نہیں کی:

قَاتِلُوا الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْکُمْ

آپ نے کبھی جنگ میں ابتداء کی اجازت نہیں دی:

فَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِہٖ

آپ نے بوڑھوں۔ عورتوں۔ بچوں۔ درویشوں کو قتل کرنے، باغوں درختوں کے تنوں کے کاٹنے مکانات جلانے، معبدوں کے گرانے سے روکا۔ آپ شب خون نہیں کرتے تھے۔ آپ نے جنگ میں مکر، فریب یا دھوکا یا جھوٹ سے کام کبھی نہیں لیا۔ آپ نے مثلہ کرنے سے منع کیا۔ آپ جہاں گئے۔ معاہدہ امن قائم کیا۔ آپ اپنے دشمنوں کے احساسات کا بھی خیال رکھتے۔ بعض سرداروں کی بیٹیاں جو جنگ میں اسیر ہوتی تھیں ان کو بجائے عام مسلمانوں میں تقسیم کرنے کے آزاد کر دیا۔ حقیقی بڑائی کا معیار تقویٰ کو قرار دیا نہ کہ ذات کو:

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔

بچوں سے پیار اور ان کی تربیت سفر سے واپسی پر بچے آپ کے استقبال کے لیے جاتے تو آپ ان کو آگے اور پیچھے سوار کر لیتے۔ حضرت اسامہ اور حسن

marfat.com

دونوں کو زانو پر بٹھا لیتے۔ جب عورتیں اپنے بچوں کو آپ کے پاس لے جاتیں۔ تو آپ ان بچوں کو خود اپنی گود میں اُٹھا لیتے۔ آپ بچوں سے محبت کی باتیں کرتے:

یَا عُمَیرُ مَا فَعَلَ النُّغَیرُ۔

فرمایا:

"اَکْرِمُوا اَوْلَادَکُمْ"

جب حضرت فاطمہ آپ کی ملاقات کے لیے جاتیں۔ تو آپ کھڑے ہو جاتے۔ اور اپنے پاس بٹھاتے۔ امام حسن کے منہ سے صدقہ کی کھجور نکلوا دی۔ اور فرمایا:

انا لا ناکل الصدقۃ

بچپن میں امام حسن اور حسین کو دعائیں سکھائیں۔ اور خدا کی طرف متوجہ کرایا۔ فرمایا کہ اگر ہاتھ میں کچھ نہ ہو تو بچہ کو مت کہو۔ لے بچہ ادھر آ۔

آپ کا عدل مرضِ وصال میں فرمایا۔ کہ جس کا مجھ سے قصور ہُوا ہو۔ وہ اپنا بدلہ مجھ سے لے لے۔

آپ نے فرمایا:

لَوْ سَرَقَتْ فَاطِمَۃُ لَقَطَعْتُ یَدَھَا۔

اپنے دادا اور چچا کو بغیر فدیہ کے نہ چھوڑا۔ جب وہ قید ہو کر آئے۔ یہودیوں کو بھی آپ کے فیصلوں پر اعتماد تھا۔ اور آپ سے فیصلہ کرانے پر رضا مند تھے۔ ایک مسلمان کو یہود کی شکایت پر سزا دی گئی۔

آپ کی امانت مکہ میں کفار کا حضور کے پاس امانتیں رکھوانا اور ہجرت کے وقت حضور کا ان امانتوں کو حضرت علی کے سپرد کر کے آنا:

marfat.com

كَانَ اَحْسَنَ النَّاسِ قَضَاءً

قرضہ لیتے تو اس سے زیادہ رقم واپس فرماتے۔ حضرت ابوبکر اگرچہ حضور کے دوست تھے۔ مگر اُن کی اُونٹنی کو ہجرت کے وقت مفت استعمال کرنا پسند نہ فرمایا۔ بلکہ قیمت کا فیصلہ فرمایا۔ مسجد کے لیے زمین بلا قیمت پیش کی گئی۔ مگر حضور نے بلا قیمت لینا پسند نہ فرمائی۔ حضور نے کبھی کسی سائل کے سوال کو رد نہیں فرمایا۔ خود بھوکا رہ کر سائل کو کھانا دیتے:

مَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ شَیْئًا قَطُّ فَقَالَ لَا (شمائل ترمذی)

تین دن سے زیادہ مال آپ کے پاس نہ رہتا تھا۔ اموال آتے فوراً تقسیم فرما دیتے۔ نماز میں سونے کا ٹکڑا یاد آیا۔ فوراً گھر گئے۔ صدقہ کر کے واپس لوٹے۔ رمضان میں حضور خصوصیت کے ساتھ سخاوت فرماتے:

"کَانَ اَجْوَدُ مِنَ الرِّیْحِ الْمُرْسَلَۃِ"

حضور نے اپنے لیے کچھ جمع نہیں فرمایا:

"کَانَ لَا یَدَّخِرُ شَیْئًا لِغَدٍ"

کوئی ذاتی جائیداد نہیں چھوڑی:

"مَا تَرَکَ دِرْھَمًا وَلَا دِیْنَارًا"

ایک دفعہ حضور نے بکریوں کی وادی صدقہ میں دے دی۔ ایک دفعہ ایک بدوی کے سوال پر آپ کے پاس جو کچھ تھا دے دیا۔ اس نے واپس جا کر اپنی قوم سے کہا۔ واللہ محمد کو فقر و فاقہ سے بالکل ڈر نہیں۔ حضور نے فرمایا۔ اگر کوئی شخص قرضہ چھوڑ جائے۔ تو اس کا قرضہ میں ادا کروں گا۔ اگر مال چھوڑ جائے۔ تو وہ اس کے وارثوں کے لیے ہے۔

حضور کی قولی پاکیزگی

مَا سَبَّ قَطُّ ۔ مَا عَابَ طَعَامًا قَطُّ ۔

تسبیح و تحمید اور کثرت سے دعائیں کرنا۔

marfat.com

"مَا کَانَ فَاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا"

بد دعا اور لعنت سے اجتناب تھا۔

حضرات! سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے حُسنِ سیرت کا بیان سننے کے بعد اب محبوبِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے حُسنِ صورت کا بیان سُنیئے اور اس موضوع پر جناب مولانا صبغۃ اللہ صاحب لکھنوی اپنے مخصوص انداز میں تقریر فرمائیں گے۔ وہ دیکھئے مولوی صاحب تشریف لے آئے۔

نعرۂ تکبیر! اللہ اکبر   نعرۂ رسالت! یا رسول اللہ

حُسنِ صُورت

مولانا صبغۃ اللہ

حمد و صلوٰۃ کے بعد

اُس خدا بھاتی صورت پہ لاکھوں سلام

حضرات! یارِ غارِ رسول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ دربارِ رسالت میں اکثر عرض کیا کرتے:

"یا رسول اللہ! آپ، کی صورت خود آپ کی رسالت کی گواہ ہے۔ آپ ایسے حسین و دلرُبا ہیں۔ کہ خود بخود آپ، کی طرف دِل کھنچتا ہے۔"

تو حقیقت یہی ہے۔ کہ میرے اللہ نے اپنے محبوب اور میرے آقا کو باطنی، و روحانی کمالات، کے ساتھ ظاہری و صوری وہ رعنائی و زیبائی دی تھی۔ جس کی نظیر نہ دنیا نے پہلے دیکھی تھی۔ نہ بعد میں دیکھے گی۔ بکنے دد

marfat.com

اندھوں اور کور دلوں کو۔ کہ آپ نے اسلام بزور شمشیر پھیلایا" اہل دل سے پوچھو گے۔ تو کہیں گے۔ ہمارا دل اس شاہدِ مدینہ کی زلفِ گرہ گیر کا اسیر اور ہم اس شمشیر ابرو کے کشتہ ہیں ے

خلاص حافظ ازاں زلفِ تابدار مباد
کہ بستگانِ کمندِ تو ہوشیار اند

بس اپنی تمام علمی بے بضاعتیوں، قلم کی کوتاہیوں اور الفاظ کی معذوریوں کے باوجود سطور ذیل میں کوشش کروں گا۔ کہ اس شاہدِ ازلی، اور محبوبِ الٰہی کے حسن کی ایک ہلکی سی جھلک دکھا دوں۔ اس لیے نہیں کہ ے

دل از عشقِ محمد ریش دارم
رقابت با خدائے خویش دارم

بلکہ اس لیے کہ ان کور آنکھوں کو ایک بار پھر منوّر کر لوں۔ اور شاید خدمتِ تصویر کشی کے باعث وہ جمال دل فروز اپنے لیے نظارہ سوز نہیں۔ بلکہ عشق آموز ہو جائے ے

سیکھے ہیں مہ رخوں کے لیے ہم مصوّری
تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہیے

تو محض اس "موہوم تقریب" کی اُمید میں "مانی" بننے کی کوشش ہے۔ گو یہ خوب یاد ہے ے

کہا میں نے نہ کھینچ اس زلف کی تصویر کھینچے گا
نہ مانی بات "مانی" نے مری آخر کو میں مانی

سُنیئے دل تھام کر بلکہ دل کو ہتھیلی پر رکھ کر سنیئے۔

کچھ رعنائیاں | انس بن مالک فرماتے ہیں ،

"آپ لمبے بے ڈول نہ تھے۔ نہ پستہ قد۔ کوتاہ بدن نہ بالکل شلجم

marfat.com

اور سنگِ مرمر کی طرح سفید محض۔ نہ سیاہی مائل سانولے بلکہ چمپئی پیارا رنگ تھا۔ جسم بہت سڈول اور اعضاء متناسب تھے۔ موہائے مبارک نہ حبشیوں کی طرح کج مج نہ سیدھے اور سخت ایک دل باختہ اور مدینہ کے محبوب کے محب براء بن عازب کہتے ہیں "میرا محبوب بہت ہی متناسب الاعضاء تھا۔ اس کے شانے چوڑے تھے۔ لمبی لمبی زلفیں شانوں پر بل کھایا کرتی تھیں۔ پیدا کرنے والے کی قسم آپ سرخ حلہ پہن کر ایسے حسین معلوم ہوتے کہ شمس و قمر کیا دنیا کی کوئی چیز اتنی حسین نہ تھی۔ اور اس ادا میں جب آپ نکلتے۔ تو آپ سے زیادہ کوئی پیارا نظر نہ آتا"

قربان میرے ماں باپ آپ کے پیارے اور ادا شناس بھائی علی مشکل کشاء پر خوب فیصلہ کر دیا۔ اور بالکل پتے کی بات کہہ دی؛

"آپ متناسب الاعضاء تھے۔ ہتھیلیاں پوری تھیں۔ قدم مبارک فراخ تھے۔ سر مبارک بڑا تھا۔ جب چلتے تو یہ معلوم ہوتا کہ بلندی سے اتر رہے ہیں۔ اور آپ کے جمالِ جہاں آراء کے متعلق بہت کچھ کہا جا سکتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ میں نے (حضرت علی رض) نے نہ آپ جیسا آپ سے پہلے دیکھا نہ یہ آنکھیں آپ کے بعد آپ جیسا دیکھیں گی"

ہند بن حالہ آپ کے ربیب تھے۔ یہ بڑے مزے میں جھوم جھوم کر مست ہو ہو کر ہمیشہ آپ کے حسن و جمال کی تصویر کشی کیا کرتے ایک بار میری طرح ایک طالبِ دیدار نے ان کو زیادہ ستایا۔ تو یہ بلبلِ باغ مدینہ یوں چہکتا ہے؛

"میرا رسول سب کا چہیتا۔ اور بزرگ تھا۔ چہرہ مبارک مثل چاند کی چمکتا تھا۔ بال لمبے لمبے تھے۔ کبھی مانگ نکلتی تو دشمنوں

marfat.com

کے دلوں کو مانگ لیتی۔ زلفیں کان کی لوؤں سے آگے نہیں بڑھیں رنگ چمپئی تھا۔ پیشانی کشادہ۔ بھویں بڑی اور کٹیلی تھیں۔ناک۔ ستواں۔ نور اس طرح چہرۂ زیبا سے ٹپکا کرتا کہ سرسری نظر سے بھی معلوم ہو جاتا۔ ریش مبارک گھنی۔ رُخسار رنگین۔ نازک چہرہ بڑا۔ گردن گٹھی ہوئی ایسی پیاری جیسے ایک چاندی کی ترشی ہوئی مورت۔ ہوتی ہے شکم مبارک برابر۔ سینہ چوڑا۔ گردن مبارک سے ناف شریف تک ایک مہین سا خط تھا۔ سینہ مبارک۔ بالوں سے صاف تھا۔ شانے اُبھرے ہوئے تھے۔ بازو طویل اور ہتھیلیاں وسیع تھیں۔ انگلیاں بڑی۔ چلتے تو اس طرح معلوم ہوتا کہ زمین پر پاؤں پڑتا ہی نہیں۔ پائے مبارک بھرے بھرے تھے۔ اور ایسا معلوم ہوتا۔ کہ ان سے پانی کا چشمہ جاری ہے۔ زور زور سے نہ چلتے۔ پھر بھی تیز چلتے۔ جب کبھی کسی کی طرف ملتفت ہوتے۔ تو دفعتاً مڑ جاتے۔ نظریں نیچی اور شرمیلی تھیں۔ بجائے آسمان کے اکثر نظر مبارک زمین پر رہتی۔ اور جس کسی سے ملتے پہلے اس کو سلام کرتے۔"

خدا تم کو بڑے درجے دے اے جابر بن سمرہ کیا مزے کی سچی بات کہی ہے:

"ایک بار چاندنی خوب کھلی ہوئی تھی۔ چاند پورے جوبن پر تھا۔ رات روشنی سے دن معلوم ہو رہی تھی۔ کہ اس عرصہ میں بی بی آمنہ کا چاند سُرخ حلہ پہنے ہوئے باہر نکلا۔ میں کبھی چاند کی طرف دیکھتا اور کبھی اس چہرۂ زیبا کی طرف تو جھوٹ نہ کہوں گا۔ آپ، چاند سے زیادہ خوبصورت اور جمیل تھے۔"

marfat.com

مُہرِ نبوّت

آپ کی نبوّت کی بالکل واضح سند مہرِ نبوت تھی۔ مختلف زیارت کرنے والوں نے اس کا حال لکھا ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن سرجس راوی ہیں:

"ایک بار میں دربارِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اور حضور کو صحابہ اس طرح اپنے حلقہ میں لیے تھے۔ جیسے چاند کو ہالہ۔ تو میں حضور کے گرد گھومنے لگا۔ غلام نواز آقا سمجھ گیا اور پشت مبارک سے چادر اٹھادی۔ تو میں نے دیکھا کہ دونوں شانوں کے ٹھیک بیچوں بیچ ایک گٹھی ہوئی سی چیز تھی۔ جس کے ارد گرد بہت سے تل تھے۔ یہی مہرِ نبوت تھی"

موہائے مبارک

اوپر آپ سن چکے ہیں کہ موہائے مبارک نہ زیادہ گھنے تھے۔ اور نہ اُلجھے ہوئے تھے۔ نہ بالکل سیدھے بلکہ کچھ گھونگر لئے ہوئے تھے۔ بالوں کی درازی مختلف رہی ہے۔ کبھی وہ نصف گوش تک ہوتے۔ کبھی کانوں کی لووں تک اور کبھی اس سے بھی زیادہ دراز۔ ابتداء میں حضور سر مبارک میں مانگ نہیں نکالتے تھے۔ لیکن بعد میں مانگ بھی نکال لیا کرتے تھے۔ ان بالوں میں ایک روز بیچ کر کے کنگھی کی جاتی۔ مگر ان میں تیل بہت ڈالا جاتا۔ یہاں تک کہ سر مبارک پر جو کپڑا ہوتا، اس سے تیل لگ جاتا۔

۶۳ برس کی عمر میں پردۂ ظاہری فرمایا ہے۔ لیکن اس کے باوجود صرف چند بال سر مبارک میں سفید تھے۔ اور یہ اتنے کم تھے۔ کہ جب آپ تیل لگا کر کنگھی کرتے تو وہ چھپ جاتے اور ان کا پتہ نہ چلتا۔ بعض لوگوں کا یہ بھی بیان ہے۔ کہ آپ نے حنا بھی لگائی ہے۔ مگر موہائے مبارک کی یہ سفیدی ضعفِ پیری سے نہیں۔ بلکہ خشیتِ ایزدی سے تھی۔ چنانچہ خود ارشاد ہوتا ہے:

marfat.com

"مجھے سورۂ ہود، واقعہ، والمرسلات، عم یتسائلون، اوراذا الشمس
سورت نے بوڑھا کر دیا۔"

ناظرین جانتے ہیں۔ کہ ان سورتوں میں زیادہ تر روز قیامت، اور عذابِ الٰہی کا ذکر ہے۔

چشمِ سرمگیں حضور کے پاس ایک سلائی تھی۔ جس سے آپ ہر شب کو سوتے وقت، ہر آنکھ میں تین بار سرمہ لگاتے۔ یہ سرمہ اثمد کا ہوتا اور اسی سرمہ کو لگانے کی امت کو بھی کئی بار تاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں:

"اثمد کے سرمہ کی پابندی کرو۔ کہ یہ بصر کو جلا دیتا اور بالوں کو اگاتا ہے۔"

لباس مبارک لباس مبارک مختلف انداز کے رہے ہیں۔ قمیص (کرتہ) حضور کو تمام لباسوں میں بہت پسند تھا۔ قمیص، عمامہ اور ردا (چادر) بھی ملبوسات میں تھے۔ یمنی چادر کو بھی بہت رغبت سے اوڑھتے۔ سُرخ حُلّے میں بھی دیکھنے والے خوش نصیبوں نے دیکھا۔ سبز چادر بھی اوڑھی ہے۔ سیاہ بالوں نے کملی بھی بہت بار اوڑھی ہے۔ کپڑوں کے رنگوں میں سب سے زیادہ سفید رنگ محبوب تھا۔ چنانچہ ہمیں بھی ہدایت فرمائی ہے۔ سفید کپڑے اختیار کرو۔ ان ہی کو تمہارے زندہ پہنیں اور ان ہی سے تمہارے مردے کفنائے جائیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے ؂

قدرعنا کی ادا جامۂ زیبا کی پھبن — سرمگیں آنکھ غضب ناز بھری وہ چتون
وہ عمامہ کی سجاوٹ وہ جبینِ روشن — اور مکھڑے کی تجلّی وہ بیاض گردن
وہ عبائے عربی اور وہ نیچا دامن — دلبرایانہ وہ رفتار وہ بے ساختہ پن

مردہ بھی دیکھے کرسے پہا گریبان کفن　اُڑ چلے قبر سے بنیاب زباں پر یہ سخن

مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

حضرات! اب آپ کا یہ خادم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے مزاح اقدس کے متعلق کچھ عرض کرتا ہے۔ ہمارے آقا و مولیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ میں ہمارے لیے زندگی کے ہر شعبہ کی رہنمائی موجود ہے۔ آج جہاں ہم میں اور کئی قسم کی خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں۔ وہاں دلخراش طنزیات، یاوہ گوئی۔ گندہ، فحش اور بیہودہ مذاق بھی ہماری تہذیب کا گویا ایک جزو لازم بن چکا ہے۔ مثال کے طور پر آپ نئی تہذیب کا "عطیہ" اپریل فول" ہی دیکھ لیجئے۔ بڑے بڑے حاملانِ تہذیب اس نام سے بیہودہ مذاق اور کذب بیانی کا ارتکاب کرتے ہیں۔ حالانکہ اس غیر اسلامی تہذیب کے نتائج بعض اوقات مہلک بھی ثابت ہوتے ہیں۔ مگر تہذیب نو کے عقلمند بیوقوفوں کا مذاق کچھ ایسا بگڑ چکا ہے۔ کہ وہ ان نتائج بد کو بھی اپنی تہذیب کا شاہکار سمجھ کر بجائے نادم و تائب ہونے کے ان پر فخر کرتے ہیں۔ اس غیر اسلامی تہذیب کے مقابلہ میں ہمارے حضور کا ارشادِ رحمت بنیاد ہے۔

لا تمار اخاک ولا تمازحہ ولا تعدہ موعداً فتخلفہ (ترمذی)

اپنے بھائی سے خصومت نہ کر۔ اور اس سے ایسا مذاق نہ کر جو اسے تکلیف دے۔ اور ایسا وعدہ نہ کر جسے تو پورا نہ کر سکے۔"

اور ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

لا یبلغ العبد صریح الایمان حتی یدع المزاح والکذب (ترغیب و ترہیب)

آدمی خالص ایمان تک نہیں پہنچتا۔ جب تک ٹھٹھہ اور جھوٹ نہ چھوڑ دے۔"

marfat.com

سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسی ہی اپنی مقدّس تعلیم سے اپنے غلاموں کو صداقت شعار و پیکرِ وفا و ایثار بنایا تھا۔ ہمارے اسلاف کی مقدّس زندگیاں اس حقیقت پر گواہ ہیں۔ چنانچہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کیمیائے سعادت میں لکھا ہے۔ کہ ایک صحابی کو آشوبِ چشم کا عارضہ ہو گیا۔ تو ان کے کچھ احباب ان کی مزاج پُرسی کے لیے آئے۔ انہوں نے دیکھا کہ آنکھ میں کچھ میل جمع ہے۔ جسے صاف نہیں کیا گیا۔ احباب نے پوچھا کہ آنکھ کو صاف کیوں نہیں کیا گیا؟ تو فرمایا۔ کل معالج نے کہا تھا۔ کہ آنکھ کو ہاتھ مت لگانا۔ میں اس سے وعدہ کر چکا ہوں۔ کہ نہیں لگاؤں گا۔ اب آنکھ کو صاف کرنے کے لیے ہاتھ اٹھاتے ہوئے ڈرتا ہوں کہ صاف کرتے میں ہاتھ آنکھ کو ضرور لگے گا۔ تو اس صورت میں میرا وعدہ جھوٹا نہ ہو جائے۔ دیکھا آپ نے! کس قدر احتیاط ہے۔ اور آج یہ عالم ہے کہ بیسیوں جھوٹ بولتے سنتے ہیں۔ اور پتہ تک نہیں چلتا۔ کہ جھوٹ ہو گیا دیکھ لیجئے۔ کوئی صاحب کہیں جا رہے ہیں۔ اور اب ان سے پوچھیں صاحب! کہاں جا رہے ہیں آپ؟" تو جواب ملے گا" کہیں بھی نہیں"۔ حالانکہ کہیں نہ کہیں جا تو یقیناً رہے ہیں۔ یوں ہی کوئی صاحب کام کر رہے ہیں۔ اور آپ پوچھیں کیا کر رہے ہیں۔ صاحب آپ؟ تو جواب ملے گا" کچھ بھی نہیں"۔ حالانکہ کچھ نہ کچھ تو وہ کر رہے ہیں۔ اسی طرح ایک صاحب کھڑے ہوں۔ اور آپ ان سے کہیں۔ بیٹھ جائیے! تو کہیں گے" بیٹھا ہوا ہی ہوں"۔ حالانکہ وہ کھڑے ہوئے ہیں۔

تو حضرات! میرا مقصد یہ ہے۔ کہ سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو حق پرست۔ صدق شعار اور راست گفتار بنایا ہے۔

marfat.com

مسلمان کسی وقت بھی حق و صداقت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتا۔ حتیٰ کہ اس کا مزاح بھی خلافِ واقعہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے مزاح میں بھی ہماری رہنمائی فرمائی ہے۔ کتب احادیث میں باب المزاح بھی ملتا ہے۔ مگر ہمارے مقدس آقا کا یہ مزاح بھی کچھ ایسا مقدس مزاح ہے۔ جس میں دل شکنی کا پہلو نام کو بھی نہیں ملتا۔ اور انتہائی پاکیزہ اور صداقت و واقعہ کی ایک ایسی سچی تصویر جس میں خلافِ واقعہ کا کوئی داغ تک نہیں۔ چنانچہ اپنے حضور کے مزاح شریف کے چند واقعات سُنیئے اور تسکین حاصل کیجئے۔ پڑھیئے درود شریف

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ — الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاح و تبسم

ابوالنور محمد بشیر

جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں
اس تبسّم کی عادت پہ لاکھوں سلام

حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک بڑھیا نے درخواست کی۔ حضور میرے لیے جنت کی دعا فرمائیے۔ ارشاد فرمایا:

لَا تَدْخُلُ الْجَنَّۃَ عَجُوْزٌ

یعنی کوئی بڑھیا جنت میں نہ جائے گی۔

وہ بڑھیا حیران ہو کر رونے لگی۔ حضور نے متبسّم ہو کر فرمایا۔ روتی کیوں ہو۔

قرآن میں کیا ارشادِ خدا نہیں پڑھا؟

marfat.com

اِنَّا اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَاءً فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ۝

یعنی ہم جنتی عورتوں کو نوجوان بنا دیں گے۔

تو میرا مطلب بھی یہ ہے۔ کہ جنت میں کوئی بوڑھی عورت نہ جائے گی۔ بلکہ بوڑھی بھی جوان ہو کر جائے گی۔ بڑھیا یہ سن کر مسکرا پڑی۔
(مشکوٰۃ شریف ص ۴۰۸)

ایک مرتبہ حضور علیہ السلام نے ایک شخص سے دریافت فرمایا کہ:

"بتلاؤ تمہارے ماموں کی بہن تمہاری لگی؟"

وہ شخص سر نیچے جھکا کر سوچنے لگا۔ حضور مسکرائے اور فرمایا:

"کیا تم اپنی ماں کو بھول گئے۔"

ایک دفعہ ایک موقعہ پر جب کہ آپ صحابہ کرام میں گھوڑے اور اونٹ تقسیم فرما رہے تھے۔ ایک صحابی کے لیے فرمایا:

"کہ انہیں بھی ایک اونٹ کا بچہ دے دو۔"

اس صحابی نے عرض کی یا رسول اللہ! میں اونٹ کا بچہ لے کر کیا کروں گا؟ مجھے اونٹ عطا فرمائیے۔ حضور نے مسکرا کر فرمایا:

"وَهَلْ تَلِدُ الْاِبِلُ اِلَّا النُّوْقَ"

"یعنی بڑا اونٹ بھی اونٹ ہی کا بچہ ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ حضور علیہ السلام، صدیق اکبر، اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کھجوریں تناول فرما رہے تھے۔ کہ حضور نے کھجور کی گٹھلیاں حضرت علی کے آگے رکھنا شروع کر دیں۔ صدیق اکبر نے بھی ایسا ہی کیا۔ اس پر حضور مسکرائے۔ اور فرمایا:

"کھجوریں زیادہ کس نے کھائیں؟ صدیق بولے۔ حضور دیکھیئے۔ گٹھلیوں کا ڈھیر کس کے آگے ہے۔ حضرت علی بولے۔ حضور میں گٹھلیوں سمیت نہیں کھاتا رہا۔"

marfat.com

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

"جس زمانہ میں میں لاغر اور ہلکے پھلکے بدن کی تھی۔ اتفاقاً ایک سفر میں حضور کے ساتھ گئی۔ چلتے چلتے حضور نے مردوں کو حکم دیا۔ کہ تم سب آگے بڑھ جاؤ۔ اور مجھ سے فرمایا۔ آؤ ہم تم پیدل دوڑیں۔ دیکھیں تو کون آگے نکل جاتا ہے۔ چنانچہ میں آپ کے ساتھ دوڑی۔ اور آپ سے آگے نکل گئی۔ حضور خاموش ہو رہے۔ یہاں تک کہ ایک بار پھر سفر کا اتفاق ہوا۔ میں اس زمانہ میں ذرا فربہ اندام ہو چکی تھی۔ آپ نے فرمایا آج پھر ہم تم دوڑیں۔ اور دیکھیں۔ آج کون آگے نکل جاتا ہے۔ میں آپ کے ساتھ دوڑی۔ اس مرتبہ آپ مجھ سے آگے نکل گئے۔ اور متبسم ہو کر فرمایا۔ عائشہ! وہ باری اتر گئی۔ اب ہم تم برابر ہو گئے۔"

(بخاری و مشکوٰۃ ص ۲۷۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضور نے مجھے ان لفظوں سے مخاطب فرمایا:

"یَاذَالاُذُنَیْنِ"

اے دو کانوں والے۔ (ترمذی)

اسی طرح حضور علیہ السلام صحابہ کرام کے بچوں سے خوش طبعی فرمایا کرتے تھے۔ ایک صحابی کے لڑکے کا نام ابو عمیر تھا۔ اور اس نے ایک چھوٹا سا پرندہ نغیر (بلبل یا بیا) پال رکھا تھا۔ اتفاقاً وہ پرندہ مر گیا۔ ابو عمیر کو بڑا ملال ہوا۔ حضور علیہ السلام ان کے گھر تشریف لائے۔ اور خوش طبعی سے فرمایا:

marfat.com

يَا اَبَا عُمَيْرُ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ ۔

یعنی اے ابا عمیر! تیرے پرندے نے کیا کیا؟ اسے کیا ہوا؟ وہ کیوں مرگیا۔ سرکار کے اس مقدّس اور خوش کن جملے سے ابو عمیر اور اس کے متعلّقین بڑے خوش ہوئے۔"

(مشکوٰۃ شریف ص ۴۰۸)

حضرات! اب اس محفل میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں شکر پارے تقسیم کیے جاتے ہیں۔

شکر پارے

زدست ابوالنور محمد بشیر

مجلس میلاد شریف

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاءَ یَوْماً فَجَعَلَ اَصْحَابُہٗ یَتَمَسَّحُوْنَ بِوُضُوْئِہٖ فَقَالَ لَھُمُ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَا یَحْمِلُکُمْ عَلٰی ھٰذَا قَالُوْا حُبَّ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ۔ مشکوٰۃ شریف ۴۱۶

ایک دن حضور صلے اللہ علیہ وسلم وضوء فرما رہے تھے اور صحابہ کرام آپ کے وضوء کے گرتے ہوئے پانی کو لے کر اپنے (مونہوں اور سینوں) پر ملتے تھے۔ حضور نے فرمایا تم ایسا کیوں کرتے ہو؟ اُنہوں نے عرض کی:" اللہ اور اس کے رسول کی محبت سے۔"

معلوم ہوا۔ کہ محبوب کا حکم نہ بھی ہو تو بھی جو تعظیم و محبت کی بات محبت سے کی جائے وہ جائز بلکہ سنّت صحابہ ہے۔ فلہذا

marfat.com

مجلسِ میلاد شریف کے جواز و استحسان کی ایک دلیل یہ بھی ہے۔ کہ ہم یہ مجلس محبّت سے منعقد کرتے ہیں۔

قرآن و نعت خوانی

قال رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زَیِّنُوا القرآن بِاَصْوَاتِکُمْ۔ (مشکوٰۃ شریف ص۱۸۳)

یعنے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ قرآن شریف کی تلاوت خوش آوازی سے کرو۔"

کَانَ رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہ علیہ وسلم یَضَعُ لِحَسَّانَ مِنْبَرًا فِی الْمَسْجِدِ یَقُوْمُ عَلَیْہِ قَائِمًا یُفَاخِرُ عَنْ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مواہب لدنیہ)

حضور علیہ السلام حضرت حسّان رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد میں منبر رکھ دیا کرتے تھے۔ جس پر کھڑے ہو کر وہ حضور کی ذات با برکات پر (نظم و نثر میں) فخر کیا کرتے تھے۔"

معلوم ہُوا! کہ مجلسِ میلاد شریف میں خوش آوازی سے تلاوتِ قرآن کرنا۔ نعت خوانی اور نثر میں ذکرِ رسول کرنا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل ہے۔ اور اس مجلس کا تتبع ہے جو مجلس بمرضئ حضور علیہ السلام حضرت حسّان سے ذکرِ رسول سُننے کے لیے منعقد کی جاتی تھی۔

وعظ و تذکیر

ارشادِ خداوندی ہے:

"وَذَکِّرْ فَاِنَّ الذِّکْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ"۔

یعنے وعظ و تذکیر فرمایئے کہ یہ چیز مومنوں کے لیے نافع و مفید ہے۔"

marfat.com

معلوم ہوا۔ کہ مجلسِ میلاد شریف میں واعظ جو مسلمانوں کو وعظ وتذکیر کرتا ہے۔ یہ ارشادِ خدا کی تعمیل ہے۔

کھانا کھلانا اور شیرینی بانٹنا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَفْشُوا السَّلَامَ وَ اَطْعِمُوا الطَّعَامَ ۔ (ابن ماجہ)

اسلام پھیلاؤ اور کھانا کھلاؤ۔

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یُحِبُّ الْحَلْوَاءَ وَالْعَسَلَ ۔ مشکوٰۃ ص ۳۵۶

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو میٹھی چیز یعنے شیرینی اور شہد سے محبت تھی۔"

معلوم ہوا۔ کہ بتقریب میلاد شریف بھی عام کھانا پکا کر کھلانا تعمیلِ ارشادِ نبوی ہے۔ اور مسلمانوں کا شیرینی بانٹنا، کھانا اور کھلانا ایک ایسی چیز سے محبت کا اظہار ہے۔ جس سے حضور کو بھی محبت تھی۔

خوشبو قَالَ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حُبِّبَ اِلَیَّ مِنْ دُنْیَاکُمْ ثَلٰثٌ اَلطِّیْبُ ۔ وَ النِّسَاءُ وَجُعِلَتْ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ ۔ (منبہات)

حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ مجھے تمہاری دنیا سے تین چیزیں محبوب و مرغوب ہیں۔ خوشبو۔ حلال عورتیں اور آنکھوں کی ٹھنڈک تو نماز میں ہی ہے"

معلوم ہوا۔ کہ مجلسِ میلاد شریف میں لوبان سلگانا اور گلاب چھڑکنا حضور علیہ السلام کی محبوب چیز کا استعمال کرنا ہے۔ اور حضور کی چہیتی شے کو اپنانا ہے۔

قیام ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر منافقین نے جب تہمت لگائی اور خدا نے اس تہمت سے

marfat.com

ام المومنین کو بری کرنے کے لیے حضور علیہ السلام پر جب وحی نازل فرمائی۔ تو حضور علیہ السلام نے تشریف لا کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

"اے عائشہ! اللہ نے تم کو بری کر دیا۔"

یہ بشارت سن کر ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ماں نے حضرت عائشہ صدیقہ سے کہا:

قُومِی اِلَیہِ صلی اللہ علیہ وسلم۔

یعنے (اس بشارت کے شکریہ میں) حضور کی طرف کھڑی ہو جاؤ۔"

(بخاری شریف جلد ۲ ص ۶۹۸)

معلوم ہوا کہ خوشی کی خبر سن کر کھڑا ہو جانا حدیث سے ثابت ہے۔ اور جس طرح مسلمانوں کی ماں خوشی کی خبر سن کر کھڑی ہو گئیں۔ ہم بھی بشارت ولادت سن کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔

سلام

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی!

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔

اے ایمان والو! میرے محبوب پر صلوٰۃ و سلام بھیجو۔"

معلوم ہوا کہ مجلس میلاد شریف میں بیٹھے بیٹھے بھی اور قیام میں بھی ہم جو صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہیں۔ خدا کے ارشاد کی تعمیل ہے۔

marfat.com

حضرات! لیجئے اب چند نمک پارے بھی حاضر ہیں۔ تاکہ حلاوت کے بعد ملاحت سے بھی آپ لطف اندوز ہو سکیں۔

نمک پارے

زدستِ بشیر

مولوی ظفر علی خاں نے اپنے اخبار زمیندار کا پیغمبر نمبر نکالا۔ اور اس کے لیے اکبرالہ آبادی کو لکھا۔ کہ وہ حضور کی ولادت کے متعلق اپنا کوئی شعر لکھ کر بھیجیں۔ اکبرالہ آبادی نے جواب میں لکھا ؎

عہدِ انگلش میں ہے ہر چیز کے اندر نمبر
کیا تعجب ہے جو نکلا ہے پیغمبر نمبر

اور لکھا۔ کہ طبیعت حاضر نہ تھی تاہم یہ چار مصرعے حاضر ہیں ؎

مہر و مہ خوش ہیں روز خوش شب خوش
وحشیِ دشت خوش مہذّب خوش
ہیں غرض آپ کی ولادت سے
مسٹر ابلیس کے سوا سب خوش

اکبرالہ آبادی کی اس رباعی کے بعد میری بھی رباعی سن لیجئے ؎

جشن میلادِ نبی ہر جگہ ہوتا دیکھا
بدنصیبوں کا نصیبہ جو تھا سوتا دیکھا
ساری مخلوق مسرت میں نظر آتی ہے!
ایک ابلیس لعین ہے جسے روتا دیکھا

---

marfat.com

قیام کے متعلق میری یہ رباعی پڑھیئے ۔

نجدی بھی بھاگ جانے کو فوراً کھڑا ہوا
جب ہم کھڑے ہوئے کہ پڑھیں مل کے سب سلام
"ہونا کھڑا" یہی تو ہے معنی قیام کا
نجدی سے بھی کرالیا اللہ نے قیام

"جلسہ میلاد" کے عنوان پر میں نے لکھا ہے ۔

یہ مدرسے ۔ اسکول ۔ یہ اخبار ۔ رسالے
سرکار نے کھولے ؟ یا صحابہ نے نکالے
یہ مرغ مسلّم یہ متنجن کے نوالے
سرکار نے کب کھائے ہیں کر پیش حوالے
تم جو بھی کرو بدعت وایجاد روا ہے
اور ہم جو کریں جلسۂ میلاد برا ہے

اب ایک بڑا سانمک پارہ ملاحظہ فرمایئے ۔ یہ بھی میں نے تیار کیا ہے اور اس کا نام میں نے رکھا ہے ۔ ایٹم کا دھماکہ ۔ لیجئے اب ایٹم کا دھماکہ سنیئے ۔

خدا کی بندگی تو نام لینا مصطفےٰ کا ہے
جو اس کو شرک کہتا ہے وہ کب بندہ خدا کا ہے
ہمارے واسطے ہے زندگی نعرہ رسالت ، کا
عدو کے واسطے لیکن یہ ایٹم کا دھماکہ ہے
لگاتے ہی یہ نعرہ بھاگتے آئے نظر دشمن
ہوا معلوم کہ یہ نام دافع ہر بلا کا ہے

marfat.com

سنائے نہ کوئی یٰسین مرتے دم بھی نجدی کو
کہ یہ منکر ندا کا اور اس پہ لفظ "یا" کا ہے

مٹھائی محفلِ میلاد کی یہ کس طرح کھائے
کہ اس بدبخت کو چسکا تو کوّے کی غذا کا ہے

معاذ اللہ یہ محفل ہے کنہیا کے جنم جیسی
یہ مفتی ہے کہ اک والنٹیئر ہندو سبھا کا ہے

یہ رُو، تند خو۔ اور سر منڈا اور سر بسر فتنہ
یہ گستاخِ نبی کا مختصر سا ایک خاکہ ہے

ہے تفسیر ذیابٌ فی ثیابٍ یہ تیری صورت
ترا حلیہ مجھے معلوم ہے مکر و ریا کا ہے

فریبِ اہلِ باطل سے ہمیں آگاہ فرمایا!
یہ اہلِ حق پہ احسان و کرم احمد رضا کا ہے

یہاں تفسیر "ما زاغ البصر" سے چشم و دل روشن
وہاں اندھوں میں نکرہ "زاغ" اور اس کی غذا کا ہے

نہ کیوں منکر ہو تعظیمِ محمد سے بھلا منکر
سبق شیطان نے اُس کو پڑھا رکھا "ابیٰ" کا ہے

بشیر اشعار تیرے باعثِ تقویتِ حق ہیں
کہ انجکشن تیرا ہر شعر باطل کی وبا کا ہے

ایک اور بڑا نمک پارہ حاضر ہے۔ یہ بھی میں نے ہی تیار کیا ہے۔ لیجئے قبول فرمایئے

تعالےٰ اللہ کسی کا نور کچھ اس شان سے چمکا
منوّر ہو گیا ہے جس سے ذرّہ ذرّہ عالم کا

مسلماں کے لیے میلاد کا دن عید کا دن ہے
کئی ایسے ہیں جن کے حق میں ہے یہ دن محرّم کا

marfat.com

جو امرِ خیر پر بدعت کا فتویٰ تھوک دیتا ہے
ہے اس خشکی کے مارے کو مرض بدعت کی بلغم کا
مٹھائی محفلِ میلاد کی کہتا ہے بدعت ہے
مگر بٹنے لگی جس دم تو لینے کو بھی آ دھمکا
خدا کے نور کو گستاخ اپنی مثل کہتا ہے!
مماثل بن رہا ہے گندہ پانی آبِ زمزم کا
ہمارا نعرۂ تکبیر پھر نعرہ رسالت کا!
دھماکہ ہے کسی کے واسطے گویا یہ ایٹم کا
بشیرؔ اپنی دعا ہے جب مروں تو نعرۂ آخر
ہو صلی اللہ علیک یارسول اللہ وسلم کا!

حضرات! اب یہ محفلِ پاک ختم ہونے کو ہے۔ اس وقت میرا میلاد شریف کے عنوان پر بیان ہوگا۔ اور پھر قیام و سلام ہوگا۔ ذوق و شوق اور ادب و تعظیم سے اپنے آقا و مولیٰ صاحبِ لولاک کے میلاد شریف کا ذکرِ پاک سنیئے۔ اور پھر قیام و سلام کے لیے تیار رہیئے۔

میلاد شریف

ابوالنور محمد بشیر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ رَّحْمَۃٍ لِّلْعَالَمِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتَابٌ مُّبِیْنٌ ۔

marfat.com

حضرات! اس آیت کریمہ میں اللہ تعالے نے اپنے محبوب پاک صلے اللہ علیہ وسلم کا لفظ "نور" سے ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ تفسیر ابو السعود اور فتح البیان میں لکھا ہے کہ:

"یہاں نور سے مراد حضور علیہ السلام ہی ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہی وہ نور ہے۔ جو آفتاب و مہتاب کے نور سے بھی لاکھوں درجہ زیادہ ہے۔ آفتاب ایک حد کے بعد گھٹنے لگتا ہے۔ مگر نور محمدی ہر آن دن دُونا، رات چوگنا ہے"۔

چنانچہ اللہ فرماتا ہے:

"وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی"

اے محبوب! تمہاری ہر پچھلی گھڑی پہلی گھڑی سے بہتر ہے"۔

یعنی دن بدن تمہارے مدارج ترقی پر ہیں۔ آفتاب شب کو زمین کی آڑ میں چھپ کر عالم میں اندھیرا پھیلاتا ہے۔ مگر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے پردہ فرمانے کے بعد بھی عالم میں بے حد نور پھیلایا۔ خدا تعالے نے اسی مقدّس نور کا ذکر فرمایا ہے اور یہ نور وہ ہے۔ جسے اللہ تعالی نے ہر مخلوق سے پہلے پیدا فرمایا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ حضور نے خود فرمایا:

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ (مواہب لدنیہ)

سب سے پہلے اللہ نے میرے نور کو پیدا فرمایا"۔

حضرات! بظاہر تو حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش مبارک پہلے معلوم ہوتی ہے۔ مگر حقیقت میں ہمارے حضور آدم علیہ السلام سے

marfat.com

بھی پہلے پیدا فرمائے گئے۔ خدا تعالیٰ نے حضور پُر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے وجود با جود سے سلسلۂ کائنات شروع فرمایا۔ اس موقعہ پر اعلیحضرت قدس سرہ کا شعر کیا ہی پُر لطف ہے کہ ؎

نرا قدِ مبارک گلبنِ رحمت کی ڈالی ہے!
تجھے بو کر بنا اللہ نے رحمت کی ڈالی ہے

سبحان اللہ! ذرا اس لفظ "ڈالی"، کا دونوں مصرعوں میں الگ الگ معنی میں استعمال دیکھیئے اور حظ اٹھایئے۔ شاعری اس کا نام ہے۔ تو واقعہ یہی ہے کہ حضور کا نور ہی اصل کائنات ہے۔ اگر حضور نہ ہوتے تو بالیقین کچھ نہ ہوتا۔ یہ دنیا بھر کی رونقیں۔ عرش وفرش کی زینتیں گلشنِ عالم کی جُملہ بہاریں، اسی وجود با جود کا صدقہ ہیں۔ اعلیحضرت ہی نے فرمایا ہے ؎

یہ صبا سنک وہ کلی چٹک — یہ زباں چہک لبِ جو چھلک
یہ مہک جھلک یہ چمک دمک — سب اسی کے دم کی بہار ہے

خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب کا نور پیدا فرما کر پھر اپنے محبوب کا نام ساقِ عرش پر، بہشت کے دروازوں، قبوں، خیموں اور درختوں کے پتوں پر حوروں کی آنکھوں کی پتلیوں ہیں اور جنت کی ہر چیز پر لکھ دیا۔ اور یوں عالم ملکوت میں جا بجا حضور کی رسالت، و نبوّت کی خبر مشتہر کر دی۔ پھر جب آدم علیہ السلام کو اللہ نے پیدا کیا۔ اور آپ جنت میں قیام فرمانے کے بعد باہر تشریف لائے تو اسی نام مبارک کی برکتوں سے آپ نے اپنے خدا سے معافی حاصل کی۔ چنانچہ دلائل النبوت میں ہے کہ دانۂ گندم کھانے کے بعد آپ نے خدا سے عرض کی کہ:

"اے اللہ! تجھ سے بحرمتِ محمد معافی چاہتا ہوں"

خدا نے پوچھا۔ اے آدم تم نے محمد کو کیسے جانا؟ تو عرض کیا۔

marfat.com

يَارَبِّ لَانَّكَ لَمَّا خَلَقْتَنِيْ بِيَدِكَ وَنَفَخْتَ فِيَّ مِنْ رُوْحِكَ رَفَعْتُ رَأْسِيْ فَرَأَيْتُ عَلٰى قَوَائِمِ الْعَرْشِ مَكْتُوْبًا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَعَلِمْتُ أَنَّكَ لَمْ تُضِفْ إِلٰى إِسْمِكَ إِلَّا أَحَبَّ الْخَلْقِ إِلَيْكَ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى صَدَقْتَ يَا آدَمُ وَبِحَقِّهٖ قَدْ غَفَرْتُ لَكَ ۔

اے رب! جب تو نے مجھے پیدا کیا اور میرے قالب میں روح پھونکی تو میں نے عرش کے پایہ پر لآ الٰہ اِلاّ اللہ محمد رسول اللہ لکھا دیکھا۔ تو میں سمجھ گیا۔ کہ یہ کوئی بہت ہی پیارا وجود ہے۔ جس کا نام تم نے اپنے نام کے ساتھ عرش پر لکھا ہے۔ خدا نے فرمایا۔ اے آدم ٹھیک کہتے ہو۔ جاؤ میں نے محمد کے صدقہ میں تجھے معاف کیا۔"

(صلے اللہ علیہ وسلم)

الٰہی ہزاروں درود سلام ہوں روحِ محمد پہ نازل مدام
ہوئی تھی جو آدم سے واقع خطا ندامت میں روتے رہے سالہا
جب آدم نے اوپر اٹھائی نظر لکھا پایا نام نبی عرش پر
دعا کی خدا سے کہ میری خطا طفیل اس پیمبر کے بخش اے خدا
ہوئی ان پہ رحمت طفیلِ نبی خطا ان کی اللہ نے بخش دی
محبّو! یہ وہ نامِ محبوب ہے جو عرشِ الٰہی پہ مکتوب ہے
ہے جنت کے اوراق و اشجار پر لکھا جا بجا نامِ خیر البشر
عبادات میں حق نے رکھا شمول ملا نام سے اپنے نامِ رسول
اذانوں میں داخل ہے نام آپ کا نمازوں میں شامل سلام آپ کا
درود ایسے محبوب سبحان پر سلام ایسے سلطانِ ذیشان پر

خدا نے یہ نور محمدی جب حضرت آدم علیہ السلام میں منتقل کیا۔ تو حضرت آدم علیہ السلام اپنی پیشانی کے خطوط سے ایک باریک آواز

سننے لگے۔ خدا سے عرض کی۔ کہ الٰہی! یہ آواز کیسی ہے۔ تو خدا نے فرمایا:

هٰذَا تَسْبِيْحُ مُحَمَّدٍ وَلَدِكَ (معالم التنزیل)

یہ تمہارے فرزند محمد کی تسبیح کی آواز ہے۔
(صلی اللہ علیہ وسلم)

سبحان اللہ! یہ نور محمدی ہی کی برکت تھی۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام مسجود ملائک بن گئے اور شیطان بھی اسی نورِ محمدی کی تعظیم نہ کرنے کی وجہ سے مردودِ ازلی بن گیا۔ چنانچہ مولینا رومی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ ؎

گرد دید ابلیس گفت، ایں فرعِ طیں!
چوں فزائید برمنِ آتشیں جبیں

ابلیس کو مٹی نظر آئی اور اس نے کہا کہ میں تو آگ ہوں۔ پھر یہ مٹی مجھ سے کیسے بڑھ سکتی ہے؟" مردود کو مٹی ہی نظر آئی۔ مگر نور کو وہ نہ دیکھ سکا۔

حضرات! آج بھی ابلیس صفت گستاخ افراد حضور منبع النور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا ایک بشر ہی خیال کرتے ہیں۔ اور نور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک ان کی نگاہ نہیں پہنچتی اور یہ چیز یقیناً ابلیسانہ حرکت ہے۔

ہاں تو میں ذکر کر رہا تھا۔ کہ یہ نور محمدی جب حضرت آدم کے سپرد کیا گیا۔ تو آپ سے عہد لیا گیا کہ اس مقدس نور کو اپنی پشت سے ارحامِ پاک میں نقل کریں۔ حضرت آدم نے اقرار کیا۔ فرشتے گواہ اور اس مقدس نور سے حضرت حوّا مستفید ہوئیں اور حضرت شیث علیہ السلام پیدا ہوئے۔ چونکہ یہ نور پاک اب حضرت شیث

میں آگیا تھا۔ اس لیے آپ جملہ اولاد آدم سے زیادہ حسین تھے۔ یہ نور پاک پھر اسی طرح سلسلہ بسلسلہ پاک اصلاب و پاک ارحام میں منتقل ہوتا ہُوا حضرت ابراہیم علیہ السلام تک پہنچا۔ اور یہ اسی نور پاک کی برکت تھی۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اتنے بڑے آتش کدہ میں بلا خوف و خطر چلے گئے۔ تو اے مسلمانو! مبارک صد مبارک! ؎

ہمیں کیوں نہ ہو انبساط و سرور — کہ تشریف لایا ہے ہم میں وہ نور
کہاں ایسے عالی ہمارے نصیب — کہ بھیجے خدا ہم میں اپنا حبیب
ہماری یہ قسمت کہ ایسا رسول — نبی بن کے فرمائے ہم میں نزول
قیامت تلک بھیج یارب مدام — پیمبر پہ اپنے درود سلام!
سلام اُن پہ اور ان کے احباب پر — تمام آل و ازواج واصحاب پر

یہ نور پاک اسی طرح سلسلہ بسلسلہ منتقل ہوتا ہُوا پھر حضرت عبدالمطلب کو عطا ہوا۔ آپ کے جسم سے اسی نور کی برکت سے خوشبو آتی اور پیشانی آپ کی چمکتی تھی۔ قحط سالی کے وقت، قریش مکہ عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑ کر پہاڑ پر لے جاتے اور خدا کی جناب میں مینہ کے لیے التجا کرتے تو اسی نور پاک کی برکت سے مینہ برس جاتا۔ حتیٰ کہ یہ نور حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب تک آ پہنچا۔ اس نور پاک کی تابانی و درخشانی سے حضرت عبداللہ نہ صرف سب بھائیوں میں بلکہ کل قریش میں اپنے حسن و جمال کی وجہ سے ممتاز نظر آتے تھے۔ آپ کے حسن و جمال کا جا بجا ذکر ہونے لگا۔ اور آپ کی خوبصورتی کل عرب میں مشہور ہوئی۔ دلائل النبوت، و دیگر کتب میں موجود ہے کہ ایک پڑھی لکھی عورت، فاطمہ بنت مرہ جو تو خثعمیہ قبیلہ کی تھی۔ حضرت عبداللہ کے سامنے آئی۔ اور نور محمدی کا جلوہ دیکھ کر آپ سے عرض کرنے لگی۔

marfat.com

"کہ اے عبداللہ! اگر تم مجھ سے نکاح کر لو۔ تو ہم سو اونٹ اس عقد کے عوض تمہیں دیں گے۔"

حضرت نے فرمایا۔ بغیر رضامندی والدین کے میں کچھ نہیں کر سکتا صاف جواب دے کر تشریف لے گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد جناب کا عقد حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے نصیب میں آیا۔ ایک دن حضرت عبداللہ پھر اسی راستہ سے گزرے اور وہی عورت فاطمہ بنت مرہ آپ کو نظر آئی۔ وہ آپ کی پیشانی کو اس نور کے جلوہ سے خالی دیکھ کر حسرت و افسوس سے ہاتھ ملنے لگی۔ حضرت عبداللہ نے پوچھا۔ بی بی! آج تم مجھ سے وہ سوال کیوں نہیں کرتیں جو اس دن کیا تھا۔ تو اس نے حسرت سے کہا ؎

وہ جس کے نور سے تیری چمکتی تھی یہ پیشانی
اسی کی تھی میں طالب اور اسی کی تھی میں دیوانی
مگر میں رہ گئی محروم قسمت میری پھوٹی ہے
سنا ہے کہ وہ نعمت آمنہ نے تجھ سے لوٹی ہے

اس نورِ پاک نے جب حضرت آمنہ کو منور فرمایا تو اس وقت اللہ نے اپنی قدرت کا عجب جلوہ دکھایا۔ ایک سے ایک نیا معاملہ پیش آیا۔ تمام ملکوت اور عالم جبروت میں حکم سنایا کہ تمام مقدس مقاموں کو معطر کرو۔ اور اطراف و سماوات میں خوشبو بساؤ۔ مراسم تعظیم بجا لاؤ۔ تمام دنیا کے بت اُس دن سر کے بل اُلٹ گئے۔ اور قریش جو قحط کی شدت میں تھے۔ آپ کی برکت سے مالا مال ہو گئے۔ زمین پر سبزے کی بہار ہوئی ہر جانب سے خیر و برکت نمودار ہوئی۔ درختوں میں پھل آیا۔ عرب نے اس سال کا نام سنتہ الفتح والابتہاج ٹھہرایا ؎

marfat.com

عجب خیر و برکت کا آیا یہ سال
ہوا جس کے آنے سے عالم نہال
تھے اہلِ عرب قحط سالی سے تنگ
اڑا شدّتِ غم سے چہرے کا رنگ
نزول ان پہ اب حق کی رحمت ہوئی!
عیاں ہر طرف خیر و برکت ہوئی!
چھٹے قحط کی سختیوں سے قریش
لگے ہونے ہر گھر میں سامانِ عیش!
پھلے باغ اور خشک سالی گئی!
کدورت دلوں سے نکالی گئی!
زمیں پر تمام آیا سبزہ نکل
درختوں میں خوب آیا کثرت سے پھل
گئے باغِ جنّت کے دروازے کھل
معطر ہوئے ارض و افلاک کل
فرشتوں میں تھا شادمانی کا جوش!
بشارت رساں ہر طرف تھا سروش
یہ غل تھا کہ وہ رشکِ بدرِ منیر
ہوئے بطنِ مادر میں راحت پذیر
درود ایسے محبوبِ سبحان پر
سلام ایسے سلطان ذیشان پر

مواہب لدنیہ میں ہے۔

نَطَقَتْ كُلُّ دَابَّةٍ فِي قُرَيْشٍ وَقَالَتْ حُمِلَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ وَ رَبِّ الْكَعْبَةِ هُوَ اَمَانُ الدُّنْيَا وَ سِرَاجُهَا۔

marfat.com

"قریش کے گھر کا ایک جانور بول اٹھا کہ لوگو! آج رسول اللہ بطن مادر میں تشریف لے آئے۔ کعبہ کے رب کی قسم وہ ساری دنیا کے لیے باعثِ امن و امان ہیں اور جہان کے لیے چراغ ہیں۔"

خصائصِ کبریٰ میں ہے:

"وَفَرَّتْ وُحُوْشُ الْمَغْرِبِ اِلٰى وُحُوْشِ الْمَشْرِقِ وَكَذٰلِكَ اَهْلُ الْبِحَارِ يُبَشِّرُ بَعْضُهُمْ بَعْضاً"۔

مغرب کے رہنے والے وحشی جانور مشرق کے اور مشرق کے رہنے والے مغرب کے جانوروں کی طرف خوشخبری لے کر دوڑے اور اسی طرح دریائی مخلوق ایک دوسرے کو خوشخبری سُناتی تھی۔"

یہ زمانہ ربیع یعنی فصل بہار کا تھا۔ رات اور دن معتدل تھے۔ نہ سردی کی شدّت، نہ گرمی کی حدّت، ہوا بھی معتدل تھی۔ نہ حد سے زیادہ مرطوب نہ خشک و بداسلوب۔ الختصر یہ مدت بکمال خیر و برکت طے ہوئی اور نویں مہینہ کے اختتام کی نوبت آ گئی۔ اس وقت ربیع الاوّل کا مہینہ تھا۔ اور زمانہ بھی ربیع کا یعنی فصل بہار کا۔ بلبلانِ چمن اور صحنِ گلشن میں ہر مرغِ غزل خواں زبانِ ترنم ریز سے کہہ رہا تھا ؎

چمن میں خبر گرم اک گل کی ہے! | خبر آمدِ سیّدِ کل کی ہے!
یہ شہرہ ہے اور گرم ہے یہ خبر | کہ تشریف لاتے ہیں خیر البشر
زمیں پر یہ شہرہ ہوا دُور دُور | کہ اب رونق افروز ہوں گے حضور
ہزارا لگا ابر کا چھوٹنے | درختوں پہ شاخیں لگیں پھوٹنے
کریں اہلِ دربار جیسے قیام | کھڑے تھے درخت اپنے اپنے مقام

ہوئیں سبز گلشن کی سب کیاریاں
لگیں ہونے بوٹوں پہ گل کاریاں
قبا سبز ہر شاخِ گل کو ملی!
ہوئی پھول کھل کھل کے ہر اک کلی!
کہیں طوطیوں کے ترانے کا شور
کہیں داستانِ عنادل کا زور
ہوا زیب برجِ حمل آفتاب
وہ دن آئے کھلتا ہے جس میں گلاب
وہ رونق ہوئی ہر طرف جلوہ گر
بہشت آئی گویا زمیں پر اُتر
کھڑی تھی جو سوسن بسوزِ جگر
یہ بولی زباں حال کی کھول کر
کہ اے شاہِ کونین جلد آئیے
جمال اپنا عالم کو دکھلائیے
ستاروں سے پُر نور ہے آسماں
بنا چاند تاروں کا اک سائباں
جڑے اس میں تاروں کے موتی عجیب
لگی اس پہ جھالر شفق کی عجیب
کھنچی کہکشاں کی جو زریں طناب
بچھانے لگا چاندنی ماہتاب
عجب شامیانہ تنا زرنگار
کہ ہو چتر جمشید اس پر نثار
لگی کرنے ناہید سازِ طرب
کہ اب ہوں گے پیدا وہ شاہِ عرب
طبق نور کا بھر کے شمس و قمر
لیے دوڑے پھرتے تھے افلاک پر
ستاروں نے دیں کھول آنکھیں تمام
کہ دیکھیں گے ہم روئے خیر الانام
درود ایسے محبوبِ سبحان پر
سلام ایسے سلطانِ ذیشان پر

الحاصل ایسے ایام مبارک اور زمانِ متبرک میں اوّل ماہ ربیع الاوّل کا نصف ابھی طے نہ ہوا تھا۔ کہ پیر کے روز دن کو صبح صادق کے وقت قبل از طلوعِ آفتاب وہ نورِ افلاک، بہارِ لولاک، باعثِ تخلیقِ آدم، مقصودِ ہژدہ ہزار عالم، امام الانبیاء، سید الکونین، رسول الثقلین سلطانِ دارین حضور احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کمال حسن و جمال اور نہایت جاہ و جلال سے پیدا ہوئے ؎

ولادت کی تشبیہہ دوں فی المثل
اندھیرے میں چاند آیا گویا نکل
فضائے جہاں میں وہ چمکا ہے نور
ثریٰ سے ہے تا عرش جس کا ظہور

marfat.com

قیام

اٹھو تعظیم کو سر جھکائے ہوئے   ہاتھ باندھے ہوئے دل لگائے ہوئے
شور صلّے علیٰ کا مچائے ہوئے   صوت قدوسیوں سے ملائے ہوئے

ذوق و شوق اور حضورِ قلب سے مل کر عرض یہ کیجئے۔

یا نبی سلام علیک   یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک   صلوٰۃ اللہ علیک   یا نبی سلام علیک

تم ہو خورشیدِ رسالت   مطلعِ بُرجِ ہدایت
کُل جہاں زیرِ حکومت   جَو کی روٹی پر قناعت   یا نبی سلام علیک

شہر یارِ بحر و بر ہو   مالکِ سنگ و شجر ہو
صاحبِ تیغ و سپر ہو   فیض بخشِ بحر و بر ہو   یا نبی سلام علیک

باعثِ تخلیقِ آدم   وجہِ ایجادِ دو عالم
زیب بخشِ عرشِ اعظم   راز دارِ ربِّ اکرم   یا نبی سلام علیک

بیکس و بے بس کھڑا ہے   آپ سے کچھ کہہ رہا ہے
کون مختارِ خدا ہے   پھر دعا میں دیر کیا ہے   یا نبی سلام علیک

آپ محبوبِ خدا ہیں   ظلِّ ذاتِ کبریا ہیں
خلق کے حاجت روا ہیں   خاصۂ ربّ العلیٰ ہیں   یا نبی سلام علیک

مالکِ ارض و سما ہو   تاجدارِ انبیاء ہو
شافعِ روزِ جزا ہو   تم محمّد مصطفیٰ ہو   یا نبی سلام علیک

بیکسوں کی بات سُن لو   بھیک دو حالات سن لو
دو ہمیں خیرات سُن لو   قبلۂ حاجات سن لو   یا نبی سلام علیک

ہر مصیبت سر سے ٹالو   اپنے دامن میں چھپا لو
دل کے سب ارماں نکالو   بابِ رحمت پر بلا لو   یا نبی سلام علیک

marfat.com

دُعا

اے خدا کے لاڈلے پیارے رسول
یہ سلامِ عاجزانہ ہو قبول

الٰہی! اس محفل پاک اور صاحبِ محفل سرور لولاک صلے اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں ہم سب کی مغفرت فرما۔ بیماروں کو شفا دے اور ہماری ہر نیک آرزو کو پورا فرمادے۔ آمین

بشارت از بارگاہِ رحمت

یَا مَلَائِکَتِیْ اَشْهَدُوْا قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ (بخاری)

"میرے فرشتو! گواہ رہو میں نے ان سب کی مغفرت فرمادی"

نعرۂ تکبیر! اللہ اکبر — نعرۂ رسالت! یا رسول اللہ

marfat.com

محفلِ معراج

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرات

محفلِ میلاد شریف تو بخیر و خوبی ختم ہوئی۔ اب محفلِ معراج کا انعقاد کیا جاتا ہے۔

ایک تو ہے حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا عالمِ بالا سے یہاں تشریف لانا۔ یہ ہے حضور کا میلاد شریف۔

اور ایک ہے حضور کا یہاں سے عالمِ بالا تشریف لے جانا یہ ہے حضور کی معراج شریف۔

مخلوق نے دعائیں مانگ کر حضور کو اپنے پاس بلایا۔ تو حضور یہاں تشریف لائے۔ اور جب خالق نے حضور کو اپنے پاس بلایا۔ تو حضور وہاں تشریف لے گئے۔

نیچے بھی تشریف لائے تو بلانے پر۔ اُوپر بھی تشریف لے گئے تو بلانے پر۔ وہ میلاد شریف ہے۔ اور یہ معراج شریف۔

میلاد شریف کا بیان آپ سُن چکے۔ اب معراج شریف کا بیان سنیئے۔

marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ   نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

زیرِ رحمتِ باری تعالےٰ محفلِ معراج کا

افتتاح

حضرات! محفلِ معراج شریف کا افتتاح ہوتا ہے۔ سب سے پہلے میں قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہوں۔

تلاوت

ابوالنور محمد بشیر

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سُبۡحَانَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ۝

وَالنَّجۡمِ اِذَا ہَوٰی ۝ مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمۡ وَ مَا غَوٰی ۝ وَ مَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡہَوٰی ۝ اِنۡ ہُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی ۝ عَلَّمَہٗ شَدِیۡدُ الۡقُوٰی ۝ ذُوۡ مِرَّۃٍ ؕ فَاسۡتَوٰی ۝ وَ ہُوَ بِالۡاُفُقِ الۡاَعۡلٰی ۝ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ۝ فَکَانَ قَابَ قَوۡسَیۡنِ اَوۡ اَدۡنٰی ۝ فَاَوۡحٰۤی اِلٰی عَبۡدِہٖ مَاۤ اَوۡحٰی ۝ مَا کَذَبَ الۡفُؤَادُ مَا رَاٰی ۝

صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَظِیۡمُ وَصَدَقَ رَسُوۡلُہُ الۡکَرِیۡمُ
وَنَحۡنُ عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشّٰاہِدِیۡنَ

حضرات! قرآن پاک کی تلاوت کے بعد میں حضرت حاصل پوری سے

marfat.com

گذارش کروں گا۔ کہ وہ تشریف لائیں۔ اور اپنی لکھی ہوئی نعت نور ہی نور سُنا کر ہمارے دلوں کو منوّر فرمائیں۔
آیئے جناب! تشریف لایئے

نور ہی نور

حضرت عزیز حاصلپوری مدظلہ

نور کی محفل سجے یہ سنیئے قصیدہ نور کا
نور کی محفل میں ذکرِ خیر ہوگا نور کا
گا رہی ہیں خلد میں حوریں بھی گانا نور کا
ہے فرشتوں کی زباں پر بھی ترانہ نور کا
فرش سے تا عرشِ اعظم ہے اُجالا نور کا
مرحبا صلِّ علےٰ کیا رنگ نکھرا نور کا
عرش سے آقا کو آیا ہے بلاوا نور کا
اور جبریلِ امیں بُرّاق لایا نور کا
رخ پہ غازہ نور کا زلفوں میں شانہ نور کا
بن سنور کر عرش پر جائے گا دولہا نور کا
فرشِ خاکی نور کا عرشِ معلّیٰ نور کا
ہے نظامِ کن فکاں سارے کا سارا نور کا
ہر کلی ہر پھول ہر پتہ ہے اس کا نور کا
مصطفےٰ کے باغ میں کیا نور پھیلا نور کا
ذرّے ذرّے میں نظر آتا ہے جلوہ نور کا
کائناتِ نور میں ہے ذرّہ ذرّہ نور کا
وادیٔ محشر میں لہرائے گا جھنڈا نور کا
گرمیٔ محشر میں کام آئے گا سایہ نور کا
پڑھ رہا ہے نور کا خالق بھی خطبہ نور کا
جانتا ہے نور کا خالق ہی رتبہ نور کا
مل گیا اس کو عزیزِ زار صدقہ نور کا
جو حضورِ نور لے آیا وسیلہ نور کا

حضرات! اب آپ کے سامنے استادالشعراء مولانا ضیا رالقادری بدایونی تشریف لارہے ہیں۔ آپ کے نعتیہ کلام کی ملک بھر میں دھوم ہے۔ اکثر نعت گو شاعر آپ ہی کے شاگرد ہیں۔ اس وقت آپ اپنا لکھا ہوا ترانۂ معراج آپ کو

marfat.com

سنائیں گے۔ آپ کا یہ ترانہ سن کر یقیناً آپ جھوم اٹھیں گے۔ درود شریف پڑھیے اور پھر ترانہ معراج سُن کر اپنے دلوں کو منوّر کیجئے۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ   الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ

ترانۂ معراج

استاد الشعراء حضرت ضیاء القادری بدایونی

نیا منظر دکھایا جا رہا ہے!   جہاں مسرور پایا جا رہا ہے
زمیں پر عرش چھایا جا رہا ہے   دو عالم کو سجایا جا رہا ہے
کوئی دولہا بنایا جا رہا ہے

یہی ہے رفعت و اعزاز و اکرام   بڑھائی جا رہی ہے شانِ اسلام
فلک سے لائے ہیں جبریل احکام   ہے سبحٰن الذی اسریٰ کا پیغام
جو دنیا کو سُنایا جا رہا ہے

حرم سے تا فرازِ عرش اعظم   ہے بزمِ کن فکاں نورِ مجسّم
ہیں ضو افشانیاں تاروں کی پیہم   شبِ اسریٰ ہے جلووں کا یہ عالم
جہاں پر نور چھایا جا رہا ہے

ہے ذوقِ دید کی مقصود تکمیل!   فلک سے آئے کعبہ میں بہ تعجیل
ہے فرمانِ الٰہی کی یہ تعمیل!   لگاتے ہیں قدم آنکھوں سے جبریل
شہِ دیں کو جگایا جا رہا ہے

دکھانی شان ہے روح الامیں کو   ہے کرنا مفتخر عرشِ بریں کو
امینِ کعبہ ختم المرسلیں کو   حرم سے اپنے محبوبِ حسیں کو
قریب اپنے بلایا جا رہا ہے

marfat.com

حجابِ دید جو رازِ نہاں تھا
پسِ آئینۂ کون و مکاں تھا!
پئے گفتن بقدرِ دو کماں تھا
جو محبوب و محب کے درمیاں تھا
وہ پردہ اب اٹھایا جا رہا ہے

زہے پیوستگیٔ نکہت و گُل
ہے اک آئینہ میں عکس جزو کُل
ہیں خود جلووں میں گُم با ایں تجمّلؑ
ہے اللہ جمیلؑ کا تخیّل!
جمال اپنا دکھایا جا رہا ہے!

ہیں محبوب و محب مائل بخلوت
ہے صرفِ جام زیبی دستِ قدرت
شہانہ نور کا تاجِ شفاعت
سرِ اوجِ دنیٰ بخشش کا خلعت
شہِ دیں کو پہنایا جا رہا ہے

نہ تھی معراج کی حد ایک شب تک
رہے گا ذکر یہ دنیا ہے جب تک
سنیں نغمے خدا جانے یہ کب تک
ضیا معراج کے دولہا کا اب تک
جہاں میں گیت گایا جا رہا ہے

حضرات!! اب آپ کے سامنے شاعرِ اہلسنّت حضرت سیّد محمد مرغوب اختر الحامدی مدظلہ تشریف لاتے ہیں۔ آپ کی ذات، محتاجِ تعارف نہیں۔ آپ نعتیہ کلام لکھنے کے اس وقت بادشاہ ہیں، ایک ایک شعر آپ کا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت میں رنگا ہوا نظر آتا ہے۔ اور آپ کا نعتیہ کلام سن کر روح وجد میں آجاتی ہے۔ اس وقت آپ اپنا لکھا ہوا ایک نغمۂ معراج" سنائیں گے۔

نعرہ لگائیے!

نعرۂ تکبیر: اللہ اکبر! نعرۂ رسالت: یارسول اللہ!

اختر الحامدی: زندہ باد

نغمۂ معراج

حضرت اختر الحامدی مدظلہ

کیا سہانی ہے شبِ شادیٔ اسریٰ دیکھو
حسن و انوار بداماں ہے زمانہ دیکھو
دھوم ہے سج گیا معراج کا دولہا دیکھو
کیا پھبن کیا ہے ادا اور ہے چھب کیا دیکھو
جسمِ انور پہ ہے انوار کا جامہ دیکھو
نور ہی نور اُجالا ہی اجالا دیکھو
عارضِ نور دھیں گیسوئے والا دیکھو
ماہِ تاباں کا گھٹاؤں میں چمکنا دیکھو
رُخ پہ محبوبیتِ خاص کا سہرا دیکھو
آج جوبن تو ہر اک پھول کلی کا دیکھو
ہار گردن میں درودوں کا ہے کیسا دیکھو
بیچ ہر اک تار میں گلہائے فترضیٰ دیکھو
سوئے قوسین چلا نوشۂ اسریٰ دیکھو
بہرِ تعظیم جھکا عرشِ معلّیٰ دیکھو
شور ہر سمت اٹھا صلِّ علیٰ کا دیکھو
محوِ تسبیح ہے ہر ایک فرشتہ دیکھو
نور کے ساز پہ حورانِ جناں گاتی ہیں
نغمۂ تہنیتِ شادیٔ اسریٰ دیکھو
شادیانے وہ پسِ پردۂ رحمت گونجے
کس بلندی پہ ہے شانِ ورفعنا دیکھو

marfat.com

آئی دولہا کی سواری وہ بہ صد جاہ و جلال
وہ اُٹھا خاص درِ قرب سے پردہ دیکھو
اُدنُ یا اَحمدُ آتی ہے صدا پردے سے
ادب و ناز سے محبوب کا بڑھنا دیکھو
قصرِ مخصوصِ تقرّب میں سواری پہنچی
چھپ گیا نور میں وہ نورِ خدا کا دیکھو
جانے کیا کیا ہوئیں محبوب و محب میں باتیں
کس سے پوچھیں کہ ہے خاموش زمانہ دیکھو
مل کے اللہ سے تشریف بھی لے آئے حضور
ہے مگر گرم ابھی بسترِ والا دیکھو
شاعرِ صاحبِ معراج ہو تم اے اختر
صدقۂ نوشۂ معراج ملا کیا دیکھو

حضرات! آپ سن چکے۔ کہ یہ محفل محفلِ معراج شریف ہے۔ اور آج حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے بے شمار معجزات میں سے ایک معجزۂ معراج شریف کے بیان کرنے کے لیے اس محفل کا انعقاد کیا گیا ہے۔ آپ نے ابھی ابھی حضور کے معراج شریف کا ذکر حضرت عزیز۔ حضرت ضیاء القادری اور حضرت اختر الحامدی سے نظموں میں سُنا۔

اب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزۂ معراج شریف کے بیان کے لیے میں آپ کے سامنے آرہا ہوں۔ ہمارا تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ہر ارشاد پر ایمان ہے۔ اور ہم دل و جان سے تسلیم کرتے ہیں۔ کہ ہمارے حضور کو شبِ معراج عالم بیداری میں اور جسمِ انور کے ساتھ شرفِ معراج حاصل ہوا۔ اور آپ آن کی آن میں فرش سے تا عرش تشریف لے بھی گئے۔ اور تشریف لے بھی آئے۔ مگر آج کل کے ماڈرن اور عقل کے غلام افراد اس معجزۂ معراج کو تسلیم کرنے

سے گریز کرتے ہیں۔ اور طرح طرح کے عقلی ڈھکوسلے پیش کر کے ایک حقیقت کو جھٹلانا چاہتے ہیں۔ میں اپنے مفصل وعظ میں ایسے لوگوں کے شبہات و اعتراضات کا شافی جواب بھی دوں گا۔ اور پھر اپنے آقا و مولیٰ کے اس عظیم الشان معجزہ کا تفصیل کے ساتھ ذکر بھی کروں گا۔ میرا یہ وعظ انشاءاللہ مسلمانوں کے لیے بڑا مفید ہوگا۔

اس محفل میں صرف میرا ہی وعظ ہوگا۔ اور آپ دیکھیں گے کہ اس وعظ کے بعد پھر کسی دوسری تقریر کی حاجت بھی نہ رہے گی۔ آپ درود شریف پڑھیئے۔ اور دعا کیجئے۔ کہ خدا مجھے اپنے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کے ذکرِ معراج کی توفیق دے۔ اور ہم سب کو حضور کے صدقہ میں اپنے انعامات سے نوازے۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ　　　الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ

معراج شریف کا وعظ

ابوالنور محمد بشیر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ. وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ۔ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔ اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝ (پ ۱۵ ع ۱)

پاک ہے اُسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔ جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں بیشک وہ سنتا دیکھتا ہے۔

marfat.com

حضرات! آج میں آپ کو معراج شریف کے موضوع پر ایک مفصل وعظ سنانے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ میرے مسلمان بھائیو! ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالےٰ نے جو رفعتِ شان عطا فرمائی ہے۔ ایسی شان نہ کسی نے پائی۔ اور نہ ہی کوئی پا سکتا ہے۔ رجب شریف کی ستائیسویں شب، کو خدا تعالےٰ نے اپنے پیارے محبوب کو عرش اعظم پر بلایا۔ اور حضور عالم بیداری میں جسدِ انور کے ساتھ روانہ ہوئے۔ اور مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک زمینی سفر طے فرما کر آپ آسمانوں پر تشریف لے گئے۔ اور ساتوں آسمانوں کو عبور فرما کر سدرۃ المنتہیٰ کو بھی عبور فرماتے ہوئے عرش اعظم پر جلوہ افروز ہو گئے۔ اور پھر دیدارِ حق کی عظیم نعمت پاکر اور بارگاہِ ایزدی سے شرفِ خاص سے مشرف ہو کر آن کی آن میں واپس بھی تشریف لے آئے۔ کیا شانِ رفعتِ مصطفےٰ ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ کہ یہ ساتوں آسمان جن کا فاصلہ ہر دو آسمانوں کے درمیان کا پانچ پانچ سو برسوں کا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۰۲) حضور کی رفعت و بلندی کا زینہ بن گئے ؎

اللہ رے ایسے رتبۂ عالی کو دیکھنا
جب ساتوں آسمان ہوئے زینہ رسول کا

معجزہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا عالم بیداری میں اور جسم انور کے ساتھ فرش سے عرش تک جا پہنچنا۔ اور پھر آن کی آن میں واپس بھی تشریف لے آنا جب کہ زنجیرِ در بھی ہل رہی تھی۔ اور بستر مبارک بھی ویسے ہی گرم کا گرم تھا۔ جیسے کہ آپ، چھوڑ کر گئے تھے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ایک عظیم معجزہ ہے۔ اور معجزات پر ہمارا ایمان ہے۔ کیونکہ معجزہ دراصل قدرتِ خداوندی ہی کا کرشمہ ہوتا ہے۔ اور خدا تعالےٰ علیٰ کل شیئٍ قدیر ہے۔ وہ ہر شے پر قادر ہے۔ اس لیے ایک مومن باللہ یہ کیسے کہہ سکتا ہے۔ کہ کسی خارقِ عادت امر پر خدا قادر نہیں۔

marfat.com

مسلمانو! یہ بات ذہن نشین کر لو۔ اور خوب یاد رکھو کہ جو خارقِ عادت امر براہِ راست خدا تعالیٰ سے ظہور پذیر ہو اُسے "آیت" کہتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو خدا نے عادت کے خلاف بن باپ کے پیدا فرمایا۔ تو آپ کو خدا نے "آیت" فرمایا۔ چنانچہ فرمایا وَلِنَجْعَلَهُ آیَۃً لِّلنَّاسِ پ۱۶ ع ۵ اور اگر کوئی خارقِ عادت امر نبی کے ہاتھوں ظہور پذیر ہو تو اُسے معجزہ کہتے ہیں۔ اور اگر کوئی خارقِ عادت امر ولی کے ہاتھوں ظاہر ہو۔ تو اُسے کرامت کہتے ہیں۔ ہر جگہ قدرت خدا ہی کی کار فرما ہوتی ہے۔ مگر مقامِ ظہور کے بدل جانے سے نام بدل جاتا ہے۔ آیت میں بھی قدرت خداوندی کار فرما ہوتی ہے۔ معجزہ میں بھی خدا ہی کی قدرت کارفرما ہوتی ہے۔ مگر مقامِ ظہور کے بدل جانے سے نام بدل جاتا ہے۔ آیت میں بھی قدرت خداوندی کار فرما ہوتی ہے۔ معجزہ بھی میں خدا کی قدرت فاعل ہوتی ہے۔ اور کرامت میں بھی اسی کی قدرت کارفرما ہوتی ہے۔ مگر اس کی قدرت اگر بغیر کسی واسطہ کے ظاہر ہو تو آیت ہے۔ نبی کے واسطہ سے ظاہر ہو۔ تو معجزہ اور اگر ولی کے ذریعہ سے ظاہر ہو تو کرامت ہے۔ اس لیے اگر کوئی کسی آیت کا انکار کردے تو وہ خدا کی قدرت کا انکار کرے گا۔ اور یونہی اگر کوئی کسی معجزہ کا انکار کرے گا۔ تو وہ بھی خدا ہی کی قدرت کا انکار کرے گا۔ اور اسی طرح جو کرامت کا انکار کرے گا۔ تو وہ بھی خدا ہی کی قدرت کا انکار کرے گا مثال دے کر سمجھاؤں۔

دودھ کو سب دودھ کہتے ہیں۔ مگر جب اُسے کسی برتن میں ڈال کر اس میں لسّی ڈال دی جائے اور اُسے جما لیا جائے۔ تو اب اس کا نام دہی ہو جاتا ہے اور جب دہی پھینٹ کر اس میں پانی ڈال دیا جائے۔ تو اب اس کا نام لسّی ہو جاتا ہے۔ اور جب لسّی کو بھی خوب پھینٹا جائے۔ تو اس میں سے مکھن نکل آتا ہے۔ اب اس کا نام مکھن ہو گیا۔ اور جب مکھن کو خوب گرم کیا جائے تو

marfat.com

مکھن کا گھی بن جاتا ہے۔ دیکھ لیجئے۔ اصل تو دودھ تھا۔ مگراس کی مختلف شکلیں پیدا ہونے سے اس کا نام بدلتا گیا۔ دودھ کا انکار اگر دودھ کا انکار ہے۔ تو دہی کا انکار بھی دودھ ہی کا انکار ہے۔ اسی طرح لسّی کا انکار بھی دودھ ہی کا انکار ہے۔ اور مکھن کا انکار بھی دودھ ہی کا انکار ہے۔ اور گھی کا انکار بھی دودھ ہی کا انکار ہے۔ جس طرح دہی کا اصل بھی دودھ ہے۔ لسّی کا اصل بھی دودھ ہے۔ مکھن کا اصل بھی دودھ اور گھی کا اصل بھی دودھ ہے۔ اسی طرح آیت بھی دراصل خدا کی قدرت ہے۔ معجزہ بھی دراصل خدا کی قدرت ہے۔ اور کرامت بھی دراصل خدا ہی کی قدرت ہے۔ اور ان میں سے کسی بات کا بھی انکار خدا کی قدرت کا انکار ہے۔

عقل و معجزہ

حضرات! آج کل کے عقل کے غلام ہر وہ بات جو ان کی عقل میں نہ آئے۔ اور عقل کی جس بات تک رسائی نہ ہوسکے۔ اس کا انکار کر دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ بات اگر عقل سے کام لیں تو عقل ہی کے خلاف ہے۔ کیونکہ ہاتھ پاؤں اور چشم و گوش جس کام کے لیے پیدا کئے گئے ہیں۔ یہ واضح امر ہے۔ کہ یہ اعضا اسی حد تک کام کر سکتے ہیں۔ جس حد تک ان کی رسائی ہوسکتی ہے۔ اپنی حد رسائی کی دوسری طرف کی چیزوں پر ان کا تسلّط مشکل ہے۔ مثلاً ہاتھ دو تین فٹ تک رکھی ہوئی چیز کو تو پکڑ سکتا ہے۔ مگر یہ مشکل ہے۔ کہ فرلانگ بھر دُور رکھی ہوئی چیز کو بھی ہاتھ پکڑ سکے۔ یونہی چلنے کی حالت میں پاؤں اپنے مقام سے اُٹھ کر فٹ، دو فٹ تک کی زمین تو چھوڑ کر دوسرے مقام پر پہنچ سکتا ہے۔ اور یا پھر چھلانگ لگا کر کئی فٹ تک بھی زمین پھاند سکتا ہے مگر یہ مشکل ہے۔ کہ میل بھر چوڑے شگافِ زمین کو یہ پھاند سکے۔ یا یہ کہ دریا کے ایک، کنارے سے اُٹھ کر دوسرے کنارے پر جا پڑے۔ اسی طرح آنکھ اپنے سامنے کی اور حد نگاہ تک کی چیز کو دیکھ سکتی ہے۔ مگر حد نگاہ سے دُور اور پسِ پردہ چیز کو بھی دیکھ سکے یہ مشکل ہے۔ کان اپنی قوّتِ سماعت، کے مطابق

marfat.com

اپنے ماحول کی آواز تو سُن لیتا ہے۔ مگر ایک شہر سے دوسرے شہر کی آواز سن لے یہ دشوار ہے۔ اور جو اشیاء یا اس حد سے دوسری طرف کی ہیں۔ اُن تک عقل کی رسائی ایسے ہی دشوار ہے۔ جیسے پسِ پردہ اور حد نگاہ سے دُور کی اشیاء تک آنکھ کی رسائی اور کسی بہت دُور کی آواز تک کان کی رسائی دُشوار ہے۔

یہ حشر و نشر کی اور قبر کی باتیں۔ حساب و کتابِ قبر۔ منکر نکیر کا قبر میں آنا۔ جنّت و دوزخ کا وجود اور ان کی کیفیت۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات عصا کا سانپ بن جانا۔ دریا کا پھٹ جانا۔ مُردوں کا زندہ ہو جانا۔ مادرزاد اندھوں کا۔ اور کوڑھیوں کا محض ہاتھ پھیر دینے سے اچھا ہو جانا۔ آتش کدہ کا ایک جسم نور کو نہ جلانا۔ اور ایک انگشتِ نور ہی کے اشارہ سے آسمان پر چاند کا پھٹ جانا۔ اور نورانی انگلیوں سے پانی کے چشموں کا جاری ہو جانا سنگریزوں کی گویائی۔ استن حنانہ کی فریاد وغیرہ یہ سب باتیں سرحدِ عقل سے دوسری طرف کی باتیں ہیں۔ اور ان تک عقل کا نہ پہنچ سکنا یہ عقل ہی کی کوتاہی اور خود اسی کی تحدید ہے۔ نہ یہ کہ یہ امور واقعہ ہی میں نہیں ہیں۔

مذکورہ بالا تحریر احبابِ عقل و دانش کے لیے ایک ایسی تمہید ہے۔ جس کا انکار کرنا عقل و دانش کے خلاف ہے۔ اس لیے کہ مذکورہ بالا تحریر خود ایک ایسی حقیقت ہے۔ جو سرحدِ عقل سے دوسری طرف کی چیز نہیں۔

بلکہ اندرونِ سرحد کی چیز ہے۔ جس تک عقل کی رسائی ممکن ہے۔ گویا یہ تمہید ایک معقول تمہید ہے۔ جس سے انکار کرنا گویا غیر معقولیت اختیار کرنا ہے۔ ثابت ہوا کہ حدِّ عقل سے دوسری طرف کے امور واقعیہ تک عقل کی رسائی کے لیے کوشش اور اس میں کامیاب نہ ہوتے ہوئے دیکھ کر ان امور واقعیہ کا انکار کر دینا ایسا ہی ہے۔ جیسے پسِ پردہ یا حدِّ نگاہ سے دُور کی چیز کو دیکھنے کی کوشش کرتے ہوئے اس میں کامیاب

marfat.com

نہ ہو کر پسِ پردہ اور دُور کی چیز کے وجود ہی کا انکار کر دیا جائے۔ بلکہ میں تو یوں کہوں گا۔ کہ دوسری دنیا کے امور اور انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات کو عقل میں لانے کی کوشش اور پھر اس چیز کو مشکل دیکھ کر ان امور حقہ کا انکار کر دینا ایک ایسے مادر زاد اندھے کے انکار کی مانند ہے۔ جو اندھا ہو کر کوشش کرے کہ وہ موجودات کی شکل و صورت۔ رنگ و کیفیت دیکھ پائے۔ اور نہ دیکھ سکنے کی صورت میں ان چیزوں کا ہی انکار کر دے۔ اور کہہ دے۔ کہ کسی وجود کی شکل و صورت اور رنگ و کیفیت، ہے ہی نہیں۔

سر سید آنجہانی اور اس کے متبعین اسی کوشش میں رہے اور ہیں۔ کہ حدِ عقل سے دُور کی اشیاء تک عقل کی رسائی کی کوشش کی جائے۔ اور اس کوشش میں ناکامیاب ہو کر اپنی کوتاہیٔ عقل کے اقرار کی جگہ اس امر واقعی ہی کا انکار کر دیا جائے۔ حالانکہ جہاں تک عقل کی حد ہے۔ اسپ عقل پر وہاں تک جانا تو ایک امر معقول ہے۔ مگر جہاں اس اسپِ ناتواں کی رسائی مشکل ہے۔ وہاں بھی اُسے دھکیلتے پھرنا کہاں کی عقلمندی ہے؟

آپ ایک بلند پہاڑ کی چوٹی پر چڑھنے کے لیے سفر کرتے ہیں۔ اور گھر سے ایک طاقتور گھوڑے پر چڑھ کر روانہ ہوتے ہیں۔ ٹھیک ہے۔ مگر اس پہاڑ تک پہنچنے کے بعد اب آپ کو اس گھوڑے سے اترنا پڑے گا۔ کیونکہ اب ایک بلند چوٹی پر چڑھنا ہے۔ اس صعود کے لیے اب گھوڑا بیکار ہے۔ اب تو آپ کو کسی کمند کی ضرورت ہے۔ جس کے ذریعہ آپ اُوپر چڑھ سکیں۔ اور اگر آپ اس بلند ترین اور مضبوط اور مستقیم چوٹی پر بھی گھوڑے پر ہی بیٹھے بیٹھے اوپر چڑھنا چاہیں گے تو نتیجہ ظاہر ہے۔ کہ نہ گھوڑا بچے گا نہ سوار۔ بہرحال گھوڑا یہاں چھوڑنا پڑے گا۔ اسی طرح آپ عقلی گھوڑے پر سوار ہو کر اس دنیا میں تو دوڑتے پھریں۔ ٹھیک ہے۔ یورپ جائیے۔ امریکہ جائیے۔ ایٹم بم کی مہیب وادیوں میں چکر کاٹیے۔ یہ سب کچھ آسان

ہے۔ مگر جہاں الوہیت و نبوت کی بلند ترین و رفیع و مقدس چوٹی آئے تو یہاں آپ کا یہ گھوڑا بیکار ہو کر رہ جائے گا۔ اور اگر اس بلند ترین چوٹی پر بھی آپ اسی اپنے ناتواں عقلی گھوڑے ہی کے ذریعہ اُوپر چڑھنا چاہیں گے۔ تو یہ کوشش آپ کی یقیناً موجب ہلاکت ہوگی۔ یہاں تو صدیق اکبر و دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان کی طرح اس اسپ ناتواں کو چھوڑ کر ایمان و یقین کی مضبوط کمند کو تھامنا پڑے گا۔ تاکہ آپ اپنی منزل مقصود پر بخیر و خوبی پہنچ سکیں۔ اور اسی حقیقت کی طرف مولانا رومی علیہ الرحمۃ نے اس مصرعہ میں ارشاد فرمایا ہے۔ کہ ع

عقل قرباں کن بہ پیش مصطفےٰ

حدِ عقل کی دوسری طرف کی اشیاء واقعیہ میں سے انبیاء کرام کے معجزات بھی ہیں۔ اور معجزہ کہتے ہی اُسے ہیں۔ جو عقل میں نہ آسکے۔ اور عقل کو حیران کردے۔ جو معجزہ ہے۔ عقل میں نہ آسکے گا۔ اور جو عقل میں آجائے۔ وہ معجزہ نہ ہو سکے گا۔ پاؤ بھر دودھ کے کپ میں من بھر دودھ کبھی نہ سما سکے گا۔ اور جو دودھ پاؤ بھر کے کپ میں سما جائے گا۔ وہ دودھ من بھر نہ ہوگا۔ من بھر دودھ وہی ہے۔ جو پاؤ بھر کے کپ میں نہ آسکے۔ اسی طرح معجزہ وہی ہے۔ جو ہماری محدود عقل میں نہ آسکے۔ جو اس محدود عقل میں آگیا۔ وہ معجزہ ہرگز نہیں۔ معلوم ہوا۔ کہ معجزات کو عقل میں لانے کی کوشش کرنے والے "عقلمند" سب سے بڑی بے عقلی کا مظاہرہ کرنے والے ہیں۔ گویا چلّو بھر پانی کے برتن میں دریا کو بند کرنا چاہتے ہیں۔

معجزۂ معراج

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے بے شمار معجزات میں سے ایک، آپ کا معجزۂ معراج بھی ہے۔ جس کا ظہور رجب شریف کی ستائیسویں شب کو ہوا۔ آپ آن کی آن میں جسم شریف کے ساتھ ساتھ جاگتے ہوئے مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اور پھر وہاں

marfat.com

سے آسمانوں پر اور پھر آسمانوں کو بھی عبور فرما کر لامکاں تک اور پھر عرش اعظم پر رونق افروز ہو کر اور خدا کا دیدار پا کر اور اس کے بے شمار انعامات، واکرامات سے مشرف ہو کر اس سرعت سے واپس تشریف لے آئے۔ کہ بستر مبارک گرم کا گرم پایا۔ اور زنجیر در بھی ہلتی پائی ے

زنجیر بھی ہلتی رہی بستر بھی رہا گرم
اک دم میں سرِ عرش گئے آئے محمدؐ

اس عظیم الشان معجزہ کا لازمی نتیجہ ہے۔ کہ عقلیں حیران ہوں۔ مگر ہؤا کریں کہ معجزہ نام ہی اس چیز کا ہے۔ جو عقل کو حیران کردے۔ مگر مومن کی یہ شان ہے۔ کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی پیروی میں اپنی بے چارہ و عاجز عقل کو مختارِ دو جہاں سیاحِ لامکاں صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے نثار کردے۔ اور اس معجزہ کا بہ دل و جاں اقرار کرے حضور علیہ السلام کے اس عظیم الشان معجزہ کے ثبوت کے لیے دلائل عقلیہ کے باوجود بات، اصل میں وہی ہے۔ جو حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی نورانی کتاب مدارج النبوۃ میں تحریر فرمائی ہے۔ کہ

"ولیکن تکلم کردن وزباں در اثبات امکاں آں بدلائل کلامیہ کشادن۔ وگرفتارِ عقل وحیلہ ہائے وے گشتن از مقامِ ایمان وعبودیت بعید است۔ ما ایمانیاں را دلیلے بجز قولِ خدا ورسول خدا نیست۔ ہرچہ از ایشاں شنیدیم۔ گردیدیم۔ وبے شبہ در دل نشست"۔

"یعنی معراج جسمانی میں کلام کو طول دینا اور اپنی عقل ناقص کے تابع ہو کر لا یعنی تا دیلیں کرنا ایمان و عبودیت سے بعید ہے۔ ہم مسلمانوں کے لیے ارشادِ خدا و مصطفےٰ ہی کافی ہے۔ جو ان سے سن لیا۔ اس پر ہمارا ایمان ہے۔ ان کے ہر ارشاد کے ہم دل و جاں سے گرویدہ ہیں"۔

marfat.com

پھر کیا خوب فرمایا۔ کہ

"فلاسفہ خود در اصل منکر انبیاء اند مارا بایشاں چہ کار است
و پیغمبر ایشاں عقل ایشاں است۔"

یعنی فلسفی اصل میں انبیاء کے منکر ہیں۔ ہمیں اُن سے کیا کام؟
اُن کی عقل ہی اُن کا پیغمبر ہے۔"

فلسفی کو اپنی عقلِ نارسا پر ناز ہے
مردِ مومن کو خدا و مصطفےٰ پر ناز ہے

ازالۂ شکوک

حضرات! "عقلمند" بے وقوفوں کا پیغمبر چونکہ ان کی عقل ہے۔ اور وہ عقل ہی کے پیچھے لگ کر معجزۂ معراج پر کچھ اپنے اعتراضات اور اپنے شکوک، پیش کرتے ہیں۔ اس لیے میں چاہتا ہوں۔ کہ پہلے ان کے خود ساختہ پیغمبر یعنی ان کی عقل، کے پیدا کردہ شکوک کا عقلی طور پر ہی ازالہ کر دوں۔ تاکہ واقعہ معراج سننے سے پہلے ان بے وقوف، عقلمندوں کو بھی ممکن ہے خدا توفیق دے۔ کہ وہ شک و شبہ کی میل سے اپنے دل و دماغ کو صاف کر کے اس ایمان افروز واقعہ کو سُنیں۔ اور اس پر سچے دل سے ایمان لے آئیں۔

بلندی کو جانا

عقل کے غلام معراج جسمانی پر ایک عقلی اعتراض یا شبہ یہ پیش کرتے ہیں۔ کہ ایک جسم ثقیل اپنا مرکز زمین چھوڑ کر اُوپر بلندی کو کیسے جا سکتا ہے؟ ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ بتاؤ۔ آج کل سینکڑوں ہوائی جہاز جو خود بھی ثقیل ہیں۔ اور ان میں سینکڑوں سوار بھی جو اپنے اندر ثقالت رکھتے ہیں۔ موجود ہوتے ہیں۔

marfat.com

پھر بھی وہ ہوائی جہاز اپنا مرکز زمین چھوڑ کر اُوپر بلندی میں اُڑتے پھرتے ہیں۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اس کا یہی جواب دیا جائے گا۔ کہ ان میں سٹیم اور کلوں کا زور ہوتا ہے۔ یہ اتنے بڑے وزنی جہاز سینکڑوں من وزن سمیت جو اُوپر بلندی میں پہنچ جاتے ہیں۔ یہ سٹیم اور کلوں کی بدولت ہے۔ تو ہم کہیں گے کہ یہ زور اللہ کے ایک ادنیٰ بندے کی صنعت و کاریگری کا ہے۔ مگر جس خدا نے اپنے اس ادنیٰ بندے کو اتنی قدرت دی ہے۔ کہ وہ ہوائی جہاز بنا کر فضائے آسمانی میں اڑتا پھرے۔ اور چند منٹوں میں کہاں سے کہاں پہنچ جائے۔ پھر یہ کیسے ممکن نہیں۔ کہ وہ خدا خود ایک ایسا مرکب تیار فرما دے جس میں اتنا زور اور اتنی قوت پیدا فرما دے۔ کہ وہ اپنے صرف ایک ہی سوار کو جو نورِ مجسّم ہو۔ لے کر اس طرح پرواز کرے۔ کہ چشم زدن میں زمین سے بلند ہو کر آسمان کو بھی عبور کرتا ہوا سب سے بڑی بلندی پر جا پہنچے اور طویل ترین سفر آن کی آن میں طے کرا دے۔

یہ بے وقوف عقلمند یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ دیکھو جب مٹی کا ڈھیلا اوپر پھینکا جاتا ہے۔ تو چونکہ اصل اس کی زمین ہے۔ لہٰذا وہ زمین ہی کی طرف واپس چلا جاتا ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ ان کی یہی دلیل ہمارے حضور کی معراج کا ثبوت ہے۔ اس لیے کہ جو مٹی کا ڈھیلا اُوپر پھینکا جاتا ہے وہ اُوپر کی طرف، جاتا تو ہے۔ ایسا تو نہیں ہوتا۔ کہ پھینکا جائے۔ اُوپر کی طرف مگر وہ پھینکنے والے کے ہاتھ سے ایک انچ بھی اُوپر نہ جائے۔ بلکہ ہاتھ سے چھوٹ کر زمین ہی کی طرف چلے۔ سب دیکھتے ہیں۔ کہ جب کوئی اُوپر ڈھیلا پھینکتا ہے۔ تو بلا کسی روک ٹوک کے وہ اُوپر جاتا ہے۔ اب رہی یہ بات، کہ ڈھیلا اُوپر جا کر فوراً اپنی اصلیت کی طرف، واپس ہوتا ہے۔ ٹھہرتا نہیں۔ تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ

marfat.com

کب کہا جاتا ہے۔ کہ آپ وہاں ٹھہر کر رہ گئے۔ آپ، تو اس قدر جلد اتنا طویل سفر طے کر کے واپس تشریف لے آئے۔ کہ زنجیر در ہلتی پائی۔ اور بستر مبارک گرم کا گرم پایا۔ اب رہا یہ کہ ڈھیلا زیادہ بلند نہیں جاتا۔ تو یہ پھینکنے والے کی طاقت پر منحصر ہے۔ ایک چھ سال کا بچہ اگر اوپر کی جانب کوئی چیز پھینکے۔ تو وہ بہ نسبت ایک جوان آدمی کے پھینکنے کے کم بلند جائے گی۔ کیونکہ چھ سال کے بچے میں جوان آدمی سے طاقت کم ہوتی ہے۔ یا یوں سمجھئے۔ ایک شخص نے بانس کی غلیل سے ایک غلّہ اُوپر پھینکا۔ اور اسی کے مقابلہ میں دوسرے شخص نے بندوق سے گولی چلائی۔ اسی کے ساتھ اور ایک شخص نے توپ کا دہانہ آسمان کی طرف کر کے گولہ چلایا۔ تو غلہ سے گولی اور گولی سے گولہ بہت آگے نکل گیا۔ یہ ایسا کیوں ہوا؟ اس لیے کہ بہ نسبت غلیل کے بندوق اور بندوق سے توپ زیادہ طاقتور تھی۔ اس وجہ سے توپ، کا گولہ سب سے آگے نکل گیا۔

چونکہ اللہ تعالٰے تمام قوتوں سے زیادہ قوت، اور تمام طاقتوں سے زیادہ طاقت، رکھتا ہے۔ اس لیے اس نے حضور کو اس قدر بلندی پر پہنچایا۔ کہ آپ عرش اعظم تک پہنچ گئے۔ کیوں مسلمانو! کیا خدا اتنی طاقت، و قدرت نہیں رکھتا؟ اگر کسی کو اس میں کلام ہے۔ تو وہ مسلمان ہی کب ہے؟

میرے بھائیو! اگر خدا نے عقل سلیم دی ہو۔ تو معراج جسمانی عقلی نقطۂ نظر سے بھی بعید از عقل نہیں۔ کیونکہ محرّک کی طاقت اور متحرک کی قابلیت، اگر معلوم ہو۔ تو حرکت پر تعجب نہیں ہوتا۔ تعجب اس وقت ہوتا ہے۔ جب محرک میں طاقت، اور متحرک میں قابلیت نہ ہو۔ مثلاً کوئی شخص آپ سے آکر کہے۔ کہ ریل کے پچاس ڈبوں کو ایک انجن کھینچے لیے جا رہا تھا۔ تو آپ کو کوئی تعجب نہ ہو گا۔ بلکہ آپ اُلٹے اس کے گلے پڑ جائیں گے۔ کہ کیسا احمق ہے۔ اس میں کون سی تعجب، کی بات ہے۔ اور اگر وہی شخص

marfat.com

یوں کہے۔ کہ ایک چوہے کی دُم سے ریل کا ایک ڈبہ بندھا ہوا تھا۔ اور وہ اُسے کھینچے لیے جاتا تھا۔ تو اب آپ کو تعجب ہو گا۔ مگر کیوں؟ اور پہلی صورت میں آپ کو تعجب کیوں نہیں ہوا؟ بات دراصل یہ ہے کہ پہلی صورت میں انجن کی طاقت اور ڈبوں کی لیاقت آپ کو معلوم ہے۔ کہ انجن میں پچاس ڈبوں کے کھینچنے کی طاقت ہے۔ اور ڈبوں میں کھنچنے اور حرکت کرنے کی لیاقت ہے اس واسطے آپ کو تعجب نہیں ہوا۔ بخلاف دوسری صورت کے کہ یہاں آپ کو تعجب ہوا۔ مگر کیوں؟ اس لیے کہ ڈبہ کو تو آپ جانتے ہیں۔ کہ اس میں کھنچنے اور حرکت کرنے کی قابلیت ہے۔ مگر چوہے میں اتنی طاقت نہیں۔ کہ وہ ڈبہ کو حرکت دے سکے۔ اس لیے آپ کو تعجب ہوا۔

اب غور کیجئے۔ کہ اللہ تعالٰے کی طاقت کس کو معلوم نہیں۔ انّ اللہ علٰی کل شیءٍ قدیر۔ سے کون ناواقف ہے۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم جو اللہ کے خاص محبوب ہیں۔ کون کہہ سکتا ہے۔ کہ خدا نے سیرِ سماوات کی قابلیت ان میں پیدا نہ فرمائی ہوگی۔ پھر جب خدا تعالٰے میں حضور کو لے جانے کی طاقت ہے اور حضور میں جانے کی لیاقت ہے۔ تو آپ کی معراج جسمانی پر تعجب کیوں ہو؟ اور کوئی انکار کیوں کرے؟ جب محرک و متحرک کی طاقت و لیاقت معلوم ہے۔ تو پھر تعجب کرنے والوں پر تعجب ہے۔

آسمانوں کا وجود

عقل کے غلام آسمان کے وجود پر بھی شک و شبہ کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ بیان معراج میں جو آسمانوں کا ذکر آتا ہے۔ یہ بھی ہماری عقل نہیں مانتی۔ کیونکہ آسمان کوئی چیز نہیں۔ بلکہ یہ حدِ نگاہ ہے۔ اور اگر آسمان کوئی چیز ہے تو نظر کیوں نہیں آتا۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ آسمان کا وجود ایک امر مسلمہ ہے۔ ہزاروں برس سے بڑے بڑے علماء و فلاسفر۔ تمام جہان کے عقلاء و حکماء۔ اور یونان کے دانا آسمانوں کے وجود کے قائل رہے ہیں۔ ان کے علاوہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام پر دفعتًا فوقتًا

marfat.com

آسمانی کتابیں نازل ہوتی رہی ہیں۔ وہ سب کی سب آسمان کا وجود بڑے زور سے ثابت کرتی ہیں۔ تو جس چیز کو تمام حکماء۔ علماء و عقلاء نیز ارضی وسماوی کتابیں تسلیم کرتی ہیں۔ وہ چیز بغیر دلیل کے کیونکر رد ہو سکتی ہے۔ اگر کہا جائے۔ کہ آسمان ہے تو نظر کیوں نہیں آتا۔ تو ہم کہیں گے۔ کہ نظر نہ آنا نہ ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا۔ کیونکہ بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کو انسان باریک سے باریک اور اعلیٰ سے اعلیٰ دوربینوں سے بھی نہیں دیکھ سکتا۔ پہاڑوں سمندروں۔ اور زمینوں کی تہ میں ایسی ایسی ہزار چیزیں چھپی ہوئی ہیں۔ جن کو انسان کسی دُور بین سے بھی نہیں دیکھ سکتا۔ لالٹین میں شیشے کی چمنی چڑھی ہوتی ہے۔ مگر جب وہی لالٹین جلائی جاتی ہے۔ تو صرف اس کی روشنی دکھائی دیتی ہے۔ دیکھنے والے کو وہ چمنی نظر نہیں آتی۔ تو کیا چمنی سے انکار کیا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پہ چمنی کا نظر نہ آنا انکار کی کوئی دلیل نہیں۔ چونکہ آسمان بھی مثل شیشے کے صاف، وشفاف ہے۔ حدِ نظر سے بہت دور ہے۔ اس لیے نظر نہیں آتا۔ تو اس کا نظر نہ آنا اس کے نہ ہونے کی دلیل نہیں۔

دو کرّے

عقل کے غلام یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ زمین و آسمان کے درمیان دو کرّے ہیں۔ جن میں ایک تو اتنا ٹھنڈا ہے۔ جس میں کسی کا گذرنا محال ہے۔ اگر اس میں سے کوئی گذرے۔ تو جسم جم کر مثل برف کے بن جائے۔ اس کو کرّہ زمہریر کہتے ہیں۔ دوسرا کرّہ آتشیں ہے۔ اس میں جانے سے انسان جل کر خاکستر ہو جانے سے نہیں بچ سکتا۔ ان دونوں کرّوں سے حضور علیہ السلام معہ جسم کے کیسے گذر گئے؟ ہم کہتے ہیں۔ کہ رفتار کی سرعت و تیزی کی کوئی حد مقرر نہیں۔ لہذا حضور علیہ السلام کو اللہ اس سرعت و تیزی سے ان کرّوں سے نکال لے گیا۔ کہ آپ کے جسم اقدس پر ٹھنڈک یا تپش کا مطلق اثر نہ ہوا۔ برف کو اگر آپ ہاتھ میں زیادہ عرصہ تک لیے رہیں گے تو کچھ عرصہ تک کے واسطے آپ کا ہاتھ ضرور بیکار ہو جائے گا۔ سکڑ

marfat.com

جائے گا۔ لیکن اسی برف کو چھوکر فوراً ہاتھ ہٹا لیجئے۔ تو یہ بھی معلوم نہ ہوگا۔ کہ کوئی ٹھنڈی چیز چھوئی تھی۔ پس چونکہ حضور علیہ السلام نہایت سرعت کے ساتھ تشریف لے گئے۔ اس واسطے آپ کو مطلق ٹھنڈک محسوس نہ ہوئی۔ اور نہ وہ ٹھنڈک آپ کو تکلیف پہنچا سکی۔ اسی طرح آپ کرۂ آتش سے بھی تیزی کے ساتھ گذر گئے۔ کہ آگ آپ کو کچھ تکلیف نہ پہنچا سکی۔ اگر کسی کو اس بات کا یقین نہ آئے۔ تو وہ میرے سامنے آگ جلائے۔ میں اس کے شعلوں میں سے اپنا ہاتھ جلدی سے نکال دوں گا۔ انشاءاللہ میرا رونگٹا بھی نہ جلے گا۔ اس کے علاوہ گیس کے ہنڈوں اور بجلی کے لیمپوں میں جالی کی جو بتی لگی ہوتی ہے۔ اگرچہ وہ سوت کی بنی ہوتی ہے۔ اور بہت عرصہ تک روشن رہتی ہے۔ پھر بھی وہ جلتی نہیں۔ آپ آگ میں سونا۔ چاندی لوہا۔ تانبا۔ ابرک۔ وغیرہ اسی قسم کی چیزیں ڈال دیجئے۔ اگرچہ ان کا رنگ مثل آگ کے سرخ ہو جائے گا۔ اور ان میں بھی تھوڑی دیر کے لیے مثل آگ کے حرارت، پیدا ہو جائے گی۔ مگر یہ چیزیں جلیں گی نہیں۔ جیسی کی تیسی ہی رہیں گی۔ آپ نے ولائتی آتشبازی میں پھلجھڑی دیکھی ہوگی۔ جب یہ جلائی جاتی ہے۔ اور اس کے آتشی پھول کپڑوں پر گرتے ہیں۔ تو اس سے کپڑے نہیں جلتے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ اور سنیئے۔ سمندل کیڑا آگ ہی میں رہتا ہے۔ مگر آگ اُسے نہیں جلاتی۔

بات دراصل یہ ہے۔ کہ اگرچہ آگ میں جلانے کی بظاہر قوت موجود ہے۔ مگر اس کی یہ قوّت خدا کی قوّت و قدرت کے کرشمہ سے ہے۔ اگر خدا چاہے۔ تو آگ کی ذرہ بھر چنگاری بہت کچھ جلا سکتی ہے۔ اور وہ نہ چاہے۔ تو آگ کا بہت بڑا آتش کدہ ایک چھوٹی سی چیونٹی کو بھی نہیں جلا سکتا۔ پس آگ جب کہ ان سب کو نہ جلا سکی۔ تو اگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم محفوظ رہے۔ اور بلا آزار اس میں سے گذر گئے۔ تو کون سے تعجب کی بات ہے؟

marfat.com

سرعتِ سیر عقل کے پجاری یہ بھی اعتراض کرتے ہیں۔ کہ اتنی جلدی اتنا طویل سفر طے کر کے واپس چلے آنا سمجھ میں نہیں آتا۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ کراچی و لاہور میں سینکڑوں میل کا فاصلہ ہے مگر جب کراچی کے تار گھر میں تار کی ڈبی پر انگلی کے اشارہ سے انسان ایک کھٹکا کرتا ہے تو اس کھٹکے کی آواز ایک سیکنڈ کے عرصہ میں لاہور پہنچ جاتی ہے۔ اور جب۔ لاہور کے ہوائی برقی آلہ میں جس میں تار وغیرہ کچھ نہیں ہوتا۔ لندن کو پکارا جاتا ہے۔ تو باوجود ہزاروں میل کا فاصلہ ہونے کے آن کی آن میں لاہور کی آواز لندن پہنچ جاتی ہے۔ اور کراچی میں بیٹھے بیٹھے ٹیلیفون کے ذریعہ سینکڑوں میل دور پشاور کے آدمیوں سے ہم باتیں کر لیتے ہیں۔ اور گراموفون کے ریکارڈوں میں ہماری باتیں ہمارے گانے بند ہو جاتے ہیں۔ اور جب اور جہاں چاہتے ہیں۔ ہم ان کو سُنتے ہیں۔ تو کیا یہ سب باتیں عقل کے خلاف نہیں؟ اور جب تک یہ ایجادیں عام نہیں ہوئی تھیں۔ تو کیا کسی شخص کی عقل ان باتوں کا یقین کر سکتی تھی؟ کہ ٹیلیفون پر بیٹھا ہوا شخص چاہے کتنے ہزار میل دور کیوں نہ ہو۔ اس کی بات سن لی جاتی ہے۔

اب سوچو۔ کہ انسان اپنی حکمت اور ہنر کے زور سے یہ کمالات دکھا سکتا ہے۔ تو کیا خدا میں یہ قدرت نہیں؟ وہ خدا جس نے انسانوں کو پیدا کیا۔ اور وہ خدا جس نے اپنے پیدا کئے ہوئے انسانوں کو یہ قدرت بخشی اور یہ عقل دی۔ کہ انہوں نے تار برقی ایجاد کی۔ موٹریں ایجاد کیں۔ ریلیں بنائیں۔ ہوائی تار ہوائی خبر رسانی ایجاد کی۔ ہوائی جہاز ایجاد کئے۔ ٹیلیفون ایجاد کئے۔ جو سب کے سب خلافِ عقل معلوم ہوتے ہیں۔ تو کیا اس خدا میں یہ قدرت نہیں۔ کہ وہ اپنے محبوب کو آن کی آن میں ساتوں آسمان پر لے گیا۔ عرش و کرسی پر لے گیا۔ جنت و دوزخ کی سیر کرائی۔ خود اپنے دیدار سے مشرف فرمایا۔ اور پھر اتنی جلدی واپس بھیج دیا۔ کہ زنجیر در ہل رہی تھی۔ اور بستر مبارک

گرم تھا۔ بیشک بیشک اس خدا میں اس سے زیادہ قدرت ہے۔ اور وہ خدا اس سے بڑھ کر اپنی قدرت کے کرشمے دکھا سکتا ہے۔ بندوق کی گولی کی سُرعتِ رفتار پر غور کرو۔ کہ جہاں وہ بندوق کی نالی سے نکلی۔ کہ کم ازکم پانچ سو گز کے فاصلہ پر شکار تڑپتا ہوا نظر آیا۔ غرضیکہ جب خدا کے بندے یہ کرشمے دکھا سکتے ہیں۔ تو وہ تو خدا ہے۔ اس کے کرشمۂ قدرت پر کیوں تعجب کیا جاتا ہے؟ اور اس کو کیوں خلافِ عقل کہا جاتا ہے۔ اور یہ کہا جاتا ہے۔ کہ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔

حقیقت یہ ہے کہ اس انکار کا کھلا ہوا سبب ان کی کم عقلی اور کور باطنی ہے۔ اور یہ کوئی نئی بات بھی نہیں۔ خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے شبِ معراج کی صبح کو ابو جہل نے بھی تو آپ کی معراج سے انکار کیا تھا۔ اور اس کا مذاق اڑایا تھا۔ مگر اس کا نتیجہ کیا ہوا۔ وہ ابو جہل لعین و زندیق ہوا۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس واقعۂ معراج کی بلاکسی حیل و حجت کے تصدیق کی۔ تو دیکھ لو۔ آج ان کو صدیق کے اعلےٰ و معزز لقب سے ہر مسلم یاد کرتا ہے۔ ابو جہل لعین کی عقل پر چونکہ جہالت و گمراہی کا پردہ پڑا ہوا تھا۔ اس وجہ سے اس کی سمجھ میں یہ واقعہ معراج نہ آیا۔ اور انکار کرنے لگا۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عقل نورِ ایمان سے روشن و منوّر تھی۔ اس لیے انہوں نے سنتے ہی واقعۂ معراج کی تصدیق کی۔ اب بھی جو لوگ۔ ابو جہل مردود کی طرح ناقص الفہم اور کم عقل و کور باطن ہیں۔ وہ معراج رسول سے انکار کرتے ہیں۔ اور اسے خلاف عقل بتاتے ہیں۔ اور جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے غلام اور روشن ایمان ہیں۔ وہ آج بھی بغیر تصدیق کے نہیں رہ سکتے۔

مولوی و مسٹر کا دلچسپ مکالمہ

حضرات! اس موقعہ پر میں آپ کو ایک دلچسپ مکالمہ سُنانا چاہتا ہوں۔ جو ان عقل کے بیچاریوں، کے ان بے سرو پا اعتراضات و

شکوک کے پیشِ نظر میں نے خود مرتب کیا ہے۔ عقلی شبہات کو ایک مسٹر کی زبان سے پیش کر کے ان کا جواب ایک مولوی صاحب کی طرف سے دلا کر ثابت کیا ہے۔ کہ یہ عقلی شبہات سراپا لغو اور ان بیوقوف عقلمندوں کی بے وقوفیاں ہیں۔

یہ مکالمہ سننے سے پہلے یہ بات ذہن نشین رکھیے۔ کہ ایسے لوگ اس ملاوٹ کے زمانہ میں اپنی زبان اُردو میں بھی انگریزی الفاظ کی ملاوٹ کر کے کچھ عجیب طرح کی انگلش آمیز اُردو بولتے ہیں۔ چنانچہ یہ دلچسپ مکالمہ سُنیے۔

مسٹر: آیئے مولوی صاحب! مزاج تو گڈ ہیں

مولوی صاحب: الحمد للہ! مگر یہ گڈ کیا بلا ہے؟

مسٹر: گڈ کا معنی ہے "اچھا"، چنانچہ آپ بھی سمجھ ہی گئے ہیں نا۔

مولوی صاحب: سمجھ تو گیا۔ مگر یہ کیا عادت ہے آپ کی؟

مسٹر: اپ ٹو ڈیٹ زمانہ ہے مولوی صاحب! انگلش لفظ ضرور بولنا چاہیئے۔

مولوی صاحب: ہم پاکستانی ہیں۔ ہماری اپنی زبان ہے۔ پھر یہ کیا کہ انگلش ضرور بولنا چاہیئے۔

مسٹر: اپنا اپنا آئیڈیا ہے۔ مجھے تو اپنے ملک کی بنی ہوئی کوئی دیسی چیز پسند نہیں۔ میں ہر چیز پر "میڈ ان انگلینڈ" کی مہر پہلے دیکھ لیتا ہوں"

مولوی صاحب: یہ چھوٹے صاحب آپ کے ساتھ کون ہیں۔

مسٹر: یہ میرا اکلوتا بیٹا ہے۔

مولوی صاحب: کب پیدا ہوا۔ اور کہاں پیدا ہوا؟

مسٹر: سات سال ہوئے کراچی ہی میں پیدا ہوا تھا۔

مولوی صاحب: تو گویا یہ بھی دیسی بیٹا ہے۔ جو اپنے ہی ملک میں تیار

ہوا۔ تعجب ہے کہ اس پر آپ نے "میڈ اِن انگلینڈ" کی مہر کیوں نہ دیکھ لی۔

مسٹر: (ہنس کر) مولاناؤں کی باتیں کچھ اسی "ٹائپ" کی ہوتی ہیں۔ بس آپ کو انگلش کی "انسلٹ" کرنا ہی آتی ہے۔ مولانا آپ اس ترقی کے زمانہ میں اپنے محدود دائرہ سے "آوٹ" ہوں۔ اور دیکھئے زمانہ اب کس قدر ترقی پا چکا ہے۔ اب تو لوگ چاند میں بھی پہنچ گئے ہیں۔ اور آپ ہیں۔ کہ مسجد کے حجرہ ہی سے نہیں نکلے۔

مولوی صاحب: شکر ہے۔ کہ ہم حجرہ ہی میں رہے۔ کسی کلب میں نہیں جا پہنچے۔ ورنہ بدن کے کپڑے بھی اتروا لیتے۔ اور ننگے ہو جاتے۔ ہاں تو چاند میں کون پہنچا۔ اور کب پہنچا؟

مسٹر: مولانا آپ کتنے "اولڈ مین" ہیں۔ آپ کو کچھ پتہ ہی نہیں۔ کہ روس نے ایک راکٹ چھوڑا تھا۔ جو چاند سے ٹکرا کر پھٹ گیا تھا۔ اور پھر اس نے پانچ ٹن وزنی راکٹ اُوپر بھیجا۔ جو سینکڑوں میل فی منٹ کی رفتار سے اُوپر چلا گیا۔ اور روس کے علاوہ امریکہ بھی اپنے راکٹوں میں کتوں۔ بندروں اور چوہوں کو اُوپر کی سیر کرا چکے ہیں۔ اور اب تو امریکہ نے دو انسان چاند پر اتار بھی دیئے ہیں۔ اور اب سمجھئے یہ مین لائن کھلنے ہی والی ہے۔ اور انسان "فرام زمین ٹو چاند" جایا کرے گا اور سائنس دانوں کے اعلانات کے مطابق فضا کے راستے میں اب ریسٹ ہاؤس اور مختلف اسٹیشن۔ ہوٹل۔ اور تفریح گاہیں تعمیر ہوں گی۔ اور چاند میں کوٹھیاں۔ بنگلے۔ سینما ہال۔ اسمبلیاں وغیرہ سب کچھ بننے لگے گا۔ اور چاند کے پہاڑوں۔ دریاؤں۔ جنگلات۔ اور تیل کے چشموں پر بھی انسان کا قبضہ ہو جائے گا۔ اور یہ سارا کمال ہے سائنس کا۔ مولانا! آپ نے تو شاید ان باتوں کی "اسٹڈی" ہی نہیں کی۔

marfat.com

مولوی صاحب: اچھا تو آپ نے بھی روس کے اور امریکہ کے ان وزنی راکٹوں کو دیکھا ہے۔ اور ان کی سینکڑوں میل فی منٹ کی رفتار ملاحظہ فرمائی ہے؟ اور راکٹ کو چاند سے ٹکرا کر پھٹتے بھی دیکھا ہے۔

مسٹر: مولانا! "نو" "نو" میں نے دیکھا تو کسی چیز کو بھی نہیں۔ مگر باتیں سب "سینٹ پرسینٹ" درست ہیں۔

مولوی صاحب: مگر بن دیکھے آپ ایسی محیر العقول باتوں پر ایمان کیسے لے آئے؟

مسٹر: میں نے اگرچہ خود اپنی آنکھوں سے یہ چیزیں نہیں دیکھیں مگر ریڈیو میں اعلان ہوئے۔ روسی امریکی اور اپنے پاکستانی اخبارات میں یہ خبریں شائع ہوئیں۔ تو کیا یہ سارا شور یوں ہی مچ رہا ہے۔ مسٹر مولوی! یہ سب باتیں درست ہیں۔

مولوی صاحب: جناب عالی! یہ مسٹر کا لقب آپ اپنے ہی لیے رہنے دیں۔ یہ عاجز نہ "مس" ہے نہ "ٹر" بس "مولوی" ہی ٹھیک ہے۔

مسٹر: (ہنس کر) آئی ایم سوری

مولوی صاحب: ہاں تو آپ نے راکٹ واکٹ دیکھا تو نہیں۔ محض روس و امریکہ اور ریڈیو و اخبارات کے اعلان پر یقین کر کے ان چیزوں کو تسلیم کر لیا ہے۔

مسٹر: یس

مولوی صاحب: شکر ہے کہ اب آپ ہمارے معراج شریف کے وعظ پر کبھی معترض نہ ہو سکیں گے۔

مسٹر: کیا مطلب؟

marfat.com

مولوی صاحب: مطلب یہ کہ آپ نے ایک مرتبہ میرا معراج شریف پر وعظ سُن کر مجھ پر اعتراض کیا تھا۔ کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ ایک انسان اپنا مرکز زمین چھوڑ کر ہزاروں لاکھوں میل اُوپر چلا جائے۔ میں نے عرض کیا تھا۔ کہ خدا تعالےٰ اپنی قدرت سے اپنے محبوب کو اُوپر لے گیا ہے۔ تو آپ نے کہا تھا۔ کہ جو کچھ ہے۔ نیچر ہے۔ اور نیچر کے پیش نظر ہزاروں میل اُوپر چلے جانا ممکن نہیں۔ میں نے عرض کیا تھا۔ کہ خدا تعالےٰ نے اپنے محبوب کے لیے براق پیدا فرمایا تھا۔ اور براق کی برق رفتاری نے اتنی طویل مسافت پل بھر میں طے کر لی تھی۔ تو آپ نے تمسخر کے لہجہ میں کہا تھا۔ کہ مولوی صاحب! براق کو آپ نے دیکھا ہے؟ اگر نہیں تو اس مشاہدہ کے زمانہ میں آپ کیوں پُرانی باتیں کرتے ہیں۔ پھر آپ نے میرے وعظ کے اس حصّہ پر بھی اعتراض کیا تھا۔ اور ہنسی اُڑائی تھی۔ کہ حضور علیہ السلام نے سفر معراج میں پیغمبروں سے ملاقات فرمائی۔ مختلف قوموں کو مختلف عذابوں میں مبتلا دیکھا۔ جنت و دوزخ کو دیکھا۔ جنت میں نہریں بہتی دیکھیں۔ آپ نے کہا تھا اُوپر تو خلا ہی ہے۔ وہاں ان چیزوں کا وجود کب ممکن ہے؟ مگر مسٹر! آج آپ کی ان تمام باتوں کا جواب آپ ہی کے منہ سے ہو گیا۔ آپ کا یہ اعتراض کہ ایک انسان اُوپر کیسے جا سکتا ہے۔ اس کا آپ ہی کے منہ سے جواب یہ ہے۔ کہ پانچ ٹن وزنی راکٹ اوپر کیسے چلا گیا؟ اور آپ کا یہ مقولہ کہ جو کچھ ہے نیچر ہے۔ آپ کے منہ سے اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کہتے ہیں۔ یہ سارا کمال ہے سائنس کا۔ اور میں کہتا ہوں۔ کہ معراج شریف سارا کمال ہے خالق سائنس کا۔ آپ کا یہ کہنا کہ براق کو کیا آپ نے دیکھا ہے؟ اس کا جواب آپ ہی کے منہ سے یہ ہے۔ کہ روسی راکٹ کو میں نے دیکھا تو نہیں۔ مگر روسی و امریکی اخبارات میں اس کے متعلق خبر ہے

marfat.com

شائع ہوئی ہیں۔ تو کیا یہ سارا شور یوں ہی مچ رہا ہے۔ اس پر میں کہتا ہوں۔ کہ براق کو میں نے دیکھا تو نہیں۔ مگر بخاری و مسلم اور بڑے بڑے اکابر کی کتابوں اور سارے اسلامی لٹریچر میں معراج شریف اور براق کی خبریں شائع ہوئیں۔ تو کیا یہ سارے سچے اعلان یونہی کر دیئے گئے!

آپ کا یہ کہنا کہ اُدپر تو خلا ہی خلا ہے۔ وہاں مختلف قوموں اور نہروں کا وجود کب ممکن ہے؟ آپ ہی کے منہ سے اس کا جواب بھی ہو گیا۔ کہ اب چاند تک مین لائن کھل جائے گی۔ اور راستے میں ریسٹ ہاؤس، اسٹیشن اور تفریح گاہیں تعمیر ہوں گی۔ آپ نے جنت میں نہروں کے وجود پر اعتراض کیا تھا۔ آپ ہی کے منہ سے اس کا جواب یہ ہے کہ اب چاند کے دریاؤ اور تیل کے چشموں پر بھی انسان کا قبضہ ہو جائے گا۔

مسٹر: خوب! خوب!! مولوی صاحب! آپ کس "سائیڈ" چلے گئے۔ اچھا یہ سب کچھ سہی۔ مگر آپ تو چاند سے بھی کہیں اُوپر تک معراج بتاتے ہیں۔

مولوی صاحب: ہاں ہاں بالکل ٹھیک ہے۔ چاند تو ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا نقشِ پا ہے۔ یا راستے کا سنگِ میل سمجھ لیجئے۔ یہ اپنا اپنا راکٹ ہے۔ امریکہ کا راکٹ پہنچا بھی تو چاند تک۔ مگر ہمارے اللہ کی قدرت کی تو انتہا ہی نہیں۔ چاند سے بھی کہیں اوپر تک لے جانا اس کے سامنے کوئی بڑی بات نہیں۔

مسٹر: مگر آپ نے اپنے وعظ میں یہ جو ایک شعر پڑھا تھا۔ کہ ؎

رہ گئے چرخ کے اوپر ہی جنابِ عیسٰے
طے کئے ہفت سماوات کے میداں تو نے

مولوی صاحب: ہاں میں نے یہ شعر پڑھا تھا۔ اور یہ حقیقت ہے۔ "سما" عربی زبان میں آسمان کو کہتے ہیں۔

marfat.com

مسٹر: مگر مولوی صاحب! آسمان کا تو کوئی وجود ہی نہیں ہے۔ پھر یہ معراج کے قصہ میں آسمانوں سے عبور اور آسمانوں پر صعود کا ذکر کس طرح مان لیا جائے؟

مولوی صاحب: اچھا مسٹر! یہ جو آپ کے چھوٹے صاحب ہیں۔ آپ کے صاحبزادے۔ ان کا نام کیا ہے؟

مسٹر: اس کا نام ہے "منکی"

مولوی صاحب: منکی! اس کا کیا معنی؟

مسٹر: مولوی صاحب! آپ ان ترقی یافتہ باتوں سے واقف نہیں۔ یورپ میں ایک لیڈی کے ہاں ہوائی جہاز میں بچہ پیدا ہوا تھا۔ اس کا نام اس نے اسی مناسبت سے "ایرمیل" رکھا تھا۔ ایک اور لیڈی کے ہاں ٹرین میں لڑکی پیدا ہوئی۔ تو اس نے اس کا نام رکھا تھا۔ "ایکسپریس" تو میں چونکہ کراچی کی بندر روڈ پر رہتا ہوں۔ اور یہ لڑکا وہیں پیدا ہوا ہے۔ تو میں نے اسی روڈ کی مناسبت سے اس کا نام رکھا ہے "منکی"، اور منکی انگلش میں بندر کو کہتے ہیں۔

مولوی صاحب: بہت خوب! بات سمجھ میں آگئی۔ اچھا تو اس منکی صاحب کے کوئی دوسرے بھائی بھی ہیں؟

مسٹر: نہیں یہ میرا اکلوتا بیٹا ہے۔

مولوی صاحب: اچھا تو اس کا دوسرا بھائی جو ابھی پیدا نہیں ہوا۔ اس کا نام کیا ہے؟

مسٹر: مولوی صاحب! یہ کیسی "رانگ" بات ہے۔ جو پیدا ابھی نہیں ہوا اور جس کا وجود ہی نہیں۔ اس کا نام کون رکھتا ہے۔ کیا آپ مجھے "فول" سمجھتے ہیں؟

مولوی صاحب: تو پھر اگر آسمان کا وجود ہی نہیں۔ تو یہ جو انگلش میں

marfat.com

آسمان کو "سکائی" کہتے ہیں۔ تو آپ لوگوں نے یہ "سکائی" نام کس چیز کا رکھ لیا ہے؟ کیا ایک ایسی چیز کا جس کا وجود ہی نہیں؟ دیکھئے اب فول نہ بنیئے۔ اور معقول جواب دیجئے۔

مسٹر: اچھا یوں ہی سہی! مان لیا۔ کہ آسمان ہے۔ مگر اس میں کوئی "گیٹ" نظر نہیں آتا۔ پھر کوئی اس میں سے کیسے گذر سکتا ہے۔

مولوی صاحب: سب سے پہلی بات یہ ہے مسٹر! کہ خدا تعالےٰ اور اس کی قدرت پر ایمان لے آنے کے بعد ایسا کوئی شبہ پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ دیکھئے آپ کسی عزیز دوست کو اپنے گھر بلاتے ہیں۔ تو اس کے لیے ہر قسم کا انتظام کرتے ہیں۔ اپنے نوکروں اور ملازموں کو اس کی خدمت کے لیے تیار رہنے کا حکم دے دیتے ہیں۔ چنانچہ آپ کا ہر ملازم آپ کے عزیز مہمان کی خدمت و خاطر کے لیے تیار رہتا ہے۔ اور جب وہ کمرے میں داخل ہونے لگے۔ تو آپ کا نوکر کمرے کا دروازہ بھی کھولتا ہے۔ تاکہ مہمان کو دروازہ کھولنے کی زحمت نہ ہو۔ بلا تشبیہ خدا تعالےٰ اپنے عزیز ترین محبوب کو شب معراج دعوتِ لقا دے۔ اور پھر راستے کی ساری رکاوٹوں کے ازالہ کی کوئی صورت مہیا نہ کرے۔ یہ بات قرین قیاس نہیں۔ مسٹر! خدا تعالےٰ بڑی قدرتوں کا مالک ہے۔ ہزاروں لاکھوں رکاوٹیں بھی ہیں۔ تو ان رکاوٹوں کا خالق خود ہی انہیں ہٹا بھی سکتا ہے۔ چنانچہ شبِ معراج اس کا اپنے محبوب کو اپنے پاس بلانا اسی کی بے پناہ قدرت کا مظاہرہ ہے۔ اور آسمان کا بالفرض گیٹ نہ بھی ہو۔ تو بھی کیا ہے؟ دیکھئے آپ کی ایکسرے لائٹ جسم کے اندر کون سے گیٹ سے گھستی ہے۔ اور یہ آنکھ کی نظر عینک کے شیشے کے کون سے گیٹ سے گذر جاتی ہے۔ مسٹر! ہمارے حضور نور ہیں۔ گیٹ نہ بھی ہو۔ تو بھی کوئی مشکل نہیں۔ حالانکہ آسمان کا گیٹ بھی ہے۔

marfat.com

مسٹر: او مائی گاڈ! سکائی کے لیے گیٹ؟

مولوی صاحب: کیوں کیا ہوا۔ گیٹ ہے کوئی گولہ تو نہیں۔

مسٹر: نو نو مولوی! کوئی گیٹ ویٹ نہیں۔ گیٹ ہے۔ تو کدھر ہے کہاں ہے دکھاؤ؟

مولوی صاحب: اچھا جو چیز آپ نہ دیکھ سکیں۔ وہ ہے ہی نہیں۔

مسٹر: یئس جو چیز ہوگی۔ وہ نظر بھی ضرور آئے گی۔

مولوی صاحب: اچھا یہ جو آج کل کے ڈاکٹر بتاتے ہیں۔ کہ پانی کے ایک قطرہ میں ہزاروں لاکھوں زندہ جراثیم موجود ہوتے ہیں۔ کیا یہ جراثیم کبھی آپ نے دیکھے ہیں۔

مسٹر: نہیں میں نے نہیں دیکھے۔ اگر دیکھوں تو پانی پینا مشکل ہو جائے۔ مگر ڈاکٹر جو بتاتے ہیں۔ ان کے پاس بہت بڑی خورد بین ہوتی ہے۔ وہ لوگ اس خورد بین سے دیکھ چکے ہیں۔

مولوی صاحب: بس مسٹر! فیصلہ ہو گیا۔ آسمان کا دروازہ ہم نے نہیں دیکھا۔ مگر نبی صلے اللہ علیہ وسلم جنہوں نے بتایا ہے کہ آسمان کا دروازہ ہے۔ ان کے پاس نبوت کی آنکھ ہوتی ہے۔ جس سے وہ یہ دروازے دیکھ چکے ہیں۔ اور ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ شبِ معراج ہر آسمان کا دروازہ میرے لیے کھولا گیا۔

مسٹر: میرے لیے یہ بات "آؤٹ آف سینس" ہے۔

مولوی صاحب: دیکھئے یہ آؤٹ وِدٹ سے آدمی دین سے بھی آؤٹ ہو جاتا ہے۔ ایک مسلمان کے لیے اس کے نبی کا ارشاد بہر حال حق وصواب ہے۔ یہ سائنس و عقل بڑی اچھی چیز ہے۔ مگر جب یہ دین و پیغمبر سے ٹکرانے لگے۔ تو پھر یہ عقل برائے نام ہی عقل رہ جاتی ہے۔ پھر اس کے متعلق حکم یہ ہے ؎

marfat.com

لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

اور پھر یہ بات بھی تو ہے مسٹر! کہ یہ سائنس آج خود بھی ایسی ایسی چیزوں کا اعلان کر رہی ہے۔ جن سے معجزات کے حقائق ظاہر ہو رہے ہیں۔ کیوں صاحب! یہ جو آج کل بتایا جا رہا ہے۔ کہ چاند میں بڑے بڑے پہاڑ ہیں۔ تیل کے چشمے ہیں۔ دریا ہیں۔ یہ کس نے دیکھے ہیں۔ چاند میں پہاڑ مان لینے والی سائنس آسمان میں دروازے مان لینے سے کیوں چکراتی ہے؟

مجھے یاد ہے۔ میرا دعظ سن کر آپ نے یہ اعتراض بھی کیا تھا۔ کہ ہوا کا کرہ ختم ہو جانے پر آگے کوئی متنفس نہیں جا سکتا۔ کیونکہ بغیر ہوا کے زندہ رہنا مشکل ہے۔ مگر اب تو بقول آپ کے وہاں سے چوہے اور بندر بھی پھر کر زندہ ہی واپس آ گئے ہیں۔ آپ نے یہ بھی کہا تھا۔ کہ واپسی پر بستر مبارک کا گرم رہنا۔ اور زنجیر در کا ہلتے رہنا بھی "اؤٹ آف سائنس" ہے......

مسٹر: یہاں پہنچ کر آپ خود بھی گرم ہو گئے مولوی صاحب!

مولوی صاحب: یہ حرارتِ ایمانی ہے خدا آپ کو بھی گرم کرے۔ اور بستر مبارک کا گرم رہنا آپ کی سائنس قبول کرے۔

مسٹر: تو یہ بات بھی آپ سائنس ہی سے ثابت کیجئے نا؟

مولوی صاحب: چائے تو آپ پیتے ہی ہیں نا؟

مسٹر: خوب یاد دلایا۔ میرا "ٹی ٹائم" بھی ہو رہا ہے۔

مولوی صاحب: توبہ! ہر بات میں انگلش۔ چائے کہنے میں کیا حرج ہے؟

مسٹر: اور "ٹی" کو آپ "ڈینجرس" کیوں سمجھتے ہیں۔

مولوی صاحب: بندۂ خدا انگریزی بولو۔ مگر حسبِ موقعہ۔ مثلاً کوئی غیر ملکی ہو۔ جو انگریزی سمجھتا ہو۔ اور ہماری زبان نہ سمجھتا ہو۔ اس سے بے شک انگریزی بولو۔ مگر یہ کیا کہ گھر گئے۔ تو دادی اماں سے بھی انگریزی اور اپنے سیدھے سادھے ابا سے بھی انگریزی۔ یہ تو وہی بات ہوئی۔ کہ کوئی صاحب بہادر

marfat.com

تالاب میں گر گئے اور ڈوبنے لگے۔ ایک دہقانی نے دیکھا اور ترس کھا کر صاحب بہادر کو پکڑ کر تالاب سے باہر نکالا۔ صاحب بہادر نے فوراً کہا۔ "تھینک یو" دہقانی نے صاحب بہادر کو پکڑ کر پھر تالاب میں پھینک دیا۔ صاحب بہادر چلّایا کہ ارے یہ کیا؟ تو دہقانی بولا۔ صاحب بہادر! تم نے خود ہی تو کہا ہے "پھینک دو" دیکھا آپ نے بے موقعہ کی انگریزی نے کیا گل کھلایا۔

علاوہ ازیں مسٹر! یہ ٹی ٹو وغیرہ تو اب عام ہے۔ اب تو ہر شخص انگریزی بول لیتا ہے۔ ہمارے محلّہ میں ایک زندہ دل آدمی کہا کرتا ہے۔ یہ انگریزی کیا مشکل ہے۔ میں اور میری بیوی ہر روز انگریزی بولتے ہیں۔ میں گھر آتا ہوں۔ تو بیوی کو یوں پکارتا ہوں۔ اے بی وی جی (اے بیوی جی) تو وہ جواب دیتی ہے۔ جی آئی (یعنی میں آرہی ہوں) میں کہتا ہوں۔ ٹی پی او (چائے پیو) وہ کہتی ہے۔ پی کے آئی (پی کر آئی ہوں) دیکھا آپ نے انگریزی بولی ہے۔ کہ نہیں۔ الغرض سیدھی طرح بات کیجئے۔

ہاں تو میں کہہ رہا تھا۔ کہ آپ چائے تو پیتے ہیں۔ اور میں نے دیکھا بھی ہے۔ کہ آپ، جب سفر میں جاتے ہیں۔ تو آپ اپنی ایک بوتل جسے آپ تھرموس کہتے ہیں، ساتھ رکھتے ہیں۔ اور چائے گھر میں تیار کر کے گرم گرم اس میں ڈال لیتے ہیں۔ ذرا فرمایئے تو اس بوتل میں یہ چائے ٹھنڈی تو نہیں ہو جاتی!

مسٹر: نہیں مولوی صاحب! ٹھنڈی ہو جائے۔ تو پھر تھرموس خریدنے کا فائدہ ہی کیا؟ ۲۴ گھنٹہ تک یہ چائے بدستور اس میں گرم کی گرم رہتی ہے۔

مولوی صاحب: بس مجھے یہی کہلوانا تھا۔ اب ذرا اپنی سائنس سے پوچھیے کہ تمہاری تھرموس میں تو یہ کرشمہ ہے۔ کہ اس میں چائے چوبیس گھنٹہ تک

گرم کی گرم رہے۔ تو خدا کی قدرت، کا یہ کرشمہ ماننے سے تمہیں کیوں تکلیف ہوتی ہے۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا بستر مبارک، ویسے کا ویسے ہی گرم رہا۔ کیوں مسٹر! فرمایئے اگر تمہارے پاس کوئی اور اعتراض ہے۔ تو بے دھڑک پیش کرو۔

مسٹر: پاس کچھ ہو یا نہ ہو۔ ٹائم خوب "پاس" ہوا۔

مولوی صاحب: واقعی انگریزی میں تم "پاس" ہو۔

معراج شریف کی حکمتیں

حضرات! اب میں معراج شریف کی حکمتیں بیان کروں گا۔ اور بتاؤں گا۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اس معجزۂ معراج شریف سے مشرّف فرمانے میں کیا کیا حکمتیں مضمر ہیں۔

پہلی حکمت خدا تعالیٰ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے قبل جتنے پیغمبر مبعوث فرمائے۔ سب کو معجزات عطا فرمائے۔ اور جو پیغمبر جس زمانہ میں تشریف لایا۔ اس زمانہ میں جس کمال و ہنر کا زیادہ عروج و زور ہوتا۔ اس پیغمبر کو ایک معجزہ ایسا بھی عطا فرمایا جاتا رہا۔ جس کے مقابلہ میں لوگوں کا وہ کمال و ہنر ہیچ ہو جاتا۔ اور وہ صاحبانِ کمال پیغمبر کے اس کمال کے سامنے عاجز ہو کر رہ جاتے۔ اور باوجود اپنے کمال کے وہ پیغمبر کے کمال سا کمال پیش نہ کر سکتے۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جادو کا بڑا زور رہتا۔ اور بڑے بڑے عظیم جادوگر موجود تھے۔ خدا تعالےٰ نے ان کے اس کمال کو توڑنے کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک ایسا معجزۂ عصا عطا فرمایا۔ جس نے سانپ بن کر جادوگروں کی تمام رسیوں کے

marfat.com

بنے ہوئے سانپوں کو نگل لیا۔ اور ان کے کمالِ سحر کو توڑ کر رکھ دیا۔

حضرت عیسٰے علیہ السلام کے زمانہ میں طب و حکمت کا بڑا چرچا اور زور تھا۔ اور علم طب اپنے عروج پر تھا۔ خدا تعالےٰ نے اس دور کے لوگوں کا یہ کمال توڑنے کے لیے حضرت عیسٰے علیہ السلام کو ایسا معجزۂ شفا عطا فرمایا۔ کہ آپ کا دستِ شفا جس مادرزاد اندھے اور کوڑھی پر بھی پھر جاتا وہ اچھا ہو جاتا۔ اور آپ کے قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہ فرمانے سے مردہ بھی جی اٹھتا آپ کے اس معجزۂ شفا سے اس دور کے بڑے بڑے طبیبوں کے ہوش اڑ گئے۔ اور وہ باوجود اپنے کمالِ طب کے پیغمبر کے اس کمال کا سا کمال نہ دکھا سکے۔ اور عاجز آ گئے۔

اسی طرح ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں فصاحت و بلاغت اور شعر و ادب کا بڑا عروج اور زور تھا۔ بڑے بڑے قادر الکلام اور فصیح و بلیغ افراد موجود تھے۔ خدا تعالےٰ نے ان فصحار و بلغار کا زور توڑنے کے لیے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو معجزۂ قرآن عطا فرمایا۔ جسے سن کر سارے فصحار و بلغاء دم بخود ہو کر رہ گئے۔ یہاں تک کہ قرآن کی سی ایک آیت تک نہ بنا سکے۔ اور قرآن سن کر یہ کہنے پر مجبور ہو گئے۔ کہ

مَا هٰذَا قَوْلُ الْبَشَرِ ۔

یہ کلام کسی بشر کا کلام نہیں

میرے بزرگو اور عزیزو! ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم آخری پیغمبر ہیں۔ اور آپ کے بعد قیامت تک کے لیے کوئی پیغمبر نہیں آ سکتا۔ قیامت تک کا زمانہ حضور ہی کا زمانہ ہے۔ اور قیامت تک کے لوگوں کے لیے حضور ہی پیغمبر ہیں۔ چونکہ یہ موجودہ زمانہ بھی حضور ہی کا زمانہ ہے۔ اور یہ زمانہ سائنسی زمانہ ہے۔ اس زمانہ میں سائنس کا بڑا زور اور عروج ہے۔ سائنس نے ایسی ایسی محیر العقول چیزیں بنا ڈالی ہیں۔ کہ انہیں دیکھ کر آدمی حیران رہ جاتا ہے۔

marfat.com

حتیٰ کہ اس نے ایسے راکٹ بھی تیار کر لیے ہیں۔ جو کہا جاتا ہے۔ کہ انسان کو چاند پر بھی لے گئے ہیں۔ اور چاند کی سیر کرا کے اُسے واپس بھی لے آئے ہیں۔ اس سائنس کے زمانہ کے لیے ضروری تھا۔ کہ خدا تعالےٰ اپنے آخری پیغمبر کو ایک ایسا معجزہ بھی عطا فرمائے۔ جو اس زمانہ کے سائنس دانوں کے کمالات کا بھی جواب ہو۔ اور قیامت تک آنے والے سائنسدانوں کو بھی لاجواب کئے رکھے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ نے اپنے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ معجزۂ معراج عطا فرمایا جس نے بڑے بڑے سائنسدانوں کے ہوش اڑا دیئے۔ اور چاند تک پہنچنے کے مدعی یہ دیکھ کر کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم چاند کو بھی گردِ راہ بنا کر اور ساتوں آسمانوں کو اپنا زینہ بنا کر عرشِ معلیٰ تک جا پہنچے۔ اور آن کی آن میں پھر واپس بھی تشریف لے آئے۔ دم بخود ہو کر رہ گئے۔ اور ان کے سائنسی کمال کا زور ٹوٹ کر رہ گیا۔ پس معجزۂ معراج شریف کی ایک حکمت یہ ہے۔ کہ سائنسی دور کے سائنسدان باوجود اپنی ہزار ایجادات کے معراج شریف جیسا عروج نہ پا سکیں۔ اور انہیں اقرار کرنا پڑے۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم واقعی اللہ کے پیغمبر ہیں۔ جو خالقِ سائنس کی قدرت سے وہاں جا پہنچے۔ جہاں ہماری عقل کی بھی رسائی نہیں۔

دوسری حکمت

حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے پیغمبر تشریف لائے سب نے خدا تعالےٰ کے وجود اور جنّت و دوزخ کے وجود کی گواہی دی۔ اور سب نے اپنی اپنی امتوں سے یہ کلمہ پڑھوایا۔

"اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ۔"

یعنی میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔"

مگر یہ سب گواہیاں سنی ہوئی تھیں۔ کسی پیغمبر نے ان چیزوں کو دیکھ کر گواہی نہیں دی۔ اور گواہی کا اختتام اور اس کی انتہا دیکھنے پر ہوتی ہے۔ اس لیے ضروری

marfat.com

تھا۔ کہ کوئی پیغمبر ایسا بھی ہو۔ جو ان سب چیزوں کو دیکھ کر گواہی دے۔ تاکہ اس کی گواہی پر شہادت کی تکمیل ہو جائے۔ چنانچہ شبِ معراج حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو معجزۂ معراج عطا فرمایا گیا۔ تاکہ حضور خدا کو اور جنت و دوزخ ہر چیز کو دیکھ لیں۔ اور دیکھ کر گواہی دیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کوئی پیغمبر نہیں آسکتا۔ اس لیے کہ گواہی کی تکمیل ہو چکی۔ دیکھنے والے کی گواہی ہو چکی۔ پھر اب کسی سُنی ہوئی گواہی کی کیا وقعت ہو سکتی ہے؟

تیسری حکمت

خدا تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے:

"اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَ
اَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ"

یعنی اللہ نے مومنوں کی جانیں اور ان کے مال جنّت کے بدلے خرید لیے"

اس آیت میں فرمایا گیا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ مومنوں کی جانوں اور ان کے مالوں کا خریدار ہے۔ خدا خریدار ہے۔ مومن بیچنے والے ہیں۔ اور مومنوں کی جانیں اور ان کے مال بکنے والی چیز ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ ایک چیز ہوتی ہے بکنے والی۔ ایک بیچنے والا ہوتا ہے اور ایک ہوتا ہے خریدار۔ اور درمیان میں ایک اور وجود بھی ہوتا ہے۔ جو چیز بکوانے والا ہوتا ہے۔ وہ بائع و مشتری کے درمیان سودا طے کراتا ہے۔ وہ کون ہے؟ وہ ہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم۔ اور یہ بات ضروری ہے۔ کہ جو سودا کرانے والا ہو۔ اس نے بکنے والی چیز کو بھی دیکھا ہو۔ اور اس کی قیمت کو بھی دیکھا ہو۔ چنانچہ خدا تعالےٰ نے شبِ معراج حضور کو بلا کر مسلمانوں کے جان و مال کی قیمت یعنی جنّت حضور کو دکھا دی۔ اور فرمایا محبوب! تم نے بکنے والی چیز یعنی مسلمانوں کے جان و مال کو تو دیکھا ہے۔ آؤ اب۔ جنّت کو بھی دیکھ لو۔ اور نہ صرف یہ کہ جنّت ہی، کو بلکہ خریدار کو بھی دیکھ لو۔

marfat.com

حضرات! یہاں ایک اور بات بھی سن لیجئے۔ بائع و مشتری کے درمیان جو سودا طے کرانے والا ہوتا ہے۔ اس کی ہر دو جانب عزت و تکریم ہوتی ہے۔ بائع بھی اس کا احترام کرتا ہے۔ اور مشتری بھی اس سے محبت و پیار رکھتا ہے۔ بائع کے پاس آئے۔ تو وہ اُسے سر آنکھوں پر بٹھاتا ہے۔ مشتری کے پاس پہنچے تو وہ بھی اس کے ساتھ ہزار محبت سے پیش آتا ہے۔ ہمارے حضور چونکہ بائع و مشتری کے درمیان سودا طے کرانے والے ہیں۔ اس لیے مومنوں کے لیے بھی وہ واجب التعظیم ہیں۔ اور خدا کے لیے بھی محبوب و مطلوب ہیں۔ حضور کے لیے یہاں بھی عزت و عظمت اور وہاں بھی عزت و محبت۔ مومن خوش ہیں۔ کہ حضور کے صدقہ میں ہمیں جنت ملی۔ اور خدا بھی خوش ہے۔ کہ حضور کی وساطتِ تبلیغ سے مسلمانوں کے مال اور ان کی جانیں خدا کی راہ میں صرف ہوئیں۔

چوتھی حکمت

موسیٰ علیہ السلام کو جب کوہِ طور پر معجزۂ عصا عطا ہوا۔ تو خدا نے اسی وقت فرمایا:

"اَلْقِ عَصَاکَ"

اپنے عصا کو پھینکو

آپ نے پھینکا تو وہ پھینکتے ہی سانپ بن گیا۔ اور موسیٰ علیہ السلام ڈر گئے۔ خدا نے فرمایا:

"خُذْهَا وَلَا تَخَفْ"

اسے پکڑ لو اور ڈرو مت!

چنانچہ آپ نے پکڑ لیا۔ وہ پھر عصا بن گیا۔ اگر موسیٰ علیہ السلام اپنے عصا کا سانپ بن جانا پہلے نہ دیکھ لیتے۔ تو پھر فرعون اور اس کی قوم کے مقابلہ میں جب یہ عصا ڈالتے اور وہ سانپ بن جاتا۔ تو آپ وہاں ڈر جاتے۔ اور آپ کے اس معجزہ کی غرض و غایت فوت ہو جاتی۔ اسی طرح حضور صلے اللہ

marfat.com

علیہ وسلم نے چونکہ کل قیامت کے روز گناہگاروں کی شفاعت فرمانی ہے۔ اس لیے اللہ نے حضور کو پہلے ہی شبِ معراج اُوپر بلاکر جنّت و دوزخ اور دیگر امورِ غیب کا مشاہدہ کرادیا۔ تاکہ کل قیامت کے روز آپ بلاخوف و خطر گناہگاروں کی شفاعت فرماسکیں۔

پانچویں حکمت دوست اپنے دوست سے کوئی بات پوشیدہ نہیں رکھتا۔ چنانچہ زمین کی توسب چیزیں حضور کو دکھا دیں۔ اور آپ نے دیکھ لیں۔ چنانچہ حضور خود فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰہَ زَوٰی لِیَ الْاَرْضَ فَرَاَیْتُ مَشَارِقَھَا وَمَغَارِبَھَا۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۰۴)

"اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو لپیٹا تو میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ لیا۔"

حضور نے زمین کے مشرق و مغرب کی توسب چیزیں دیکھ لیں۔ خدا نے چاہا کہ میرا محبوب آسمانوں کی بھی ساری چیزوں کو دیکھ لے۔ چنانچہ شبِ معراج حضور کو آسمانوں پہ بلاکر آسمانوں کی اشیاء بھی دکھادیں۔ اور فرمایا:

لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا

یعنی ہم نے اپنے بندے کو یہ سیر اس لیے کرائی تاکہ اُسے اپنی نشانیاں دکھادیں۔"

چھٹی حکمت حضرات! معراج شریف کی ایک حکمت یہ بھی ہے۔ کہ ہمارا یہ عقیدہ ہے۔ کہ ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سارے نبیوں سے افضل و اعلےٰ ہیں۔ تواس عقیدہ پر کچھ مخالفین کے بظاہر اعتراضات ہو سکتے تھے۔ حضور کی معراج ان اعتراضات کے رفع کرنے کے لیے ہے۔ میں اس مضمون کو ذرا تفصیل سے بیان کرتا ہوں۔ سنیئے

marfat.com

پہلا معترض تو عیسائی ہو سکتا تھا۔ کہ مسلمان اپنے پیغمبر کو سارے نبیوں سے افضل کیسے مانتے ہیں۔ جب کہ ہمارے پیغمبر حضرت عیسےٰ علیہ السلام قرآن کے بیان کے مطابق آسمان پر اُٹھا لیے گئے۔ جیسا کہ قرآن کا بیان ہے:

"وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَ
كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا"۔

یعنی حضرت عیسےٰ کو یہود نے ہرگز قتل نہیں کیا بلکہ
ان کو اللہ نے اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ غالب
حکمت والا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام سب سے بڑھ کر اونچی شان رکھتے ہیں۔ کہ وہ آسمان پر چلے گئے پھر مسلمانوں کا یہ دعویٰ کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم افضل الانبیاء ہیں۔

دوسرا معترض یہودی ہو سکتا تھا۔ اور کہہ سکتا تھا۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم سے افضل ہیں۔ کیونکہ حضرت موسےٰ کو خدا نے کوہِ طور پر شرفِ کلام بخشا۔ چنانچہ قرآن شاہد ہے کہ:

"وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ قَالَ رَبِّ
اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ"۔

جب کہ ہمارے کلام کے وعدے کے وقت موسیٰ آئے اور
ان کے رب نے ان سے کلام کیا۔ تو موسیٰ نے کہا۔ اے میرے
رب! مجھے دکھا دے کہ میں تیری طرف دیکھوں۔ تو اللہ نے فرمایا
موسیٰ تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا۔

اس آیت سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام خدا کے ساتھ ہمکلام ہوئے۔ اور یہ بہت بڑا شرف ہے۔ لہذا حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم سے افضل ہیں۔

marfat.com

تیسرا معترض حضرت سلیمان علیہ السلام کا کوئی امتی ہو سکتا تھا۔ کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سلیمان علیہ السلام سے افضل کیسے ہو سکتے ہیں۔ جب کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی شانِ عظیم کا یہ عالم تھا۔ کہ آپ کے قبضہ و تصرف میں بہت ہی تیز رو ایک شخص تھا۔ جو چشم زدن میں بلقیس کا تخت کہاں سے کہاں لے آیا۔ جس کا نام آصف بن برخیا تھا۔ چنانچہ قرآن مجید بھی اس پر شاہد ہے۔

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ
اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ
طَرْفُكَ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ
هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ۔

اس شخص نے جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہا میں
تختِ بلقیس کو آپ کی پلک جھپکنے سے پیشتر لے
آؤں گا پس ناگاہ اس کو تخت لاتے ہوئے دیکھا تو
کہا یہ میرے رب کے فضل سے ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زیر حکم ایسے تیز رو اور ہوا سے بات کرنے والے ہیں۔ جو آن کی آن میں اور پلک جھپکنے سے بھی پہلے اتنا بڑا وزنی تخت اور اتنی دُور سے لاکر سامنے رکھ دیتے ہیں۔ تو پھر ان سے بڑھ کر حضرت محمد مصطفےٰ کیسے ہو سکتے ہیں؟

حضرات! ان اعتراضات و شبہات کی چونکہ گنجائش تھی۔ اس لیے خدا تعالےٰ نے ان سب کا ایک جامع اور ٹھوس جواب، دیا۔ جس کے سامنے یہ سارے شبہات اور اعتراضات دُور ہو جاتے ہیں۔ اور وہ جامع جواب، یہی معراج شریف ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو شرفِ معراج شریف سے مشرف فرمایا گیا۔ تو اب، کیا کوئی عیسائی کہہ سکتا ہے ... ت عیسےٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھا لینے

marfat.com

کی وجہ سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے افضل ہیں۔ کیونکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی معراج آسمان تک نہیں۔ بلکہ آسمان تو معراجِ حضور کے لیے گذرگاہ تھا۔ آسمان اور انبیاء کرام علیہم السلام کا مقام تھا۔ حضور کا مقام اس سے صدہا درجہ بالاتر تھا۔ جیساکہ واقعاتِ معراج سے اس پر روشنی پڑتی ہے۔ حضرت حسن فرماتے ہیں ؎

بنا آسماں منزلِ ابن مریم
گئے لامکاں تاجدارِ مدینہ

ایسے ہی اب یہودی بھی نہیں کہہ سکتا۔ کہ حضرت موسےٰ حضور سے افضل ہیں۔ کیونکہ حضرت موسےٰ نے دیدار کی خواہش کی۔ تو اللہ نے فرمایا۔ موسےٰ تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا۔ مگر ہمارے حضور شبِ معراج بستر مبارک پر خواب نازمیں ہیں۔ اور جبریل امین حاضر ہوکر پیامِ وصل سُناتے ہیں۔ اور براق پر بٹھا کر وصلِ الٰہی کے لیے لے جاتے ہیں۔ یہ ہے کلیم و حبیب میں فرق۔ کلیم طالبِ دیدار ہوتے ہیں۔ تو جواب ملتا ہے۔ لَنْ تَرَانِی اور حبیب کو خود طلب فرما کر دولتِ دیدار سے مشرف فرمایا جاتا ہے ؎

تبارک اللہ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوشِ لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے

اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کا امتی بھی اب یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہمارے حضور سے افضل ہیں۔ کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس اگر پلک جھپکنے سے بھی پہلے تخت لے آیا گیا۔ تو یہ کوئی بہت زیادہ تعجب کی بات نہیں۔ کیونکہ تخت کا لانا زمین کے ایک گوشہ سے زمین ہی کے دوسرے گوشہ تک تھا۔ مگر ہمارے حضور نے آن کی آن میں زمین سے آسمانوں اور پھر آسمانوں سے بھی بلند و بالا مقام کی سیر فرمائی۔ جو عقل و گمان سے باہر ہے۔ آپ کو ایک لحظہ میں طبقات سماوات۔ سدرۃ المنتہیٰ۔ لوح و قلم

marfat.com

عرش وکرسی اور جنت و دوزخ سب کی منزلیں طے کرائی گئیں۔ اور یہ سب کچھ اتنی تیزی اور سرعت سے واقع ہوا۔ کہ واپس تشریف لائے۔ تو زنجیر در ہل رہی تھی۔ اور بستر مبارک گرم کا گرم تھا۔

حضرات! ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی معراج شریف کی ایک حکمت، یہ بھی تھی۔ کہ سارے معترضین کے منہ بند ہو گئے۔ اور سب کو ماننا پڑا۔ کہ واقعی حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہی سارے نبیوں سے افضل واعلےٰ اور بلند و بالا ہیں۔ پڑھیئے میرے ساتھ مل کر۔

سب سے اعلےٰ و اولیٰ ہمارا نبی
سب سے بالا و والا ہمارا نبی
جس کو شایاں ہے عرشِ خدا پر جلوس
ہے وہ سلطانِ والا ہمارا نبی

یہ اعلیحضرت کے شعر ہیں۔ آپ نے دوسرے شعر میں یہ جو لکھا ہے۔ کہ

جس کو شایاں ہے عرش خدا پر جلوس
ہے وہ سلطانِ والا ہمارا نبی

عقیدے کی بات

اسے سمجھئے۔ بات یہ ہے۔ اور عقیدہ کی بات ہے کہ اللہ تعالےٰ انسانی کیفیّات سے پاک اور منزّہ ہے۔ یہ آنا۔ جانا۔ اٹھنا بیٹھنا۔ کھانا پینا۔ اور چلنا پھرنا۔ انسانی کیفیّات ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کیفیّات سے پاک ہے۔ خدا تعالےٰ کے متعلق یوں کہنا۔ کہ اللہ آیا ہے۔ یا اللہ گیا ہے۔ یہ غلط ہے۔ کیونکہ اللہ آنے جانے سے پاک ہے۔ آتا ہے وہ جو جائے بھی۔ اور جاتا وہ ہے جو آئے بھی۔ اور اللہ تو ہر وقت ہر آن ہر جگہ موجود اور سب کے قریب ہے۔ پھر اس کے جانے یا آنے کا کیا معنی؟ اسی طرح وہ اُٹھنے بیٹھنے سے بھی پاک ہے۔ خدا کے متعلق یہ

marfat.com

کہنا کہ وہ کھڑا ہے یا بیٹھا ہے۔ غلط ہے اور گمراہی۔ اعلیٰحضرت فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ بیٹھنے سے بھی پاک ہے۔ پھر اللہ نے عرش پیدا کس کے لیے کیا؟ تو آپ فرماتے ہیں۔ کہ خدا خود تو بیٹھنے سے پاک و منزّہ ہے۔ یہ عرش اللہ نے اپنے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کے بیٹھنے کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ اب پڑھیئے پھر وہی شعر ؎

جس کو شایاں ہے عرشِ خدا پر جلوس
ہے وہ سلطانِ والا ہمارا نبی

اس کے آگے اعلیٰحضرت لکھتے ہیں؛

سارے اُونچوں سے اُونچا جسے کہیئے
ہے اس اونچے سے اُونچا ہمارا نبی

زمین سے آسمانِ اوّل اُونچا۔ آسمانِ اوّل سے دوسرا آسمان اونچا۔ اس سے تیسرا آسمان اُونچا۔ تیسرے سے چوتھا۔ چوتھے سے پانچواں۔ پانچویں سے چھٹا۔ چھٹے سے ساتواں اونچا۔ اور ساتویں آسمان سے عرش اونچا اور شبِ معراج عرش سے بھی ہمارے حضور کے قدم اُونچے۔

سارے اونچوں سے اُونچا جسے کہیئے
ہے اس اُونچے سے اُونچا ہمارا نبی

ساتوں آسمان اور یہ زمین سب کچھ عرش کے نیچے ہے۔ شب معراج خدا نے اپنے محبوب کے قدم عرش پر لاکر گویا اعلان فرمادیا۔ کہ ساری کائنات میرے محبوب کے قدموں کے نیچے ہے۔ جسے میرے محبوب کے قدموں کے زیرِ سایہ رہنا ہو۔ رہے۔ ورنہ جہنّم میں جائے۔

ہاں تو میرے بھائیو! ہمارے حضور کی معراج شریف سے عیسائیوں۔ یہودیوں۔ اور دیگر سارے معترضین کے اعتراضات رفع ہو گئے۔ اور سبھی کو ماننا پڑا۔ کہ حضور ہی سیّد الانبیاء و المرسلین ہیں۔ پڑھیئے درود شریف۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ   الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ

marfat.com

بزمِ معراج

حضرات! اب آیئے بزمِ معراج شریف کی زیب وزینت، اور اس کی آرائش و نقش و نگار کے متعلق کچھ عرض کروں۔ یہ بات ظاہر ہے۔ کہ دنیا کی کسی بزمِ نشاط یا فرح وسرور کی مجلس میں اس کی آرائش وزیبائش تحسین، و تزئین اور زیب و زینت دو چیزوں کی بنا پر ہو سکتی ہے۔ اوّل بانیٔ محفل کی طاقت وجاہ و ثروت۔ بانیٔ محفل کی مملکت و سلطنت جتنی زیادہ عظیم الشان ہوگی۔ وہ اتنی ہی زیادہ تزئینِ بزم میں اپنی جاہ وثروت کا اظہار کرے گا۔ نئے رنگ نرالے ڈھنگ سے سامانِ طرب کو مہیا کرے گا۔

دوسرے جس کی خاطر وہ بزم سجائی گئی ہو۔ وہ مہمان مکرّم اچھوتی اور بلند و بالا شان والا ہو۔ جہاں یہ دونوں چیزیں یعنی صاحب خانہ۔ اور مہمان دونوں ہی اولوالعزم ہوں گے۔ تو ان کی جو بزم منعقد ہوگی۔ وہ اپنی نظیر آپ ہوگی اور نہایت اچھوتی پُرحسن جس کی ضیاء سے چاند سورج بھی منفعل ہوں۔ ہوگی۔ اور جہاں ان دونوں میں سے ایک کا وجود بھی مفقود ہوا۔ تو پھر وہ بزم ایسی شاندار نہیں ہو سکتی۔ جس کو دیکھتے ہی دل سے صدائے تحسین و آفرین نکلے۔ یہ بات ایک مثال سے سمجھئے۔ مثلاً کوئی گداگر یا معمولی آدمی جو وجاہتِ دنیوی سے خالی ہو۔ کسی دربارِ عالی شان میں چلا جائے۔ یا بلایا ہوا آئے۔ تو اس کی آمد پر کوئی انتظام یا تزک و احتشام نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس آنے والے کی جہاں وہ آیا ہے کوئی وقعت ہی نہیں۔ یونہی اگر کوئی ذی وقار صاحب اقتدار اپنے علاقہ میں کسی معمولی رعایا کے پاس جائے۔ تو وہ بے چارہ غریب میزبان اپنے ذیشان مہمان کی آمد پر کوئی سامانِ تکلف نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس کی وسعت میں سامانِ تکلف ہی نہیں۔ وہ کیا کرے۔ بخلاف اس کے اگر مہمان و میزبان ہر ایک اپنی ذات میں شان رکھتا ہو تو اس کی باہمی ملاقات کی

marfat.com

بزم و مجلس بہت ہی پُرتکلف اور شاندار ہوگی۔ اسی اصول کے پیشِ نظر بزمِ معراج کو دیکھیئے۔ اور سوچیے۔ کہ وہ رات کیسی سجائی گئی ہوگی۔ اور بزمِ معراج کو کتنے شاندار طور پر منعقد کیا گیا ہوگا۔ اور اس جگہ کو کس طرح دُلہن بنایا گیا ہوگا۔ جس میں ایک ایسے مہمان کی تشریف آوری ہونے والی ہے۔ جس کی نظیر ساری کائنات میں نہیں۔ حتیٰ کہ سراپائے نور کا سایہ بھی نہیں۔ جس کی شان سب سے زیادہ اور سب پر فوقیت لے گئی ہو۔ جیسے کہ اعلیحضرت نے فرمایا ہے ؎

طور پر کوئی، کوئی چرخ پہ، یہ عرش سے پار
سارے بالاؤں سے بالا رہی بالائی دوست

اور بانیٔ محفل ایسا جس کے حکم کُن سے ہر چیز وجود میں آجائے۔ جس کی طاقت، ایسی کہ کائنات کا ذرّہ ذرّہ اس کے قبضۂ قدرت میں ہو۔ اور دنیا کی تمام نیرنگیاں اور خوبیاں اس کی قدرت کا کرشمہ ہوں۔ چرند و پرند، جن وانس، شجر و حجر، بحر و بر۔ جس کی یکتائی کے شاہد ہوں۔ تو جب میزبان و مہمان داعی و مدعو دونوں ایسے بے نظیر ہوں۔ تو ان کی ملاقاتِ باہمی کی بزم کا جو انتظام کیا گیا ہوگا۔ اس کا تصوّر بھی ذہن میں نہیں آسکتا۔ اور اس کی خوبیوں کا بیان بھی کرنا ممکن نہیں۔ اس وقت کے انعام و اکرام کا شمار بھی مشکل ہے۔ ایسے قادر و قدیر بادشاہ حقیقی کی طرف سے اپنے مہمانِ معظم کے استقبال کے لیے دو رویہ فرشتوں کے لشکر جو کھڑے ہوں گے۔ اس کا بیان کون کر سکتا ہے۔ وہاں تک تو عقل کی بھی رسائی نہیں۔

معلوم ہوا کہ ربِ کائنات نے شبِ معراج سرورِ کائنات کے اعزاز میں جس بزم کا انعقاد فرمایا۔ وہ ایک لاجواب بزم تھی۔ میزبان لاشریک۔ مہمان بے نظیر۔ اور اس کے لیے سجائی گئی بزم بھی لاجواب و بے نظیر۔

marfat.com

حضرات! اب میں واقعۂ معراج شریف بیان کروں گا۔ درود شریف پڑھیئے۔ اور سنیئے

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ   الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ

ذکرِ معراج

ابتدائے وعظ میں جو آیت میں نے پڑھی ہے۔ پہلے اس کے متعلق کچھ بیان کروں گا۔ اور پھر واقعۂ معراج کا ذکر کروں گا۔

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ آپ نے سُنا۔ اللہ تعالےٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعۂ معراج شریف کو بیان کرنے سے پہلے فرمایا ہے۔ جس کا معنی ہے "پاک ہے وہ ذات،" خدا کو چونکہ علم تھا کہ اس کے محبوب کے اس سفر عالی کا سن کر پرستارانِ عقل شور مچائیں گے۔ اس واقعہ کو غلط بتائیں گے۔ اپنے عقلی ڈھکوسلوں کی آڑ میں اس سچے واقعۂ کا انکار سُنائیں گے۔ اس واسطے خدا تعالےٰ نے اس بے عقلی کا سدِباب کرنے کے لیے سفرِ محبوب کا اعلان کرتے ہوئے سب سے پہلے لفظ "سبحان" اختیار فرمایا۔ اور فرمایا "پاک ہے وہ ذات"۔ کس چیز سے پاک ہے؟ ہر عجز و بیچارگی سے اور ہر نقص سے۔ یوں کہ لاکھوں برس اور کروڑوں میل کا سفر حضور نے ایک لمحہ میں کیسے طے کیا؟ اور ایک جسم اپنا مرکز چھوڑ کر اُوپر کیسے چلا گیا؟ گیا بھی تو کرۂ زمہریر اور کرۂ نار سے بچ کر کیسے گذر گیا؟ اگر گزر بھی گیا۔ تو آسمانوں سے کیسے نکل گیا؟ جب لے جانے والی ذات ہر عجز و بیچارگی سے پاک ٹھہری۔ تو پھر ان شکوک و شبہات کا کیا معنی؟

marfat.com

اَسْرٰى ؕ پھر اپنے محبوب کی اس سیر کو حق ثابت کرنے کے لیے فرمایا۔ پاک ہے وہ ذات جس نے "سیر کرائی" یعنی اپنی قدرتِ کاملہ سے اپنے محبوب کو اپنے پاس بلا لیا۔ اس لفظ "اَسْرٰی" کے ہوتے ہوئے اب۔ انکارِ معراج جسمانی کی کوئی وجہ نہ رہی۔ اس لیے کہ اگر ایک چھ سالہ بچہ ایک بھرے۔ مجمع میں یوں کہے کہ میں خود یورپ وامریکہ کی سیر کر کے آیا ہوں تو اس بچہ کے اس دعویٰ کو تسلیم کرنا مشکل ہو سکتا ہے۔ مگر جب اس بچّہ کا باپ، اس امر کا اعلان کرے۔ کہ میں اپنے بچہ کو یورپ وامریکہ لے گیا۔ اور اسے لندن و پیرس اور واشنگٹن کی سیر کرائی اور سب کچھ دکھایا۔ تو اب کون بے عقل ہے جو اس بچّہ کی سیر کا انکار کرے؟ قرآن پاک کی فصاحت بھی قابلِ داد فصاحت ہے۔ کہ یوں نہ فرمایا کہ میرا بندہ خود سیر کرنے کو گیا تاکہ عقل کے پجاری یہ نہ کہہ سکیں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ بلکہ یوں فرمایا کہ ہم خود اُسے لے گئے۔ اور ہم نے سیر کرائی۔ اب عقل کے لیے بھی بشرطیکہ عقل سلیم ہو۔ بجز تسلیم کرنے کے چارہ نہیں۔ اس لیے کہ خدائے برتر د توانا لے جا سکتا ہے۔ لہٰذا لے گیا۔ اور حضور یقیناً گئے۔

بِعَبْدِہٖ پھر فرمایا۔ پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی "اپنے بندہ کو" ایک تو عبدہٗ میں بائے مصاحبت بڑھا کر بعبدہٖ فرمایا۔ گویا ثابت فرمایا کہ لے جانے والا خود جانے والے کے ساتھ تھا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔

اَللّٰہُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ

یا اللہ تو ہی میرا سفر میں ساتھی ہے

اور معراج کا سفر تو خاص سفر تھا۔ پھر بھلا آپ کا رب اس سفر میں آپ کے ساتھ کیوں نہ ہوتا؟

marfat.com

دوسرے لفظ "عبد" (بندہ) اعلان کر رہا ہے۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم مع الجسم تشریف لے گئے۔ اس لیے کہ "عبد" کا اطلاق روح و جسم دونوں پر ہوتا ہے۔ خدا نے "عبد" فرما کر اس حقیقت کو واضح فرمایا کہ معراج صرف روح کو نہیں ہوئی۔ بلکہ روح مع الجسم کو ہوئی۔ کتاب و سنت یا لغت کلام عرب میں ایسی کسی ترکیب کا استعمال موجود نہیں جس سے ثابت ہو کہ کسی کو دنیاوی زندگی میں "عبد" کہا گیا ہو۔ اور عبد سے مراد صرف روح ہو۔ بلکہ اس کے برعکس آپ کتاب و سنت اور عربی محاورات میں یہی پائیں گے۔ کہ جب بھی کسی کو حیات ظاہری میں لفظ "عبد" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ تو اس لفظ "عبد" سے روح مع الجسم مراد لیا گیا ہے۔ مثلاً سورہ مریم میں ہے:

ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا

"یہ ذکر اس رحمت کا ہے جو تیرے رب نے
اپنے بندہ ذکریا پر کی"

یہاں "عبد" سے مراد یقیناً حضرت ذکریا علیہ السلام مع روح و جسم کے ہیں۔

سورۃ دخان میں ہے:

فَأَسْرِ بِعِبَادِي لَيْلًا

اے موسیٰ! میرے بندوں کو
رات میں لے جا۔

یہاں بھی لفظ "عبد" سے مراد روح مع الجسم ہے۔ اور لفظ اسراء سے جسمانی لے جانا مراد ہے۔

ایک اور جگہ خدا فرماتا ہے:

لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ

جب کھڑا ہوا اللہ کا بندہ (حضور
علیہ السلام) عبادت کے لیے"

marfat.com

اس آیت میں بھی عبد سے روح و جسم دونوں مراد ہیں۔
ایک اور جگہ فرمایا:

اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی عَبْدًا اِذَا صَلّٰی

کیا تو نے اسے دیکھا جو روکتا ہے عبد کو جب
وہ نماز کے لیے کھڑا ہوا۔

یہاں بھی مراد "عبد" سے روح و جسم دونوں ہیں۔
اور سنیئے:

اِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا

اگر تم کسی شک میں ہو اس میں جو ہم نے اپنے
بندے پر نازل کیا۔

یہاں بھی "عبد" سے مراد جسم و روح کا مجموعہ ہے۔ تو جب محاورۂ قرآن میں لفظ "عبد" سے ہر جگہ جسم و روح دونوں مراد ہوتے ہیں۔ تو پھر کیا وجہ ہے۔ کہ اس واقعہ اسراء و معراج میں اس لفظ "عبد" سے مراد حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا جسم انور اور روح مقدس دونوں نہ ہوں؟

لَیْلًا پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو "رات کے تھوڑے سے حصے میں" یہ لیلاً کی تعیین بھی جسم شریف کی سیر کا اعلان کر رہی ہے۔ کہ روح کی سیر کے لیے کوئی وقت مقرر کرنا موزوں نہیں اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی روح پُر فتوح تو ہر وقت ہی انتہائی تقرب خداوندی کے درجہ پر فائز ہے۔ پھر لیلاً کی تخصیص کیسی؟ ہاں جسم شریف ہی کے لیے لیلاً کی تعیین موزوں ہو سکتی ہے کہ اس جسم شریف کو بھی رات کے ایک تھوڑے سے حصہ میں انتہائی تقرب الٰہی حاصل ہو گیا۔

کس واسطے اللہ نے کی رات مقرر یہاں مجھے چند شعر یاد آ گئے۔ جو شاعر نے اس سوال کے جواب

ہیں لکھے ہیں۔ کہ کس واسطے اللہ نے کی رات مقرر؟
شاعر لکھتا ہے کہ ؎

ہو مومنوں کا غیب پہ ایمان فزوں تر
اس واسطے اللہ نے کی رات مقرر
برسوں سے جہاں میں شبِ تاریک تھی مضطر
اس واسطے اللہ نے کی رات مقرر
خورشید کو تھی طاقتِ دیدار نہ دم بھر
اس واسطے اللہ نے کی رات مقرر
اک چرخ پہ ہوتے نہیں دو مہرِ منور
اس واسطے اللہ نے کی رات مقرر
تھا دیکھنا واللیل میں والشمس کا منظر
اس واسطے اللہ نے کی رات مقرر
محفل میں ضیاءِ شمع کی ہے رات کو بہتر
اس واسطے اللہ نے کی رات مقرر
سوتے ہوؤں کے بخت بھی بیدار ہوں یکسر
اس واسطے اللہ نے کی رات مقرر
تاروں کے نصیبوں کا بھی تابندہ ہو اختر
اس واسطے اللہ نے کی رات مقرر
بو بکر صداقت میں رہیں ساروں سے بڑھ کر
اس واسطے اللہ نے کی رات مقرر

رات کی ایک خاص حکمت

میرے پیارے بھائیو! قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی شفیق باپ کا ارادہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے بچوں کے لیے ضروری سامان لائے۔ لیکن وہ جانتا ہے کہ اگر یہ

اُن کے سامنے جاؤں گا تو وہ بھی ضد کریں گے اور چلنے پر مصر ہوں گے اور جہاں تک مجھے جانا ہے۔ وہاں تک یہ پہنچنے سے عاجز ہیں۔ تو وہ اپنے بچوں کو پہلے آرام سے سلا دیتا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ جاتا اور تمام نعمتیں لے کر واپس آ جاتا ہے۔ وہ سب سوتے کے سوتے رہتے ہیں جب جاگتے ہیں۔ تو ان چیزوں کو پاکر بہت خوش ہوتے ہیں۔

بلا تشبیہ! حضور تو ماں باپ سے بھی زیادہ امت کے چاہنے والے ہیں۔ آپ کی محبت تو کبھی اس کو گوارا نہ کرتی۔ کہ سب کو چھوڑ کر اپنے دوست حقیقی کے پاس جانے کے لیے روانہ ہو جائیں۔ اور محبت والے تڑپتے ہی رہیں۔ اور خدا تعالےٰ جو حضور علیہ السلام کے چاہنے والوں کا چاہنے والا ہے کب اس کو پسند فرماتا کہ میرے محبوب تو میرے حریم نازمیں جلوہ گر رہیں اور محبوب کے چاہنے والے مبتلائے دردِ جگر رہیں۔ اس لیے رات کو بلایا سب کچھ عطا فرمایا۔ یہاں سونے والے سوتے رہے۔ لیکن بخت جاگتا رہا۔ یہ محوِ خواب رہے۔ وہ محبوب گناہ بخشواتا رہا۔ اور جب صبح ہوئی۔ تو نماز اور سلام کے تحفے مغفرت کی خوشخبریاں اور چاہنے والوں کے لیے دوزخ سے آزادی کا پروانہ لے کر آ چکا تھا۔ بقول مولانا جامی علیہ الرحمتہ ؎

چو پوشید از کرامت خلعتِ خاص
بیامد باز پس با گنجِ اخلاص!
خلائق را براہِ شادی آورد!
ز دوزخ نامۂ آزادی آورد!

دن رات کا مکالمہ

یہاں آپ کو ایک دلچسپ مکالمہ بھی سناتا چلوں جو دن اور رات میں ہوا۔ ایک مرتبہ دن اور رات اپنی اپنی فضیلت بیان کرنے لگے۔ دن نے کیا کہا۔ اور رات نے کیا؟ سنیئے؛

marfat.com

دن میں گر نہ ہوتا کوئی کیسے کماتا کھاتا
رات میں گر نہ ہوتی کوئی آرام کیسے پاتا
دن مجھ میں چمک ہے دیکھو اُس چہرۂ نبی کی
رات مجھ میں جھلک ہے دیکھو زلفِ محمدی کی
دن صد شکر مجھ کو نسبت حسن و جمال سے ہے
رات صد شکر مجھ کو نسبت حضرت بلال سے ہے
دن جمعہ کا وقت مجھ میں روزِ سرور مجھ میں
رات شبِ قدر اور تہجد کا وقت، نور مجھ میں
دن میلادِ مصطفےٰ کی برکت ہے میرے اندر
رات معراجِ مصطفےٰ کی رفعت ہے میرے اندر
دن میں گر نہ ہوتا دنیا کیسے یہ عید پاتی
رات میں چاند نہ دکھاتی تو عید کیسے آتی

مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو رات کے تھوڑے سے حصہ میں "مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک" یہ جملہ بھی سیر آسمانی کا اعلان کر رہا ہے کیونکہ روح کے لیے طولِ زمان و بُعدِ مکان یکساں ہے۔ اور اس کے یہ "اِدھر اُدھر" پہنچی۔ اور یہاں سے چل کر وہاں تک پہنچی" کے کلمات ہر گز موزوں نہیں۔ یہ محل و مقام اور زمان و مکان کی تحدید و تعیین تو جسم کے لیے ہی ہے۔ تو اس "مِنْ" اور "اِلٰی" سے بھی ثابت ہوا کہ حضور نے مع الجسم سیر فرمائی۔

حضرات! شبِ معراج حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزہ معراج کے دو حصے ہیں۔ ایک حصہ تو زمین کے ایک مقام سے دوسرے مقام تک تشریف لے جانا۔ یعنی بیت الحرام سے مسجدِ اقصیٰ تک اور دوسرا حصہ بیت المقدس

marfat.com

سے آسمانوں کے اُوپر عرش تک تشریف لے جانا۔ گویا ایک زمینی حصّہ ہے۔ اور دوسرا آسمانی حصّہ۔ خدا نے دونوں کو الگ الگ بیان فرمایا ہے۔ زمینی حصّہ کا بیان تو اس آیت شریفہ میں ہے۔ جو میں نے ابتدائے وعظ میں پڑھی ہے۔ اور آسمانی حصّہ کا ذکر سورۃ "والنجم" میں ہے۔ دو حصّہ کرنے کی وجہ یہ ہے۔ کہ پہلا حصّہ دوسرے کی تصدیق ہے۔ اگر زمینی حصّہ نہ ہوتا۔ تو آسمانی حصّہ کی تصدیق مشکل ہو جاتی۔ قریش مکّہ نے مسجد اقصیٰ کو تو دیکھا ہوا تھا۔ اس لیے وہ مسجدِ اقصیٰ تک کی سیر کا بخوبی امتحان لے سکتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے جو کچھ پوچھا حضور نے سب کچھ بتا دیا۔ کافروں نے واقعات معراج کو سن کر اسے بعید از عقل سمجھ کر لایعنی باتیں بکنی شروع کر دیں۔ اور ایک انسان کے لیے اتنی طویل مسافت، تھوڑے سے وقت میں محال جان کر مذاق اڑانا شروع کر دیا۔ اور عروج آسمانی کو عقل و فہم سے اور بھی کوسوں دور سمجھ کر عرش و کرسی اور آسمان کی باتوں کو چھوڑ کر اپنے مشاہدہ کی چیزیں بطور امتحان کے حضور سے دریافت کرنے لگے۔ کیونکہ بیت المقدس وہ لوگ اکثر جایا کرتے تھے۔ تجارتی قافلے کی آمد و رفت، دن رات تھی۔ ان کو کامل دو ماہ آنے جانے میں صرف ہوتے تھے اس لیے ان کو حیرت ہوئی۔ کہ کیسے مکّہ سے مسجد اقصیٰ تک کوئی شخص رات کے تھوڑے سے حصّے میں جا آسکتا ہے۔ جس سفر کو ہم دو مہینے میں ختم کرتے ہیں۔ اس لیے حضور سے وہ کہنے لگے۔ کہ اگر آپ واقعی بیت المقدس گئے ہیں۔ تو اس کے ستون اور دروازے اور اس کی ہیئت، بیان کیجئے۔ حضور نے ان سوالوں کا جواب بھی معجزانہ طور پر یوں دیا۔ کہ حضور فرماتے ہیں؛

فَرَفَعَهُ اللّٰهُ لِيْ أَنْظُرُ إِلَيْهِ مَا يَسْأَلُوْنِيْ عَنْ شَيْءٍ إِلَّا أَنْبَأْتُهُمْ (مشکوٰۃ ص ۵۲۰)

اللہ نے بیت، المقدس میرے سامنے کر دیا وہ جس چیز کا پوچھتے میں جواب دے دیتا

marfat.com

جواب سن کر کافر دم بخود رہ گئے۔ اس زمینی حصہ کی سیر کا جب انہیں شافی جواب مل گیا۔ تو اب ان سے یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ اے کافرو! حضور صلے اللہ علیہ وسلم جو کچھ بھی فرماتے ہیں۔ وہ ہر بات معدنِ صداقت کا سچا موتی ہے۔ تمہارے ہی امتحان نے دوسرے حصہ یعنی معراج آسمانی کو بھی ثابت کر دیا۔ کیونکہ جب ایک انسان کے لیے دو مہینے کی راہ تھوڑی ساعت میں طے کرنا تم محال سمجھتے تھے۔ اور محال ثابت ہو گیا۔ یعنی حضور کا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جانا۔ تو اسی باکرامت ذات اور منبع معجزات کا آسمان پر جانا بھی کیوں محال اور بعید از عقل ہے۔ تم نے خود سوال و جواب سے معلوم کر لیا ہے۔ کہ بے شک سید الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم تھوڑی سی ساعت میں بیت المقدس گئے۔ تو جو ایسا باکمال ہو۔ کہ لمحہ کے اندر دو ماہ کی راہ طے کر لے۔ اس ذات سراپا خیر و برکات سے کیا یہ بعید ہے۔ کہ تمام این و آں سے گزر کر بازغ دنیٰ کا طائرِ وحدت بنے۔ لہذا جب بیت المقدس جانا ثابت ہو گیا تو معراج جسمانی آسمانی بھی ثابت ہو گئی۔

آج کی رات

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نبوت کے بارہویں سال رجب شریف کی ۲۷ ویں شب کو حضرت امّ ہانی کے مکان میں آرام فرما تھے کہ جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل و اسرافیل علیہما السلام اس شان سے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کہ

مَعَ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ سَبْعُونَ اَلْفَ مَلَكٍ.

ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار فرشتے تھے۔

(روح البیان جلد ۲ ص ۳۶۲)

حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

”جبرائیل امین نے مجھے جگایا۔ میں نے جبرائیل سے پوچھا جبرائیل کیا بات ہے۔ تو اس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے

marfat.com

مجھے یہ حکم دے کر آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ میں آپ کو اس رات ایسی شان و شوکت سے اور تکریم و عزت کے ساتھ آپ کے رب کے پاس لے چلوں۔ جس شان و شوکت سے نہ آج تک کسی کو مشرف کیا گیا۔ اور نہ قیامت تک کسی کو مشرف کیا جائے گا۔ آپ آج کی رات اپنے رب سے کلام فرمائیں گے۔ اور اس کے دیدار سے مشرف ہوں گے۔ اور اس رات آپ اپنے رب کی آیات اور اس کے عجائبات اور اس کی قدرت و عظمت کے جلوے دیکھیں گے۔"

(روح البیان ص ۳۹۲)

حضرات! یہ رات ایک مخصوص رات ہے ؎

جمال یار ہے یہ شب جمال کی یہ رات ہے
خدا کے اور حضور کے وصال کی یہ رات ہے

اس کے بعد حضور فرماتے ہیں۔ جبرائیل نے میرا سینہ شق کیا:

فَلَمْ يَكُنِ الشَّقُّ بِآلَةٍ وَلَمْ يَسِلِ الدَّمُ وَلَمْ يَجِدْ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَلَمًا

شق صدر کسی آلہ سے نہیں ہوا۔ اور نہ ہی خون بہا۔ اور نہ حضور کو کچھ تکلیف ہوئی۔"

(روح البیان جلد ۲ ص ۳۶۲)

حضور فرماتے ہیں؛

"پھر میرے پاس ایک سونے کا بہت ہی خوبصورت طشت لایا گیا۔ جو ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا تھا۔ یہ شق صدر کسی آلہ سے نہیں کیا گیا۔ اور اس شق صدر سے مجھے کوئی تکلیف بھی نہیں ہوئی۔ اور نہ ہی خون نکلا۔ کیونکہ یہ سب امور از قبیل معجزات تھے۔"

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۱۸ و روح البیان جلد ۲ ص ۳۶۲)

marfat.com

سبحان اللہ! کیا شان ہے ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی۔ کہ سینہ مبارک شق کیا جاتا ہے۔ دل مبارک نکالا جاتا ہے اور نہ ہی خون بہتا ہے۔ اور نہ ہی حضور کو کچھ تکلیف ہوتی ہے۔

بے مثل نورانی بشریت

حضرات! اس موقعہ پر یہ بات پیش نظر رکھیئے کہ بعض افراد جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی مثل بشر بتاتے ہیں۔ کیا بشر کی یہی شان ہے۔ کہ اُسے چیرا پھاڑا جائے۔ تو نہ اسے تکلیف ہو۔ نہ خون نکلے۔ اور نہ ہی وہ بے ہوش ہو؟ واقعہ تو یہ ہے۔ کہ اگر کسی شخص کے پیٹ کا اپریشن کرنا ہو۔ تو زندگی موت کا سوال پیدا ہو جاتا ہے۔ مریض کے متعلقین سے لکھوایا جاتا ہے۔ کہ اگر یہ مر گیا۔ تو ہم ذمہ دار نہیں۔ پھر اُسے کلوروفارم سنگھا کر بے ہوش کر لیتے ہیں۔ تا کہ وہ آپریشن کی تکلیف سے بے خبر رہے۔ ہوش آنے کے بعد پھر مریض آپریشن کی تکلیف محسوس کرنے لگتا ہے۔ اور کئی کئی دنوں تک پریشان و مضطرب رہتا ہے۔ قسمت اچھی ہو تو بچ جاتا ہے۔ ورنہ مر جاتا ہے۔ مگر ہزاروں درود اور کروڑوں سلام حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی نورانی بشریت پر کہ شق صدر ہوتا ہے۔ اور دل کا آپریشن تو نہایت ہی نازک اور خطرناک ہوتا ہے۔ مگر کیا اعجاز ہے منبع معجزات ذات پاک کا۔ کہ نہ خون نکلتا ہے۔ نہ تکلیف ہوتی ہے اور نہ ہی حضور کے ہوش مبارک میں کچھ فرق آتا ہے۔ بلکہ آپ خود ہی یہ سارا دیکھ بھی رہے ہیں۔ اور سنا بھی رہے ہیں۔ افسوس ہے ان برائے نام عقلمندوں پر جو حضور کی مثل بنتے ہیں۔

اصل بات یہ ہے۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم حقیقت میں نور ہیں۔ اور لباس آپ کا بشریت ہے۔ آپ نورِ مجسم ہیں اور بشریت کے لباس میں تشریف لائے ہیں۔ آپ کی بشریت بے مثل اور نورانی بشریت ہے۔ یہ آپ کی بشریت تھی کہ شق صدر ہوا۔ اور یہ نورانیت تھی کہ شق کرنے

marfat.com

کے لیے آلہ کی ضرورت نہ رہی ۔ اور یہ بھی نورانیت کا ظہور تھا کہ اتنا بڑا شگاف ڈالنے کے باوجود خون نہ بہا۔ اور نہ حضور کو تکلیف ہوئی۔ باوجود ان حقائق کے جو حضور کو اپنی مثل بشر کہے۔ کس قدر جاہل وگستاخ ہے ۔

وہ نورِ رب العالمین اور تو سراپا بغض وکیں
پھر کس طرح آئے یقیں تو بھی بشر وہ بھی بشر
تو رینگتا ہے فرش پر اُن کی گذر ہے عرش پر
اب خود ہی تو انصاف کر تو بھی بشر وہ بھی بشر

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا قلبِ اقدس نکال کر آبِ زمزم منگوایا گیا۔ جو میکائیل ایک طشت زریں میں لایا۔ جبرائیل نے قلبِ اقدس کو آبِ زمزم سے دھویا۔ اور اسے تحمل و ایمان و یقین سے مزید بھر دیا گیا۔ اور پھر اسے اپنی جگہ رکھ دیا گیا۔ اور وہ جگہ سی دی گئی۔ جس کا نشان حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے سینہ پر نظر آتا تھا۔

براق حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ثُمَّ اُتِیْتُ بِدَابَّۃٍ دُوْنَ الْبَغْلِ وَفَوْقَ الْحِمَارِ
اَبْیَضُ یُقَالُ لَہُ الْبُرَاقُ۔ (مشکوٰۃ ص۵۱۹)

پھر میرے پاس ایک سفید جانور لایا گیا جو گدھے سے اُونچا خچر سے نیچا تھا۔ جسے براق کہا جاتا ہے ۔

براق ایک ایسا نورانی جانور ہے ۔ جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اس سفر معراج کے لیے پیدا کیا گیا ۔

علامہ اسمٰعیل حقی علیہ الرحمۃ روح البیان جلد ۲ ص ۳۹۳ میں فرماتے ہیں :
" براق کی زین سفید موتیوں سے مزین تھی ۔ اور اس کی رکابیں

marfat.com

سبز رنگ کے زبرجد سے بنی تھیں۔ اور اس کی لگام سرخ رنگ کے یاقوت سے سجی ہوئی تھی۔"

اس براق کی سرعتِ سیر کا یہ عالم تھا۔ حضور فرماتے ہیں:

يَضَعُ خَطْوَهٗ عِنْدَ اَقْصٰى طَرْفِهٖ ۔

جہاں تک اس کی نظر پڑتی وہاں اس کا قدم پڑتا

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۱۹)

سبحان اللہ! کیا شانِ رفتار ہے۔ کہ جہاں تک نظر گئی لمحہ بھر میں وہاں قدم جا پڑا۔ بھائیو! آپ ذرا اپنی نظر کو دیکھیں۔ آنکھ ذرا اوپر کی۔ ایک دم یہ نظر آسمان پر جا پڑی۔ تو براق کا پہلا قدم گویا پہلے آسمان پر دوسرا قدم دوسرے آسمان پر۔ اس طرح گویا صرف سات ہی قدموں میں اس نے ساتوں آسمان عبور کر لے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اس مرکبِ نور پر سوار ہوئے۔

فَاَخَذَ جِبْرِيْلُ بِلِجَامِهَا وَمِيْكَائِيْلُ بِرِكَابِهَا

وَاِسْرَافِيْلُ مِنْ خَلْفِهَا ۔

تو جبرائیل نے لگام پکڑی۔ میکائیل نے رکاب تھامی اور اسرافیل پیچھے رہا۔

(روح البیان جلد ۲ ص ۳۹۲)

٥

براقِ نور پہ بطحا کے شہ سوار چلے
دنیٰ کی سمت مدینہ کے تاجدار چلے
کچھ ایسی شان سے محبوبِ کردگار چلے
کہ جبرائیل بھی بن کر رکاب دار چلے

حضرات! اس براقِ نور پر سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے۔ جبرائیل نے لگام پکڑی۔ میکائیل نے رکاب تھامی۔ اور فرشتوں کے ہزارہا کے اجتماع میں حضور کی یہ مقدس سواری چلی۔ یہ سواری بصد شان و شوکت روانہ

marfat.com

ہوئی تو راستے میں ایک ایسی زمین آئی۔ جسے اس زمانہ میں یثرب کہا جاتا تھا۔ اور جہاں حضور ہجرت فرماکر تشریف لانے والے تھے۔ جبریل نے عرض کی حضور! یہاں براق سے اتر کر نماز پڑھیئے۔ چنانچہ آپ نے وہاں نماز پڑھی۔ پھر آگے بڑھے۔ تو طور سینا پہاڑ آیا۔ جہاں حضرت موسٰے علیہ السلام خدا تعالےٰ سے کلام فرماتے رہے۔ وہاں بھی حضور نے نماز پڑھی۔ پھر آگے بڑھے۔ تو حضرت موسٰے علیہ السلام کی

قبر موسیٰ علیہ السلام | قبر انور کے پاس پہنچے۔ تو

اِنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ نَزَلَ عِنْدَ قَبْرِہٖ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ۔ روح البیان ص ۳۹۵ ج ۲

حضور صلے اللہ علیہ وسلم موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس اترے۔ تو وہاں دو رکعت نماز پڑھی۔

حضرات! یہاں یہ بات ذہن نشین کر لیجئے۔ کہ شبِ معراج حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسٰے علیہ السلام کی قبر پر تشریف لے گئے۔ اور وہاں اُتر کر آپ نے نماز پڑھی۔ معلوم ہوا کہ اللہ والوں کی قبر پر جانا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی سنّت ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم باوجود اس کے کہ سارے انبیاء کرام علیہم السلام سے افضل ہیں۔ پھر بھی آپ قبرِ موسٰے علیہ السلام پر تشریف لے جاتے ہیں۔ گویا امت کو یہ بتانا مقصود ہے کہ اللہ والوں کے مزارات پر جانا میری سنّت ہے۔ خبردار! اسے کوئی بُرا نہ سمجھے۔ اور اللہ والوں کے مزارات پر جانے سے کوئی کسی کو نہ روکے۔

میرے بھائیو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی قبرِ موسٰے علیہ السلام پر تشریف لے گئے۔ اور آپ نے امت کو بھی اللہ والوں کی قبروں پر جانے کا ارشاد فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ کو ایک واقعہ سناؤں۔

marfat.com

ولی کی قبر پر حضرت ابو علی رحمۃ اللہ علیہ پر کوئی بہت بڑی مشکل آپڑی۔ اور وہ اسی فکر و غم میں پریشان رہنے لگے۔ ایک روز انہوں نے خواب میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ حضور صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے انہیں فرمایا:

"اے ابو علی! تم یحیٰی بن یحیٰی کی قبر پر جاؤ۔ اور وہاں جا کر استغفار کرو۔ اور اپنی حاجت پیش کرو۔ تمہاری حاجت پوری ہو جائے گی۔ چنانچہ جب صبح ہوئی تو ابو علی رحمۃ اللہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق یحیٰی بن یحیٰی کی قبر پر گئے۔ اور وہاں جا کر استغفار کر کے اپنی حاجت پیش کی۔ تو ان کی حاجت پوری ہو گئی اور سارے فکر و غم دور ہو گئے"۔

(تہذیب التہذیب ص ۲۹۹ جلد ۱۱)

میرے بھائیو! اس واقعہ سے معلوم ہوا۔ کہ ایک مصیبت زدہ آدمی کو خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک ولی کی قبر پر حاضر ہو کر اپنی حاجت پیش کرنے کی ہدایت فرمائی۔ تو پھر کوئی کیسے کہہ سکتا ہے کہ اللہ والوں کی قبروں پر جانا۔ اور وہاں جا کر اپنی حاجت پیش کرنا منع ہے۔ اس بات کی تو خود حضور نے ہدایت فرمائی ہے۔ پھر اس سے روکنا کیا حضور کی مخالفت نہیں؟

داتا کے مزار پر حضرات! ان اللہ والوں کو خدا تعالےٰ نے کچھ ایسی شان عطا فرمائی ہے۔ کہ منکروں کو بھی ان کی شان کا اقرار کرنا ہی پڑتا ہے۔ آپ کو یاد ہو گا۔ الیکشن کے دنوں میں مفتی محمود اور مولوی عبید اللہ انور جو مسلک دیوبندی سے منسلک ہیں۔ حضرت داتا صاحب علیہ الرحمۃ کے مزار پر حاضر ہوئے تھے۔ اور

marfat.com

وہاں جا کر لنگر کا حلوہ بھی کھایا اور اپنی دستار بندی بھی کرائی تھی۔ میں نے ان دنوں اپنی ایک نظم میں لکھا تھا۔

لوگوں کو ہم نے دیکھا ہے ابنائے وقت ہیں
دین اپنا جیسا وقت ہو ویسا بنالیا
محمود اور بہید ہیں حاضر مزار پر
داتا نے منکروں کو بھی در پر بلالیا
ان اولیاء کے صدقہ میں ملتی ہیں نعمتیں
داتا کے در پہ آئے تو حلوہ بھی کھالیا
دستار بندی کا ذرا منظر بشیر دیکھ
داتا کے در پہ آئے تو سر کو جھکا لیا

ہاں تو بھائیو! حضور صلے اللہ علیہ وسلم قبرِ موسیٰ علیہ السلام پر گئے اور آپ نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا۔

وَهُوَ يُصَلِّيْ فِيْ قَبْرِہٖ

وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے"

(روح البیان جلد ۲ ص ۲۹۵)

حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدارج شریف میں اس کا ترجمہ یوں فرماتے ہیں:

نماز میگذارد در قبرِ خود

(مدارج شریف جلد ۱ ص ۹۳)

اور امام قسطلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:

"اس روایت سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ اور انہیں رزق دیا

marfat.com

جاتا ہے۔" (مواہب لدنیہ جلد ۲ص ۱۵)

معلوم ہوا۔ کہ اللہ کے نبی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ اور نمازیں بھی پڑھتے ہیں۔ پھر کتنے افسوس کی بات ہے۔ کہ وہ لوگ جنہوں نے کبھی جیتے جی بھی نماز نہیں پڑھی۔ اور جو چلتی پھرتی لاشیں ہیں۔ وہ ان نفوس قدسیہ کو مردہ کہتے ہیں۔

میرے بھائیو! انبیاء کرام علیہم السلام صرف ہماری نظروں سے مستور ہو جاتے ہیں۔ اور ہوتے اصل میں وہ زندہ ہی ہیں۔ اور ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم تو سارے نبیوں کے سردار ہیں۔ پھر ان کے متعلق اگر کوئی کہے۔ کہ وہ مر گئے ہیں۔ تو یہ کتنی بڑی جہالت اور گمراہی کی بات ہے۔ آیئے آپ کو ایک حدیث سناؤں۔

قبرِ انور سے آواز

مدینہ منورہ پر یزید نے جب حملہ کیا۔ تو حضرت سعید بن المسیّب نے تین راتیں مسجد نبوی میں پناہ لے کر گذاریں۔ تینوں راتیں مسلسل وہیں رہے۔ مسجد نبوی میں اتنے عرصہ میں اذان بھی نہ ہوئی۔ حضرت سعید بن المسیّب کو نماز کا وقت کیسے معلوم ہوتا رہا؟ سنیئے! حدیث میں آتا ہے۔

كَانَ لَا يَعْرِفُ وَقْتَ الصَّلٰوةِ اِلَّا بِهَمْهَمَةٍ يَسْمَعُهَا مِنْ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ مشکوٰۃ شریف ص ۵۴۲

"سعید بن المسیّب کو نماز کے وقت حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی قبرِ انور سے آواز آتی تھی۔ جسے سن کر وہ جان لیتے۔ کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے۔"

سبحان اللہ! کیا شان ہے ہمارے آقا و مولیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی!

marfat.com

کہ نماز کے وقت قبر انور سے آواز آتی ہے۔ اور یہ آواز کا آنا ثابت کر رہا ہے۔ کہ ہمارے حضور قبر انور میں زندہ ہیں ؎

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
مرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

ہاں تو حضور کی سواری جا رہی ہے۔ حضور فرماتے ہیں:

"میں براق پر سوار چلا جا رہا تھا۔ یکایک میری داہنی طرف سے کسی نے پکارا۔ اے محمد! مجھ کو دیکھو تاکہ میں تم سے کچھ پوچھوں میں نے اسے کچھ جواب نہ دیا۔ پھر میری بائیں طرف سے کسی نے مجھے پکارا۔ میں نے اسے بھی جواب نہ دیا۔ پھر ایک خوبصورت عورت نے سنگار کئے ہوئے اور ہاتھوں کو پھیلائے ہوئے مجھے پکارا۔ اور کہا اے محمد! مجھے دیکھو۔ میں نے اس کی طرف مڑ کر نہ دیکھا۔ جبریل نے مجھ سے کہا۔ یارسول اللہ آپ کے راستے میں دائیں طرف سے جو آواز آئی تھی۔ یہ یہود کا بلانے والا تھا۔ اگر آپ اس کا جواب دیتے۔ تو آپ کی امت یہودی ہو جاتی۔ اور بائیں طرف سے آواز دینے والا نصاریٰ کا بلانے والا تھا۔ اگر آپ اس کو جواب دیتے تو آپ کی امت نصاریٰ ہو جاتی۔ اور وہ خوبصورت عورت دنیا تھی۔ اگر آپ اس کو جواب دیتے۔ تو آپ کی امت عقبےٰ کو چھوڑ کر دنیا کو پسند کر لیتی۔"

(مدارج شریف و روح البیان)

مشاہدات

حضرات! ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی سواری جا رہی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

"حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کے سروں کو بڑے وزنی پتھروں سے کچلا جاتا ہے۔ ادھر سر کچلا گیا۔

marfat.com

ادھر پھر سالم ہو گیا۔ سالم ہو گیا۔ تو پھر کچل دیا گیا۔ بدستور یہی حالت چلی جاتی ہے۔ حضور کے دریافت فرمانے پر جبریل نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں۔ جو نماز کے وقت سوتے رہتے تھے اور اپنے سر تکیئے سے نہیں اُٹھاتے تھے۔ پھر حضور آگے بڑھے تو دیکھا کچھ لوگ ننگے کھڑے ہیں۔ صرف ان کے آگے پیچھے شرمگاہوں پر کچھ دھجیاں پڑی ہیں۔ اور وہ لوگ چوپایوں کی طرح جنگل کی گھاس کانٹے۔ تھوہر۔ انگارے سب کچھ کھا رہے ہیں۔ حضور کے دریافت فرمانے پر جبریل نے بتایا۔ کہ حضور! یہ وہ لوگ ہیں۔ جو اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کیا کرتے تھے۔ پھر حضور آگے بڑھے۔ تو ملاحظہ فرمایا کہ کچھ لوگ مرد اور عورتیں جمع ہیں۔ ان کے سامنے اچھا نفیس نہایت عمدہ پکا ہوا کھانا اور کھانے میں گوشت رکھا ہوا ہے۔ دوسری طرف کچّا۔ بدبودار گوشت ایک طرف پڑا ہے۔ اس بدنصیب گروہ نے عمدہ کھانا چھوڑ کر اس بدبودار گوشت کو کھانا شروع کر دیا۔ حضور کے دریافت فرمانے پر جبریل نے بتایا۔ کہ حضور! یہ وہ مرد ہیں۔ جن کے پاس اپنی حلال و طیب بیویاں تھیں۔ اور یہ وہ عورتیں ہیں۔ جن کے پاس حلال و طیب اپنے شوہر تھے۔ مگر ان مردوں نے رات بھر اپنی بیویوں کو ترستا چھوڑ کر ناجائز عورتوں کے پاس راتیں گذاریں۔ اسی طرح ان ناپاک عورتوں نے اپنے شوہروں سے بے رغبت ہو کر غیروں کے پاس راتیں گزاریں۔ حضور پھر آگے بڑھے۔ تو دیکھا کہ ایک قوم کی زبان اور ہونٹ لوہے کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے ہیں۔ جبریل نے عرض کیا۔ حضور! یہ لوگ فتنہ و فساد برپا کرنے والے لیکچرار ہیں۔ پھر آگے بڑھے۔ تو ایک

marfat.com

گروہ دیکھا۔ جس کا منہ سیاہ آنکھیں نیلی اور پیپ ولهوان کے منہ سے جاری ہے۔ جبریل نے بتایا۔ کہ یہ لوگ شرابی ہیں ۔ جو شراب پیا کرتے تھے۔ آگے بڑھے۔ تو ایک گروہ دیکھا۔ جن کے پیٹ برج کی طرح پھولے ہیں۔ اور اندر سانپ بچھو پھرتے دکھائی دیتے ہیں ۔ جبریل نے بتایا۔ یہ لوگ سود خوار ہیں ۔ الامان والحفیظ۔" (مواہب لدنیہ جلد۲ ص ۱۵)

میرے بھائیو! یہ طویل حدیث مواہب لدنیہ میں موجود ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان مشاہدات پر غور کیجئے۔ اور ان اعمال بد سے بچنے کی کوشش کیجئے۔

امام الانبیاء حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی سواری مبارک جب بیت المقدس پہنچی۔ تو مسجد اقصٰی میں جملہ انبیاء کرام علیہم السلام استقبال کو موجود تھے۔ موذن نے اذان دی۔ اور صفیں بندھیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام میں سے سب اس خیال میں تھے۔ کہ شاید ہمیں امامت کا حکم ملے۔ یہ بھی ان کو یاد تھا۔ کہ امام وہ ہوتا ہے۔ جو سب سے زیادہ علم والا ہو۔ حضرت آدم علیہ السلام کا خیال تھا۔ کہ میں علم میں زیادہ ہوں۔ کیونکہ مجھے اللہ تعالٰی نے سب اشیاء کا علم دیا ہے۔ اور فرمایا ہے؛

وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ۔

اور خدا نے آدم کو ساری اشیاء کے

ناموں کا علم دے دیا"

اور آدم ثانی حضرت نوح علیہ السلام کا خیال تھا۔ کہ مجھے علم زیادہ ہے کیونکہ میں اپنی قوم کی قیامت تک کی نسل کا علم رکھتا ہوں۔ کہ ان میں سے کوئی مسلمان پیدا نہ ہوگا۔ جیسا کہ قرآن میں ہے؛

marfat.com

اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا۔

(حضرت نوح نے اللہ سے عرض کی) الٰہی! اگر تو نے ان کافروں کو چھوڑ دیا۔ تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے۔ اور ان کے ہاں جو بچہ بھی پیدا ہوگا وہ فاجر و کافر ہی ہوگا۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خیال تھا۔ کہ مجھے علم زیادہ ہے۔ کیونکہ میں نے آسمانوں کو اور جو کچھ ان میں ہے سب کو دیکھا۔ اور زمینوں کو بھی دیکھا۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے۔

كَذٰلِكَ نُرِيْ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔

اور اسی طرح ہم نے ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی نشانیاں دکھا دیں۔"

حضرت موسٰے علیہ السلام کا خیال تھا۔ کہ علم میرا زیادہ ہے۔ کیونکہ فرعون کے گھر دودھ کی مدت میں بچپن میں میں نے اپنی والدہ کو پہچان لیا۔ اور دوسری دائیوں کا دودھ نہیں پیا۔ جیسا کہ قرآن میں ہے۔

وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ۔

اور ہم نے پہلے ہی سب دائیاں اس پر حرام کر دی تھیں۔"

حضرت عیسٰے علیہ السلام کا خیال تھا۔ کہ علم میرا زیادہ ہے۔ کیونکہ میں اپنی قوم کا ایسا حال جانتا تھا۔ کہ وہ جو کچھ کھانا کھا کر آتے اور جو گھر چھوڑ آتے تھے۔ وہ سب کچھ بتا دیتا تھا۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ذکر ہے۔ کہ

marfat.com

وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ.

(حضرت عیسےٰ علیہ السلام اپنی قوم سے فرماتے) کہ میں تمہیں بتاتا ہوں جو کچھ تم کھا کر آئے۔ اور جو کچھ گھروں میں ذخیرہ کر کے آئے"

اتنے میں جبریل امین آگے بڑھے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فَاَخَذَ بِيَدِيْ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فَقَدَّمَنِيْ فَصَلَّيْتُ بِهِمْ. (مواہب لدنیہ ص۳۰۵)

جبریل نے میرا ہاتھ پکڑا۔ اور مجھے آگے کر دیا تو نماز میں نے پڑھائی"

گویا جبریل نے عرض کی ع

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

یارسول اللہ! جتنا سارے نبیوں کو علم ہے۔ ان سب کے علوم شریفہ سے آپ کا علم زیادہ ہے۔ چلیئے آپ مصلّے پر اور جماعت کرایئے۔ چنانچہ آپ نے امامت فرمائی۔

سبحان اللہ! کیا شان ہے ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی۔ کہ پہلے آنے والے جملہ انبیاء کرام علیہم السلام صفیں باندھے ہوئے پیچھے کھڑے ہیں۔ اور ہمارے حضور سب کے امام بن کر ان کے آگے ہیں۔ گویا پہلے آنے والے آج پیچھے ہیں۔ اور پیچھے آنے والا وجود با جود سب سے آگے اور پہلے ہے۔ اعلیٰحضرت نے کیا خوب لکھا ہے ؎

نمازِ اقصیٰ میں تھا یہی سر عیاں ہوں معنیٔ اول آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

marfat.com

آخرالامم میرے بھائیو! ہم گنہ گاروں کو بجا طور پر فخر و ناز ہے۔ کہ ہم سارے نبیوں کے امام کی امت میں پیدا ہوئے ہیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہونا بہت سے فضائل کا باعث ہے۔ منجملہ ان فضائل کے ایک فضیلت ہماری دوسری امتوں پر ہے۔ کہ جس طرح ہمارے حضور سارے نبیوں کے آخر میں تشریف لائے۔ اور آخر الانبیاء کہلائے۔ حضور کی بدولت ہم بھی ساری امتوں کے آخر میں آئے اور آخر الامم کہلائے۔ اور جس طرح حضور سب سے آخر آ کر سب کے امام بن گئے۔ حضور کے صدقہ میں ہمیں بھی یہ شرف ملا۔ کہ حضور نے یوں ارشاد فرمایا:

نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ وَنَحْنُ السَّابِقُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۔ مشکوٰۃ شریف ص۵۰۶

ہم آئے سب سے آخر میں اور قیامت کے روز ہوں گے سب سے آگے۔

حضور کے اس ارشاد کو میں ایک مثال دے کر سمجھاتا ہوں۔ دیکھئے پچاس آدمیوں کی ایک قطار اس طرح تیار ہو۔ کہ ایک آدمی سب سے آگے کھڑا ہو۔ دوسرا اس کے پیچھے۔ تیسرا اس کے پیچھے اور چوتھا اس کے پیچھے۔ اسی طرح پچاس آدمی ایک دوسرے کے پیچھے کھڑے ہو کر یہ یہ قطار بنائیں۔ اور پھر یہ قطار سیالکوٹ سے لاہور کی جانب پیدل روانہ ہو۔ تو لاہور جاتے ہوئے ایک آدمی اس قطار کے سب سے آگے ہوگا۔ اور ایک سب سے پیچھے۔ اور جب یہ قطار کچھ سفر طے کر لے۔ تو چلتے چلتے ایک دم اسے یہ حکم ملے۔ کہ تم سب اپنا اپنا رخ پھر سیالکوٹ کی جانب موڑ لو۔ اور سیالکوٹ کی جانب چل پڑو۔ تو دیکھ لیجئے جاتے ہوئے جو آدمی سب سے آگے تھا واپسی پر پیچھے ہوگا اور جو جاتے وقت سب

سے پیچھے تھا۔ وہ واپسی کے وقت سب سے آگے ہو جائے گا۔ اسی طرح میرے بھائیو! دنیا میں آتے ہوئے تو ہم ساری اُمتوں کے پیچھے ہیں۔ مگر جب دنیا سے ہم لوٹیں گے۔ تو سب سے آگے ہو جائیں گے۔

دیکھا حضور کے صدقہ میں ہمیں کیا شرف ملا ؎

ان کے صدقہ میں ہمیں شان ملی کیا کیا ہے

آسمانوں پر

حضرات! اب یہاں سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا آسمانی سفر شروع ہوتا ہے۔ اسی شب کے لیے جبریل کو یہ حکم باری ہوا تھا۔ کہ:

"اے جبریل اس رات آسمانوں کو سجادو۔ نور کی چادریں بچھا دو اور تم سب کے سب صف بہ صف دست بستہ کھڑے ہو جاؤ۔ اور تم خادمانہ لباس پہن لو۔ اور ستر ہزار فرشتوں کو ساتھ لے لو۔ جبریل نے عرض کی۔ الٰہی! کیا قیامت قریب آگئی؟ ارشادِ باری ہوا:

لَا وَلٰكِنْ حَبِيْبٌ اُرِيْدُ اَنْ اُقَرِّبَهٗ۔

نہیں بلکہ اپنے حبیب کو قریب بلانے کا ارادہ ہے۔"

(روض الفائق ص ۹۱)

یہی وہ رات ہے۔ جس کے لیے مولانا رومی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ ؎

از پئے نظّارۂ او حور و جاں
پُر شدہ آفاقِ ہر ہفت آسماں
قدسیاں افتادہ بر خاکِ رہش
صد چو یوسف اوفتادہ در چہش

آسمانوں پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی آمد آمد کی دھوم ہے ؎

فلک پر غل ہوا محبوب رب العالمیں آئے
بلایا ہے خدا نے لیکے جبریل امیں آئے

حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ؛

فَانْطَلَقَ بِیْ جِبْرِیْلُ حَتّٰی اَتَی السَّمَآءَ الدُّنْیَا فَاسْتَفْتَحَ قِیْلَ مَنْ ھٰذَا قَالَ جِبْرِیْلُ قِیْلَ وَمَنْ مَعَکَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِیْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَیْہِ قَالَ نَعَمْ قِیْلَ مَرْحَبًا بِہٖ۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۱۹)

پھر جبریل میرے ساتھ چلا۔ اور پہلے آسمان تک پہنچ کر اس نے آسمان کا دروازہ کھلوایا پوچھا گیا کون ہے یہ؟ کہا جبریل ہے۔ پوچھا گیا اور تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) پوچھا گیا۔ کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں۔ تو بولے مرحبا۔ اور دروازہ کھول دیا۔"

حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ؛

"میں جب پہلے آسمان پر پہنچا۔ تو میں نے ایک شخص کو بیٹھے دیکھا۔ اور دیکھا اس کی دائیں جانب کچھ لوگ تھے۔ اور ان کی بائیں جانب بھی کچھ لوگ تھے۔ جب وہ اپنی دائیں طرف دیکھتے ہیں۔ تو ہنستے ہیں۔ اور جب وہ اپنی بائیں طرف دیکھتے ہیں۔ تو روتے ہیں۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر مبارک باد دی۔ اور دعائے خیر کی۔ جبریل نے عرض کی۔ حضور! یہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ اور یہ لوگ جو ان کی دائیں بائیں جانب ہیں۔

marfat.com

یہ ان کی اولاد کی روحیں ہیں۔ داہنی طرف کے لوگ جنتی ہیں۔ اور بائیں طرف کے لوگ دوزخی ہیں۔ جب یہ اپنی دائیں جانب دیکھتے ہیں۔ تو ہنستے ہیں۔ اور جب اپنی بائیں جانب دیکھتے ہیں۔ تو روتے ہیں۔

حضور فرماتے ہیں۔ پھر وہاں سے عروج کرکے دوسرے آسمان تک پہنچے۔ وہاں بھی جبریل نے فرشتوں سے کہا کہ دروازہ کھولو۔ انہوں نے پوچھا۔ تو کون ہے؟ انہوں نے کہا میں جبریل ہوں۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ جبریل نے کہا۔ محمد ہیں (صلے اللہ علیہ وسلم) انہوں نے پوچھا۔ کیا وہ بلائے گئے ہیں۔ انہوں نے کہا۔ ہاں۔ تو وہ دروازہ بھی کھل گیا۔ حضور فرماتے ہیں۔ میں دوسرے آسمان پر پہنچا۔ تو یہاں یحیٰی علیہ السلام اور عیسٰے علیہ السلام کو دیکھا۔ ان سے ملاقات ہوئی۔ ان دونوں نے مجھے مبارک باد دی۔ اور میرے لیے دعائے خیر کی۔ پھر وہاں سے عروج کرکے ہم تیسرے آسمان تک پہنچے۔ وہاں بھی جبریل نے کہا۔ دروازہ کھولو۔ انہوں نے بھی پوچھا تم کون ہو۔ اور تمہارے ساتھ کون ہے۔ جبریل نے بتایا۔ کہ میں جبریل ہوں اور میرے ساتھ محمد ہیں (صلے اللہ علیہ وسلم) انہوں نے بھی پوچھا کیا وہ بلائے گئے ہیں۔ جبریل نے کہا ہاں۔ تو تیسرے آسمان کا دروازہ بھی کھل گیا۔ اور میں تیسرے آسمان پر پہنچا۔ حضور فرماتے ہیں۔ تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا۔ ان سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے بھی مبارک باد دی۔ اور دعائے خیر کی۔ حضور فرماتے ہیں۔ پھر ہم چوتھے آسمان تک پہنچے۔ وہاں بھی وہی سوال و جواب ہوئے۔

marfat.com

جو پہلے تینوں آسمانوں تک پہنچنے پر ہوئے تھے۔ اور پھر چوتھے آسمان کا دروازہ بھی کھل گیا۔ اور میں چوتھے آسمان پر پہنچا۔ حضور فرماتے ہیں۔ چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بھی مجھے مبارک باد دی اور میرے لیے دعائے خیر کی۔ حضور فرماتے ہیں۔ پھر ہم عروج کر کے پانچویں آسمان تک پہنچے۔ وہاں بھی حسب سابق سوال و جواب ہوئے۔ اور پانچویں آسمان کا دروازہ بھی میرے لیے کھل گیا۔ حضور فرماتے ہیں۔ میں پانچویں آسمان پر پہنچا۔ تو وہاں حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بھی مجھے مبارک باد دی اور دعائے خیر کی۔ پھر ہم عروج کر کے چھٹے آسمان تک پہنچے۔ اور وہاں بھی وہی پہلے سوال و جواب ہوئے۔ اور پھر چھٹے آسمان کا دروازہ بھی میرے لیے کھل گیا۔ اور میں چھٹے آسمان پر پہنچا۔ اور وہاں حضرت موسٰے علیہ السلام کو دیکھا۔ ان سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بھی مجھے مبارک دی اور دعائے خیر کی۔ حضور فرماتے ہیں۔ پھر ہم عروج کر کے ساتویں آسمان تک پہنچے۔ وہاں بھی وہی سوال و جواب ہوئے جو پہلے آسمانوں تک پہنچنے پر ہوتے رہے۔ اور پھر میرے لیے ساتویں آسمان کا دروازہ بھی کھل گیا۔ اور میں ساتویں آسمان پر پہنچا۔ حضور فرماتے ہیں۔ ساتویں پر میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا۔ اور وہ بیت معمور سے تکیہ لگائے تھے۔ اور بیت المعمور ایک ایسا مکان ہے۔ جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے نئے داخل ہوتے ہیں جو پھر دوبارہ اس مکان میں نہیں آتے۔ یعنی ہر روز ستر ہزار فرشتے اس مکان کی زیارت کو نئے ہی آتے ہیں۔ اور یہ

marfat.com

بسبب کثرت کے ہے۔ کہ جو ایک بار وہاں آتے ہیں۔ پھر ان کی نوبت ہی نہیں آتی۔"

(مواہب لدنیہ جلد ۲ ص ۲۶)

میرے بھائیو! سُنا آپ نے کہ اس رات ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے سارے آسمانوں کو اپنے قدمانِ مبارک سے نوازا۔

اللہ رے ایسے رتبۂ عالی کو دیکھنا
جب ساتوں آسماں بنے زینہ رسول کا

تعظیمِ رسول یا جانِ ایمان

حضرات! یہاں ایک ایمان افروز واقعہ بھی آپ کو سُناتا چلوں۔ یہ حقیقت ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ادب و احترام اور حضور کی تعظیم جملہ عبادات کی روح اور ایمان کی بھی جان ہے۔ اگر حضور کا ادب و احترام اور حضور کی تعظیم نہیں۔ تو لاکھ عبادت ہو۔ نمازیں ہوں۔ حج ہوں۔ روزے ہوں۔ کچھ بھی نہیں۔ حضور کی تعظیم ہے۔ تو سب کچھ معتبر ہے۔ اگر تعظیم رسول نہیں۔ تو کچھ بھی معتبر و مقبول نہیں۔ اعلحضرت نے لکھا ہے۔

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

اس حقیقت کا اظہار شبِ معراج کا یہ واقعہ بھی کرتا ہے۔ جو میں سُنانے لگا ہوں۔ یہ روایت علامہ محمد ہادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "جامع المعجزات" فی سیر خیر البریات مطبوعہ مصر کے صفحہ ۱۲ پر درج فرمائی ہے۔ اسے میں نے جامۂ نظم پہنایا ہے۔ اور اس نظم کا نام میں نے "جانِ ایمان" رکھا ہے۔ لیجئے یہ نظم سُنیئے۔ اور سر دھنیئے۔

marfat.com

جانِ ایمان

ہے روایت سرورِ کونین محبوبِ خدا
باعثِ ایجادِ عالم مشعلِ راہِ ہُدیٰ!
زینتِ بزمِ رُسل صدرِ حسینانِ جہاں
جن کی فرقت کا قمر بھی دل میں رکھتا ہے نشاں
جو نبوت کے گلستاں کے ہیں اک بے مثل پھول
وہ جو نبیوں کے نبی ہیں اور رسولوں کے رسول!
اک جھلک ہے جن کی پیشانی کی شمسِ پُرضیا
اور جن کا آسمانی چاند ہے اک نقشِ پا
وہ جنہیں پیار و محبت سے بلاتا ہے خُدا
وہ مرے آقا مرے پیارے محمد مصطفٰےؐ
ایک دن تھے جلوہ فرما اپنی مسجد میں حضورؐ
اور تھے موجود واں اصحاب بھی با صد سرور
یوں نظر آتے تھے اپنے دوستوں میں مصطفٰےؐ
جس طرح ہو آسماں پر چاند تاروں میں گھرا
حضرتِ روح الامیں حاضر ہوئے دربار میں
اور اک قصہ بیاں کرنے لگے دربار میں
عرض کی اے کہ ترا رتبہ سوا عالم سے ہے
اے کہ میری عزت و عظمت تمہارے دم سے ہے
اے کہ نامِ پاک ہے پیارے ترا جانِ حیات
تو اگر پیدا نہ ہوتا تو نہ ہوتی کائنات،

marfat.com

آپ کی معراج سے پہلے اے میرے تاجِ سر
اک فرشتہ آسمانوں پر مجھے آیا نظر
اک مرصّع تخت پر بیٹھا ہوا تھا ذی وقار
اور فرشتے تخت کے ماحول تھے ستر ہزار
سامنے اس کے کھڑے تھے صف کی صف باندھے ہوئے
حق تعالےٰ نے بڑی عزّت عطا کی تھی اُسے
تھا یہ حاکم اور ہر اک اُن میں سے محکوم تھا
تھے وہ سارے اس کے خادم اور یہ مخدوم تھا
وہ فرشتے مقتدی تھے اور یہ ان کا امام
کر رہے تھے ذکرِ حق مل کر یہی تھا ان کا کام
اب کہ میں جو ایک دن گذرا ہوں کوہِ قاف سے
اک بڑا حیران کُن منظر نظر آیا مجھے
دیکھتا ہوں کیا کہ اک آواز درد انگیز ہے
دل کے ٹکڑے کرنے میں تلوار سے بھی تیز ہے
گریہ وزاری میں ہے کوئی بہت اندوہگیں
رو رہا ہے اور رونا اس کا تھمتا ہی نہیں
کہہ رہا ہے میرے مولا میری لغزش بخشدے
ہاں خطا مجھ سے ہوئی ہے مانتا ہوں میں اسے
کر رہا ہے التجائیں حق سے با عجز و نیاز
میرے آقا میری دانش میں نہ کچھ آیا یہ راز
میں بڑھا آگے کہ دیکھوں تو سہی کیا راز ہے
کون ہے یہ رونے والا کس کی یہ آواز ہے

marfat.com

اللہ اللہ رب کے بھی کیا بے نیازی کے ہیں کام
یا نبی یہ تھا وہی جو تھا فرشتوں کا امام
تخت پر دیکھا تھا اس کو ایک دن افلاک پر
اور اس دن دیکھتا ہوں رو رہا ہے خاک پر
اس کے خادم تھے فرشتے ایک دن ستر ہزار
آج یاں تنہا پڑا ہے کوئی حامی ہے نہ یار
میں نے جا کر اس سے پوچھا کیوں ہوا تیرا یہ حال
کس لیے آیا ہے تجھ پر اے فرشتے یہ زوال
رو کے وہ مجھ سے لگا کہنے کہ اے روح الامیں
اب کسی صورت وہ ہائے وقت ہاتھ آتا نہیں
لیلۃ المعراج کو بیٹھا تھا اپنے تخت پر
ذکرِ حق میں محو تھا اور ما سوا سے بے خبر
سرورِ دو کون محبوبِ خدائے بحر و بر
میرے آگے سے ہوا ان کی سواری کا گذر
محو ذکرِ حق میں ہو کر لے رہا تھا رب کا نام
بہرِ تعظیم محمد رہ گیا مجھ سے قیام
بس یہی لغزش ہوئی میرے لیے وجہِ وبال
آگیا اپنی جلالیت میں ربِ ذوالجلال
حکم فرمایا نکل جا اے فرشتے پُر غرور
کیوں نہ کی تعظیم آیا سامنے جب میرا نور
یہ عبادت رات دن کی مجھ کو نا منظور ہے
دُور ہے جو میرے احمد سے وہ مجھ سے دُور ہے

marfat.com

وہ عبادت ہی نہیں جس میں نہ ہو حبِ رسول
جن میں بو پائی نہیں جاتی وہ ہیں کاغذ کے پھول
ذکر میرے میں کوئی دن رات گر مشغول ہے
تارکِ تعظیمِ احمد ہے تو نامقبول ہے
اب بتا مجھ کو اے جبریلِ امیں مَیں کیا کروں!
یوں ہی کیا معتوبِ حق ہو کر یہاں روتا رہوں
تو ہی میری مغفرت کی کر دعا روح الامیں
بخشدے مجھ کو خدا بہرِ شفیع المذنبین!
مجھ کو آیا رحم میں نے عرض کی اللہ سے!
یا خدا اب رحم فرما اور اس کو بخش دے
یارسول اللہ ترے صدقہ میں یہ میری دعا!
حق تعالےٰ نے سنی اور حکم مجھ کو یہ دیا!
اس سے کہہ دو چاہتے ہو تم اگر بخشش مری
گر تمہیں منظور ہے کہ بخش دوں لغزش تری
تم اگر یہ چاہتے ہو رحمتوں کا ہو ورود
تو مرے محبوب پر اک بار پڑھ ڈالو درود
اس نے جب مجھ سے سُنا یہ تو ہوا مسرور وہ
اپنے رنج و غم بھی سب کرنے لگا پھر دُور وہ
مغفرت کا وعدہ سن کر اب بڑا خورسند تھا
یارسول اللہ اب رونا بھی اس کا بند تھا
شوق سے پڑھنے لگا پیار سے وہ پھر تجھ پر درود
بس تھا پھر کیا اس پہ راضی ہو گیا ربِ ورود

marfat.com

آج میں نے پھر اسے دیکھا ہے اپنے تخت پر
پڑھتا رہتا ہے درود اب آپ پر وہ بیشتر
اے بشیر اس واقعہ میں یہ سبق موجود ہے
کہ بجز حبِّ نبی ذکرِ خدا مردود ہے

حضرات! آپ نے یہ ایمان افروز اور جانِ ایمان نظم سنی ثابت ہوا۔ کہ جو شخص حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کا غیر ارادی طور پر بھی تارک ہو خدا تعالےٰ کا وہ بھی معتوب ہے۔ پھر وہ لوگ جو ارادۃً اور عقیدۃً حضور کی تعظیم کے تارک ہوں۔ بلکہ جن کا مسلک ہی یہ ہو۔ کہ تعظیم رسول شرک ہے۔ اندازہ کیجئے کہ وہ لوگ کس قدر خدا تعالےٰ کے معتوب و مغضوب ہوں گے ۔

شرک ٹھہرے جس میں تعظیمِ حبیب
اس بُرے مذہب پہ لعنت کیجئے

شانِ انبیاء علیہم السلام

حضرات! یہاں ایک اور بات بھی ذہن نشین کرتے چلئے۔ آپ نے سنا۔ کہ بیت المقدس تک آتے ہوئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسےٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔ پھر جب حضور مسجد اقصیٰ میں پہنچے۔ اور آپ نے سارے نبیوں کی جماعت کرائی۔ تو یہاں مسجد اقصیٰ میں بھی حضرت موسےٰ علیہ السلام حضور کے پیچھے کھڑے ہیں۔ پھر حضور جب چھٹے آسمان پر پہنچے۔ تو حضرت موسےٰ علیہ السلام کو وہاں بھی موجود پایا۔ اسی طرح حضرت آدم۔ حضرت یحییٰ۔ حضرت عیسےٰ۔ حضرت ادریس۔ حضرت یوسف۔ حضرت ہارون اور حضرت ابراہیم علیہم السلام نے مسجد اقصیٰ میں بھی حضور کے پیچھے نماز پڑھی۔ اور پھر حضور نے انہیں مختلف آسمانوں پر بھی موجود پایا۔ یہ ہے انبیاء کرام علیہم السلام کی شان کہ یہاں بھی ہیں اور وہاں بھی۔ ہمارا تو انبیاء کرام علیہم السلام کی شان پر ایمان ہے۔ کوئی اپنی گمراہ عقل کے

marfat.com

پیچھے لگ کر ان حقائق کا انکار کرے۔ تو کرتا پھرے۔ ہمارا تو حضور کے ارشادات پر ایمان ہے۔ جب حضور فرما رہے ہیں۔ کہ میں نے انبیاء کرام کو یہاں بھی دیکھا۔ اور وہاں بھی۔ تو پھر ہم انکار کیوں کریں؟ ہمارا ایمان تو مولانا رومی کے اس ارشاد پر ہے کہ ؏

عقل قرباں کن بہ پیشِ مصطفےٰ

بھائیو! یہ تو انبیاء کرام علیہم السلام کی بات ہے۔ جن کی شان بہت ارفع و اعلےٰ ہے۔ ان نفوسِ قدسیہ کے غلاموں کی شان یہ ہے۔ کہ یہاں بھی ہیں اور وہاں بھی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک غلام

چنانچہ قرآن پاک میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک واقعہ خدا تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔

"حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک روز اپنے دربار میں ہدہد کو نہ دیکھ کر دریافت فرمایا۔ تو ظاہر ہوا۔ کہ ہدہد ملک یمن پہنچ گیا تھا۔ اس نے وہاں سے آکر بتایا۔ کہ اس ملک کے لوگ سورج کے پجاری ہیں۔ اور ان کی حکمران ایک عورت ہے۔ جس کا نام بلقیس ہے اور اس کا تخت اتنا بڑا ہے۔ کہ چالیس (۴۰) گز چوڑا اور اسّی (۸۰) گز لمبا اور تیس (۳۰) گز اونچا ہے۔ بلقیس نے اُسے ایک مضبوط گھر میں رکھا ہے جس تک پہنچنا بہت مشکل ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ سارا واقعہ سن کر ہدہد سے فرمایا۔ میرا ایک خط لے جاؤ۔ اور بلقیس کو پہنچا دو۔ چنانچہ آپ نے بلقیس کے نام ایک خط بھیجا۔ جس پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھ کر لکھا۔

اَلَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ وَاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ۔

میرے معاملہ میں بڑائی ظاہر نہ کرو۔ اور مسلمان

marfat.com

بن کر میرے حضور حاضر ہو جاؤ۔

اس خط پر شاہی مہر لگا کر ہدہد کو دے دیا۔ تاکہ وہ بلقیس تک پہنچا دے۔ چنانچہ ہدہد نے یہ خط بلقیس کو پہنچا دیا۔ بلقیس یہ خط پڑھ کر گھبرائی۔ اور اراکین سلطنت سے مشورہ کر کے حضرت سلیمان علیہ السلام کو دیکھنے کے لیے چل پڑی۔ ہدہد نے حضرت سلیمان سے عرض کیا۔ کہ بلقیس آپ کی زیارت کے لیے آرہی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس وقت دربار سے خطاب فرمایا:

يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَيُّكُمْ يَأْتِينِي بِعَرْشِهَا قَبْلَ أَنْ يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ ‎.

اے درباریو تم میں سے کون ہے جو اس (بلقیس) کے تخت کو میرے پاس لے آئے۔ قبل اس کے کہ وہ میرے حضور مطیع ہو کر حاضر ہوں۔

حضرت سلیمان نے چاہا۔ کہ بلقیس کے یہاں پہنچنے سے پہلے پہلے اس کا وزنی تخت میرے پاس پہنچ جائے۔ اور یہ بات ذہن میں رکھیئے۔ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار اور بلقیس کے تخت کے مقام کا درمیانی فاصلہ دو مہینہ کی راہ کا تھا۔ اور طول و عرض تخت کا آپ سن چکے کہ اسّی گز لمبا۔ چالیس گز چوڑا اور تیس گز اونچا تھا۔ اتنے بڑے وزنی تخت کو اور اتنی دور سے حضرت سلیمان علیہ السلام چاہتے ہیں۔ کہ بلقیس کے پہنچنے سے پہلے پہلے کوئی لے آئے۔

قَالَ عِفْرِيتٌ مِّنَ الْجِنِّ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ تَقُومَ مِنْ مَّقَامِكَ وَإِنِّي عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ أَمِينٌ ‎.

ایک جن نے کہا میں وہ تخت آپ کے پاس لے آؤں گا

marfat.com

قبل اس کے کہ آپ کا یہ اجلاس برخاست ہو۔"
حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا۔ میں اس سے بھی جلدی منگوانا چاہتا ہوں۔

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ

ایک عالم اٹھا اور کہنے لگا۔ میں وہ تخت حضور میں حاضر کردوں گا۔ قبل اس کے کہ آپ پل ماریں۔ پھر جب سلیمان علیہ السلام نے دیکھا۔ تو تخت اپنے پاس رکھا دیکھا۔ تو کہا یہ میرے رب کا فضل ہے۔"

دیکھیئے حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک درباری آپ کا ایک غلام کیا کرامت دکھا رہا ہے۔ کہ اتنا بڑا وزنی تخت جسے کئی آدمی ہلا تک نہ سکیں۔ اور اتنی دور سے جہاں دو مہینے میں صرف پہنچا جائے۔ اور واپسی کے لیے دو مہینے مزید درکار ہوں۔ سلیمان علیہ السلام کا یہ غلام اُسے آنکھ جھپکنے سے پہلے پہلے لے بھی آیا۔

میرے بھائیو! یہاں مجھے یہ بتانا ہے۔ کہ سلیمان علیہ السلام کا وہ غلام یوں عرض کرتا ہے؛

اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ

میں اُسے لے آؤں گا

"لے آؤں گا" تب ہی ہو سکتا ہے۔ جب کہ پہلے "جاؤں گا" بھی ہو۔ کیونکہ آنا تب ہی ہو سکتا ہے۔ جب کہ پہلے جانا بھی ثابت ہو۔ پہلے وہ جائے گا۔ پھر تخت لائے گا۔ معلوم ہوا کہ سلیمان علیہ السلام کا وہ غلام پل بھر کے عرصہ میں اتنی دور چلا بھی گیا اور پھر آ بھی گیا۔ اور آیا بھی

marfat.com

ایک عظیم وزنی تخت کو ساتھ لے کر۔ اور پھر مزید حیران کن بات یہ کہ گیا بھی اور آیا بھی۔ اور دربار سے غائب بھی نہیں ہوا۔ گویا یہاں بھی اور وہاں بھی۔ یہ ہے ایک نبی کے درباری اور غلام کی شان اور طاقت پھر خود انبیاء کرام علیہم السلام کی شان کیا ہوگی۔ اور پھر وہ جوان سارے انبیاء کے بھی سردار ہیں۔ ان کی شان کون بیان کرسکتا ہے؟

سدرۃ المنتہیٰ

حضرات! ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم ساتوں آسمانوں کو عبور فرماتے ہوئے اور ان منزلوں کو طے فرماتے ہوئے پھر سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے۔ سدرہ بیر کے درخت کو کہتے ہیں۔ یہ ایک عظیم درخت ہے۔ اور منتہیٰ سے مراد یہ ہے۔ کہ زمین سے جو چیز اوپر ہو جائے اس کی یہاں تک پہنچ کر انتہا ہو جاتی ہے۔ آگے نہیں جا سکتی۔ وہ صرف حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات پاک ہے۔ جو شبِ معراج سدرۃ المنتہیٰ سے بھی آگے تشریف لے گئے۔

امام قسطلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

لَمْ یُجَاوِزْهَا اَحَدٌ اِلَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

سدرۃ المنتہیٰ سے آگے بجز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کوئی نہیں بڑھ سکا۔ (مواہب لدنیہ جلد ۲ ص ۲۵)

اور یہی وہ مقام ہے۔ جہاں جبریل بھی آ کر رک گئے۔ اور حضور نے جب پوچھا۔ کہ اے جبریل کیا ایسے مقام پر دوست دوست کو چھوڑا کرتے ہیں۔ تو جبریل نے عرض کیا:

اِنْ تَجَاوَزْتُہٗ اِحْتَرَقْتُ بِالنُّوْرِ۔

(مواہب لدنیہ ص ۲۹ جلد ۲)

اگر میں اس مقام سے آگے بڑھوں تو تجلیات کی تاب نہ لا سکوں اور میرے پر جل جائیں

marfat.com

سبحان اللہ! کیا شان ہے ہمارے حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم کی۔ بیشک یارسول اللہ سے

جلتے ہیں جبریل کے پَر جس مقام پر
اس کی حقیقتوں کے شناسا تمہیں تو ہو

مسئلہ بشریت

حضرات! یہیں سے یہ مسئلہ بھی سمجھ لیجئے۔ کہ کیا حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے جیسے بشر ہیں؟ معاذ اللہ حضور کی مطلق بشریت کا انکار نہیں آپ کے مثل ہونے کا انکار ہے۔ اور کیوں نہ ہو جب کہ سدرۃ المنتہیٰ ایک ایسا مقام ہے۔ جس کے آگے جبریل جیسا فرشتہ بھی نہیں جا سکتا۔ تو میرے بھائیو! جہاں جبریل بھی نہیں جا سکتا۔ وہاں میرے اور آپ جیسا بشر جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پھر جو ذات بابرکات سدرۃ المنتہیٰ سے بھی آگے چلی جائے۔ وہ بے مثل وبے نظیر ہوئی یا نہیں؟ تو کتنے نادان اور گمراہ ہیں وہ لوگ جو یہ بات کہتے ہیں کہ حضور بھی ہماری مثل بشر تھے۔

یہاں میں آپ کو ابن قیم کا فیصلہ سُنا دوں۔ جو انہوں نے زاد المعاد میں لکھا ہے۔ اور ابن قیمؒ وہ صاحب ہیں۔ جنہیں دیوبندی اور غیر مقلدین حضرات بھی مانتے ہیں۔ ان کی عربی عبارت کا ترجمہ پیش کرتا ہوں۔ جو حسب ذیل ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"اس رائے کا بطلان ظاہر ہے۔ اگر کہا جائے کہ بیت اللہ شریف کا مکان دوسرے مکان کے برابر ہے۔ اور حجرِ اسود زمین کے دوسرے پتھروں کے برابر ہے۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات دوسرے لوگوں کے برابر ہے۔ اور تفضیل اس میں بسبب ان امور کے ہے۔ جو ذات اور صفاتِ قائمہ سے خارج ہیں۔ ایسی باتیں ان متکلمین نے شریعت کے ذمہ لگائی ہیں۔ حالانکہ شریعت اس سے بری ہے۔ اور

marfat.com

اللہ تعالےٰ نے کستوری کی ذات اور بول کی ذات کو برابر نہیں بنایا ہے۔ شریف مکانوں اور ان کی اضداد میں اور مبارک ذاتوں اور ان کی اضداد میں جو فرق ہے، وہ اس فرق سے جو کستوری اور بول میں ہے، کہیں زیادہ ہے۔ موسےٰ علیہ السلام اور فرعون کی ذات میں جو فرق ہے وہ کستوری اور گوبر کے فرق سے بہت بڑا فرق ہے۔ اسی طرح نفس کعبہ اور بادشاہ کے گھر میں جو فرق ہے وہ بھی اس فرق سے بہت بڑا فرق ہے۔ تو کس طرح دونوں جگہوں کو حقیقت میں برابر کہا جاتا ہے اور باعتبار عبادات واذکار کے نفس کعبہ کو فضیلت دی جاتی ہے۔" (زادالمعاد مطبوعہ مصر جلد۱ ص ۱۳)

یہ ہے ابن قیمؒ کا فیصلہ۔ میں کچھ تفصیل کے ساتھ اسے بیان کرتا ہوں۔ جو لوگ حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی مثل بشر جانتے ہیں۔ وہ بہت ہی نادان اور گمراہ ہیں۔ کہاں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات اور کہاں ہم؟ اگر لفظ بشر اور صورت بشر میں اشتراک کی وجہ سے حضور کو اپنی مثل کہنا جائز ہے۔ تو سمیع۔ بصیر۔ علیم۔ حکیم وغیرہ صفاتِ حق میں بھی اشتراک اسمی ہمیں حاصل ہے۔ پھر ہمیں خدا کو بھی (معاذاللہ) اپنی مثل کہنا جائز ہونا چاہیئے۔ حالانکہ اس اشتراک اسمی کے باوجود کوئی اپنے کو مثل خدا نہیں کہتا۔ اور نہ ایسا ہو سکتا ہے۔ دیکھئے یہی مٹی ہے۔ جس سے استنجا کرتے ہیں اور یہی مٹی ہے۔ جس سے مٹی کے برتن بنتے ہیں۔ اور یہی مٹی ہے جس سے چینی کے برتن بنتے ہیں۔ اور یہی مٹی ہے۔ جس سے آئی گلاس بناتے ہیں۔ اور یہی مٹی ہے جس سے آنکھ کے چشمے بنتے ہیں۔ مگر کہاں استنجے کا ڈھیلا اور کہاں آنکھ کا چشمہ۔ وہ روڑی پر پھینک دیا جائے۔ اور یہ سرآنکھوں پر لگا لیا جائے۔ وہ نجاست میں ملوث اور یہ لطافت سے منوّر۔ وہ خود

marfat.com

راہ نہ پائے۔ یہ دوسروں کو بھی راہ دکھائے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی مثل وہی کہے گا۔ جو اس ڈھیلے کی مثل بد عقیدگی کی نجاست سے ملوّث ہوگا۔

اور دیکھئے قاعدہ بغدادی میں وہی ۲۸ حروف ہیں۔ اور انہیں حروف سے قرآن مجید لکھا ہوا ہے۔ لیکن قاعدہ بغدادی کو ہم ہر وقت چھو سکتے ہیں۔ لیکن قرآن مجید کو بلا وضو نہیں چھو سکتے۔ اور انہیں ۲۸ حروف میں سے قرآن پاک کے حروف مقطعات ہیں۔ جن کے معانی کا علم بجز خدا اور اس کا رسول کے اور کسی کو نہیں۔ اسی طرح اور بھی صدہا مثالیں ہیں۔ مولانا رومی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

صد ہزاراں ہمچنیں اشباہ بیں
فرق شاں ہفتاد سالہ راہ بیں

یعنی ایسی ہزاروں مثالیں ہیں کہ ان میں بے انتہا فرق ہے۔ مثلاً عام پتھر بھی پتھر ہے۔ جو فرش اور دیواروں اور پائخانوں میں لگائے جاتے ہیں۔ اور زمرّد و یاقوت ہیرا لعل وغیرہ بھی پتھر ہیں۔ اور وہ گلے اور کانوں اور ہاتھوں میں پہنے جاتے ہیں۔ اور بادشاہوں کے تاج میں لگائے جاتے ہیں۔ اسی طرح مکّہ شریف کا حرم شریف بھی اسی پتھر کا بنا ہوا ہے۔ اور فرش بھی قریب قریب پتھر ہی ہے۔ اور خود خانہ کعبہ بھی پتھر کا ہی بنا ہوا ہے۔ اور حجرِ اسود کا تو نام ہی پتھر ہے۔ تو اگر ایک عام پتھر یا ایک ایسا پتھر جو پائخانہ میں لگا ہو۔ حرم شریف کے فرش اور دیواروں کے پتھر کی مثل بننے لگے۔ اور خانہ کعبہ کے پتھر اور حجرِ اسود سے کہنے لگے۔ کہ تم میری مثل پتھر ہو۔ تو ایسا پتھر عذاب کے پتھروں کے لائق ہے یا نہیں؟ کہاں پائخانہ کا ناپاک پتھر۔ اور کہاں حجرِ اسود جسے خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بوسہ دیا۔ اور تمام انبیاء نے چوما۔ اور لاکھوں کروڑوں حاجیوں نے اسے بار ہا چوما اور ہزاروں برسوں سے چومتے چلے آرہے ہے۔ اور چومتے چلے جائیں گے۔

اسی طرح حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے جسم انور کے اجزائے شریفہ بھی عام بشریت

marfat.com

سے ممتاز ہیں۔ چنانچہ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

چوں محمد پاک شد از نارِ دود
ہر کجا رو کرد وجہ اللہ بود
شاہِ دیں را منگر اے ناداں بطیں
کیں نظر کرد است ابلیس لعیں

یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم اربع عناصر کی برائی سے پاک ہیں۔ ان کے واسطے ہر طرف ذاتِ حق جلوہ گر تھی۔ اے نادان! حضور کو یہ نہ جان کہ وہ اس مٹی سے بنے ہیں جیسے ہم ہیں۔ کہ یہ نظر تو شیطان کی ہے۔ جس نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنا دیکھ کر سجدہ نہ کیا۔ اور اندرونی خوبی اسے نظر نہ آئی۔

ابو جہل بھی آدمی ہے۔ مگر وہ ایسا ہے۔ کہ جب کعبہ میں گیا۔ تو اس نے بتوں کو سجدہ کیا۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ایسی ہے۔ کہ آپ جب کعبہ میں داخل ہوئے۔ تو بتوں نے حضور کو سجدہ کیا۔ چنانچہ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

احمد و بوجہل در بت خانہ رفت
زیں شدن تا آں شدن فرق است زفت
او در آید سر نہد او را بتاں
ایں در آید سر نہد چوں امتاں
آں چناں کز نورِ روئے مصطفےٰ
صد ہزاراں نوعِ ظلمت شد ضیا
کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

یعنی حضور اور ابو جہل بُت خانہ میں گئے۔ تو دونوں کے جانے میں بڑا فرق تھا۔ ابو جہل گیا۔ تو بتوں کے آگے سجدہ ریز ہو گیا۔ حضور تشریف

marfat.com

لے گئے۔ تو بتوں نے حضور کو سجدہ کیا۔ حضور کے روئے انور کی روشنی سے ہزاروں ظلمتیں دُور ہو گئیں۔ اور ایک جہان روشن ہو گیا۔ اللہ والوں کو اپنی مثل مت سمجھو۔ دیکھو شیر جو ایک درندہ جانور ہے۔ اور شیر یعنی دودھ دونوں لفظ ایک سے لکھے جاتے ہیں۔ دونوں کے حروف ایک سے اور برابر۔ اور لکھنے میں بھی یکساں۔ مگر فرق اتنا ہے۔ کہ شیر (دودھ) کو تو انسان پی جاتا ہے۔ اور شیر (درندہ) انسان کو کھا جاتا ہے۔

میرے بھائیو! امید ہے۔ کہ آپ نے اس مسئلہ بشریت کو سمجھ لیا ہو گا۔ خدا ہمیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور اللہ والوں کی بے ادبی و گستاخی سے محفوظ رکھے۔

ہاں تو میں کہہ رہا تھا۔ کہ حضور سدرۃ المنتہٰی سے بھی آگے تشریف لے گئے۔ جبریل امین بھی یہیں تک آ سکے۔ اور آگے نہ بڑھ سکے۔ مگر ہمارے حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہٰی سے بھی آگے بڑھے۔ یا رسول اللہ! ؎

ختم ہوتی ہے جہاں منزلِ جبریلِ امیں
اس جگہ سے ترا آغاز ہوا آج کی رات

اللہ اللہ پرِ پروازِ بشر کا عالم
آسماں پہلی ہی منزل پہ رہا آج کی رات

حضرات! اب سفر کا وہ حصّہ شروع ہوتا ہے۔ جہاں مکان و زمان کی کوئی کیفیت نہیں پائی جاتی۔ اور جو مقام ہمارے فہم و وہم سے بھی بالاتر ہے اعلحضرت فرماتے ہیں ؎

پوچھتے کیا ہو عرش پر یوں گئے مصطفےٰ کہ یوں
کیف کے پَر جہاں جلیں کوئی بتائے کیا کہ یوں

اور دوسری ایک نظم میں فرماتے ہیں ؎

marfat.com

سراغِ این و متیٰ کہاں تھا نشانِ کیف و اِلیٰ کہاں تھا
نہ کوئی راہی نہ کوئی ساتھی نہ سنگ منزل نہ مرحلے تھے

اب یہ خدا ہی جانے یا حضور جانیں کہ آپ کس قدر مقامات طے کر کے عرشِ الٰہی کے قریب پہنچے۔ حضور فرماتے ہیں۔ میں ایک عالم نور میں پہنچا مجھے ایک وحشت سی لاحق ہوئی۔ تو مجھے ابوبکر کی آواز میں یہ ندا آئی۔

قِفْ اِنَّ رَبَّكَ يُصَلِّي

ٹھہر کہ تمہارا رب صلوٰۃ پڑھ رہا ہے۔

میں حیران رہ گیا۔ کہ کیا ابوبکر مجھ سے پہلے یہاں پہنچ گئے۔ پھر مجھے یہ ندا آئی۔

اُدْنُ يَا خَيْرَ الْبَرِيَّةِ اُدْنُ يَا اَحْمَدُ اُدْنُ يَا مُحَمَّدُ

اے سارے عالم سے بہتر قریب آ۔ اے احمد قریب آ۔ اے محمد قریب آ۔

پھر مجھے میرے رب نے مجھے اتنا قریب کر لیا۔ حتیٰ کہ میں اللہ کے اس ارشاد کے مطابق ہو گیا۔

ثُمَّ دَنَىٰ فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى۔

پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اتر آیا۔ تو اس جلوہ اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا۔ بلکہ اس سے بھی کم۔

حضور فرماتے ہیں۔ پھر خدا تعالیٰ نے مجھ سے کچھ پوچھا۔ تو میں نے جواب کی ہمت نہ پائی۔ تو

فَوَضَعَ يَدَهٗ بَيْنَ كَتِفَيَّ بِلَا تَكْيِيْفٍ وَلَا تَحْدِيْدٍ

marfat.com

فَوَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدَيَيَّ فَاُوْرِثْنِي عِلْمَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ۔

(مواہب لدنیہ جلد ۲ ص ۲۹ اور روح البیان جلد ۲ ص ۴۰۲)

خدا نے میرے سینہ پر اپنا دستِ قدرت رکھا۔ جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے دل میں پائی۔ تو اس نے مجھے تمام اوّلین و آخرین کے علوم کا وارث بنا دیا۔

اور مشکوٰۃ شریف کی روایت میں یہ لفظ آئے ہیں:

فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۶۲)

پس تمام آسمانوں اور زمین کی چیزوں کو میں نے جان لیا۔

حضور کے اس ارشاد سے معلوم ہوا۔ کہ زمین و آسمان کی کوئی چیز ایسی نہیں۔ جس کا حضور کو علم نہ ہو۔ اور حضور علوم اوّلین و آخرین کے وارث ہیں۔ پھر وہ لوگ جو یہ لکھیں اور کہیں کہ حضور کو دیوار پیچھے کا علم نہ تھا۔ خود جاہل اور بے علم ہوئے یا نہیں؟ یا رسول اللہ! ؎

تو دانائے ما کان اور ما یکون ہے
مگر بے خبر بے خبر دیکھتے ہیں!

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہمارا وہی ایمان ہے۔ جس کا اعلیٰحضرت نے یوں بیان فرمایا ہے ؎

سرِ عرش پر ہے تری گذر دلِ فرش پر ہے تری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

مقامِ صدیق

حضرات! حضور کے ارشاد کے مطابق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان کا بھی پتہ چلا۔ سبحان اللہ! کیا شان

صدیق ہے۔ کہ حضور عرش علی کے قریب پہنچے۔ اور حضور کو جب وحشت سی لاحق ہوئی۔ تو صدیق اکبر کی آواز میں ندا آئی۔ کہ ٹھہر تیرا رب صلوٰۃ پڑھتا ہے"۔

حضور فرماتے ہیں:

"میں نے رب سے پوچھا۔ الٰہی! میں نے ابوبکر کی آواز میں یہ ندا سنی تھی۔ حالانکہ تو صلوٰۃ پڑھنے سے بے نیاز اور غنی ہے۔ تو خدا نے جواب دیا۔ میں واقعی صلوٰۃ پڑھنے سے غنی ہوں۔ میری صلوٰۃ یہ ہے۔ میں فرماتا ہوں:

سُبْحَانِیْ سُبْحَانِیْ سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ غَضَبِیْ۔

میں پاک ہوں میں پاک ہوں میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی۔

پھر فرمایا۔ اے محمد! یہ آیت پڑھو:

هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا۔

اور پھر فرمایا۔ اے میرے محبوب!

فَصَلٰوتِیْ رَحْمَتِیْ لَكَ وَلِاُمَّتِكَ۔

پس میری صلوٰۃ میری رحمت ہے تمہارے اور تمہاری امت کے لیے۔

اور اے میرے محبوب! یہ جو ابوبکر کی آواز تم نے سنی۔ تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ تمہارے بھائی موسیٰ (علیہ السلام) اپنے عصا سے بہت مانوس تھے۔ تو جب ہم نے کوہِ طور پر اس سے کلام کرنے کا ارادہ فرمایا۔ تو ان کی وحشت اور ہمارے کلام کی ہیبت ان سے دور کرنے کے لیے ہم نے اس سے اس کے عصا کا پوچھا۔ اور فرمایا:

marfat.com

مَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَامُوسٰى

اے موسٰے یہ تمہارے داہنے
ہاتھ میں کیا ہے۔

تو اے میرے محبوب! تمہاری وحشت دور کرنے کے لیے ہم نے تمہارے صاحب ابو بکر کو منتخب فرمایا۔ کیونکہ تمہیں ابو بکر سے انس ہے تم اور وہ دونوں ایک ہی طینت سے پیدا کئے گئے ہو۔ اور وہ تمہارا دنیا و آخرت میں انیس ہے۔ اس لیے ہم نے ابو بکر کی صورت اور اس کی آواز پر ایک فرشتہ پیدا کیا۔ یہ ندا اسی فرشتہ کی تھی۔ تاکہ اپنے دوست ابو بکر کی آواز سن کر تمہاری وحشت دور ہو جائے۔

(مواہب لدنیہ جلد۲ ص۳۰)

میرے بھائیو! دیکھا آپ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا کیا مقام اور کیا شان ہے۔ خدا خود فرما رہا ہے۔ کہ اے محبوب! وہ تمہارا دنیا و آخرت کا رفیق و انیس ہے۔ اور تم دونوں ایک ہی طینت سے پیدا کئے گئے ہو۔ پھر جو شخص حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا دشمن ہو۔ وہ کیوں بد طینت نہ ہو گا؟ بھائیو! صدیق اکبر کی بڑی بلند شان ہے۔ دیکھئے ایک تو یہ شبِ معراج ہے۔ جس کا بیان آپ سن رہے ہیں۔ اور ایک ہے شب ہجرت۔ شبِ معراج تو خدا نے جبریل کو مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر بھیجا۔ اور جبریل حضور کے پاس یہ پیام خدا لے کر آیا۔ کہ اے محبوب! عرش پر آ۔ اور میرے دیدار سے مشرف ہو جا۔ اور شبِ ہجرت حضور صلے اللہ علیہ وسلم صدیق اکبر کے گھر تشریف لائے۔ اور یہ پیام دیا۔ کہ اے صدیق! میرے ساتھ غار میں آ۔ اور خلوت میں میرے دیدار سے خوب مشرف ہو۔ شبِ معراج مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم عرش پر دیدارِ خدا سے مشرف ہوئے اور شبِ ہجرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غار میں دیدارِ مصطفٰے سے جی بھر کر

marfat.com

مشرف ہوئے۔ حضور کو جو مرتبہ عرش پر ملا۔ کوئی پیغمبر وہ رتبہ نہ پا سکا۔ اور صدیق اکبر جو مرتبہ غار میں ملا۔ کوئی صحابی وہ رتبہ نہ پا سکا۔ چنانچہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"ایک رات میں نے حضور سے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ! آسمان پر جتنے ستارے ہیں۔ کسی کی اتنی نیکیاں بھی ہیں؟ تو حضور نے فرمایا۔ ہاں! آسمان کے ستاروں کی تعداد کے برابر عمر کی نیکیاں ہیں۔ تو میں نے کہا۔ میرے والد ابوبکر کی نیکیاں کہاں گئیں؟ تو حضور نے فرمایا:

اِنَّمَا جَمِیْعُ حَسَنَاتِ عُمَرَ کَحَسَنَۃٍ وَّاحِدَۃٍ
مِنْ حَسَنَاتِ اَبِیْ بَکْرٍ۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۵۲)

عمر کی یہ ساری نیکیاں ابوبکر کی نیکیوں میں سے
صرف ایک نیکی (غار میں حضور کی معیت)
کے برابر ہیں۔

یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شبِ ہجرت حضور کی جو معیت کا شرف حاصل کیا۔ اور حضور کا ساتھ دیا۔ یہ ان کی ایک ہی نیکی حضرت عمر کی ستاروں کی تعداد کے برابر نیکیوں سے بڑھ کر ہے۔ گویا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر صحابہ کرام میں اور کوئی نہیں۔ اور بعد از انبیاء اگر کسی کی بڑی شان ہے۔ تو وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں ؎

نبیوں کے بعد ہیں سب سے بہتر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
یار کے نام پہ مرنے والا سب کچھ صدقے کرنے والا
منزلِ صدق و عشق کا رہبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

marfat.com

دیدارِ حق حضرات! ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو امشب جو قربِ حق حاصل ہوا۔ وہ صرف حضور ہی کو حاصل ہوا۔ اور ؏

بمقامیکہ رسیدی نہ رسد ہیچ نبی

کے مطابق کسی بھی نبی کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہوا۔ اور اب میں آپ ہی سے پوچھتا ہوں۔ کہ بتائیے۔ اگر ایک دوست اپنے محبوب ترین دوست کو بڑی محبت سے دعوت دے کر اپنے گھر بلائے۔ تو کیا یہ ہو سکتا ہے۔ کہ جب وہ محبوب ترین دوست اپنے دوست کے گھر پہنچے۔ تو وہ داعی دوست اپنے دوست سے چھپ جائے اور اس کے سامنے نہ آئے؟ یقیناً اس کا جواب یہی ہوگا۔ کہ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ دوست اپنے دوست کو گھر بلا کر اس سے ہرگز چھپے گا نہیں۔ تو پھر میرے بھائیو! یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ شب معراج اتنے اہتمام و محبت کے ساتھ خدا اپنے محبوب ترین رسول کو عرش پر بلائے۔ اور پھر خود اس سے چھپ جائے۔ ہمارے حضور شبِ معراج عرش پر گئے۔ تو دیدارِ حق سے بھی مشرّف ہوئے ؎

گئے عرش پر جب رسولِ الٰہی
خدا نے کرم سے یہ عزّت بڑھائی
رُکے شہ تو پردے سے آواز آئی
کہ پردے میں آ تجھ سے پردہ نہیں ہے

اور اعلحضرت نے لکھا ہے ؎

اور کیا عیب تم سے بھلا ہو نہاں
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا ہے:

marfat.com

رَاَیْتُ رَبِّیْ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ ۔
(مشکوٰۃ ص ۶۱)

میں نے اپنے رب کو بڑی حسین صورت میں دیکھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی رَبَّہٗ عَزَّ وَجَلَّ ۔ (زرقانی جلد ۶ ص ۱۱۸)

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا

حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

اَنَا اَقُوْلُ بِحَدِیْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ بِعَیْنِہٖ رَاٰی رَبَّہٗ رَاٰہُ رَاٰہُ حَتّٰی انْقَطَعَ نَفَسُہٗ ۔

(شفا شریف جلد ۱ ص ۱۲۰، اور نزہتہ المجالس فی ذکر المعراج)

میں ابن عباس کی حدیث کے مطابق کہتا ہوں کہ حضور نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا دیکھا دیکھا۔ یہاں تک کہتے رہے کہ سانس ٹوٹ گئی۔

حضرت امام قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت نے فرمایا ہے کہ:

اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاَی اللّٰہَ تَعَالٰی بِبَصَرِہٖ وَعَیْنَیْ رَاْسِہٖ ۔

(شفا شریف جلد ۱ ص ۱۲۱)

marfat.com

تحقیق حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے
اللہ تعالےٰ کو اپنی سر کی آنکھوں سے
دیکھا ہے۔"

حضرت امام نووی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں؛

اَلرَّاجِحُ عِنْدَ اَکْثَرِ الْعُلَمَآءِ اَنَّہٗ رَاٰی رَبَّہٗ بِعَیْنَیْ رَاسِہٖ ۔

(روح البیان جلد۲ ص ۴۰۲)

اکثر علمار کے نزدیک یہی بات راجح ہے
کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو
اپنی سر کی آنکھوں سے دیکھا۔

بہرحال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دیدارِ حق سے بھی مشرف ہوئے۔ اور خدا فرماتا ہے۔

فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَاۤ اَوْحٰی

اس کے مطابق محب و محبوب میں جو کلام ہوا۔ وہ محب جانے یا محبوب۔

تحفہ بھائیو! ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم اتنی دور تشریف لے گئے اور شرفِ قرب حق و دیدارِ حق سے مشرف ہو کر واپس تشریف لائے تو اپنی امت کے لیے خدا تعالےٰ کی جانب سے ایک تحفہ لائے کوئی لندن یا کسی دوسرے شہر جا کر جب گھر واپس آتا ہے۔ تو بچے پوچھتے ہیں۔ کہ آپ ہمارے لیے کیا لائے ہیں؟ پھر وہ شخص اپنے بچوں کے لیے لایا ہوا تحفہ انہیں دیتا ہے۔ تو وہ خوش ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح ہمارے آقا و مولیٰ صلے اللہ علیہ وسلم جب اتنے بڑے مقام پر پہنچ کر واپس تشریف لائے۔ تو گویا امت نے پوچھا۔ یا رسول اللہ! آپ

marfat.com

ہمارے لیے کیا لائے ہیں۔ تو حضور نے فرمایا:

"میرے غلامو! تمہارے لیے تحفہ یہ نماز لایا ہوں"

میرے بھائیو! یہ نماز شبِ معراج کا ہمارے لیے ایک عظیم تحفہ ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو اس تحفہ کی قدر کرتے ہیں۔ اور جو یہ تحفہ پاکر خوش ہوئے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فُرِضَتْ عَلَیَّ الصَّلٰوۃُ خَمْسِیْنَ صَلٰوۃً کُلَّ یَوْمٍ۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۲۰)

مجھ پر ہر روز پچاس نمازیں فرض کی گئیں

حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر خدا نے پچاس نمازیں فرض فرمائیں۔ تو حضور پچاس نمازیں لے کر جب واپس لوٹے۔ تو راستے میں چھٹے آسمان پر حضرت موسےٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریافت فرمایا:

بِمَا اُمِرْتَ

آپ کو کیا حکم ہوا

فرمایا:

اُمِرْتُ بِخَمْسِیْنَ صَلٰوۃً کُلَّ یَوْمٍ۔

مجھے ہر روز پچاس نمازوں کا حکم ہوا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں لوگوں کو آزما چکا ہوں۔ اور میرا تجربہ ہے۔ اور میں اپنے تجربہ کی بنا پر کہتا ہوں۔ کہ آپ کی امت پچاس نمازیں نہ پڑھ سکے گی۔

فَارْجِعْ اِلٰی رَبِّكَ فَسْئَلْهُ التَّخْفِيْفَ۔

اپنے رب کے پاس واپس جائیے اور نمازیں کم کرائیے

marfat.com

بھائیو! ہزاروں سلام حضرت موسٰے علیہ السلام پر کہ ہم ناتوانوں کا خیال فرما کر حضور کو دوبارہ رب کے پاس بھیج رہے ہیں۔ تاکہ نمازیں کم ہوں۔ اور ہمارا بوجھ ہلکا ہو۔ چنانچہ حضور پھر رب کے پاس گئے۔ اور نمازوں میں کمی کے لیے عرض کی۔ چنانچہ خدا نے دس نمازیں چھوڑ دیں۔ اور حضور چالیس نمازیں لے کر لوٹے۔ تو حضرت موسٰے علیہ السلام نے پھر عرض کی۔ کہ حضور! چالیس نمازیں بھی زیادہ ہیں۔ پھر جائیے اور چالیس سے کم کرائیے۔ حضور پھر رب کے پاس گئے۔ اور چالیس سے بھی کمی چاہی۔ تو خدا نے دس اور کم کر دیں۔ حضور تیس نمازیں لے کر لوٹے۔ تو راستے میں پھر موسٰے علیہ السلام ملے۔ تو انہوں نے کہا۔ یا رسول اللہ! تیس نمازیں بھی بہت ہیں۔ پھر جائیے۔ اور تیس سے بھی کم کرائیے۔ چنانچہ حضور پھر رب کے پاس گئے۔ اور تیس سے بھی کمی چاہی۔ تو خدا نے دس اور معاف کر دیں۔ حضور بیس نمازیں لے کر واپس ہوئے تو راستے میں حضرت موسٰے علیہ السلام نے پھر کہا۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم ایک چکر اور لگائیے۔ اور بیس سے بھی کم کرائیے۔ حضور پھر گئے۔ تو اللہ نے دس نمازیں اور معاف کر دیں۔ حضور دس نمازیں لے کر لوٹے تو راستے میں موسٰے علیہ السلام نے پھر کہا۔ کہ حضور ایک بار پھر رب کے پاس جائیے۔ اور دس سے بھی کم کرائیے۔ حضور پھر اپنے رب کے پاس پہنچے۔ اور مزید کمی کے لیے کہا۔ تو خدا نے پانچ نمازیں اور معاف کر دیں۔ باقی پانچ نمازیں رہ گئیں۔ حضور یہ پانچ نمازیں لے کر لوٹے۔ تو راستے میں پھر حضرت موسٰے علیہ السلام نے عرض کیا:

marfat.com

اِنَّ اُمَّتَكَ لَا تَسْتَطِيْعُ خَمْسَ صَلَوٰتٍ كُلَّ يَوْمٍ .

حضور! آپ کی امت یہ پانچ نمازیں بھی ہر روز نہ پڑھ سکے گی۔"

اس لیے ایک چکر اور لگائیے! مسلمانو! اس موقعہ پر حضور نے یوں فرمایا:

سَاَلْتُ رَبِّیْ حَتّٰی اسْتَحْیَیْتُ .

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۲۰)

میں نے اپنے رب سے بہت کچھ مانگ لیا اب مجھے شرم آتی ہے۔

سبحان اللہ! کیا شانِ کرم ہے خدا کی۔ کہ اپنے محبوب کی خاطر جتنی بار محبوب نے عرض کی۔ نمازیں کم کرتا رہا۔ یہ نہیں فرمایا کہ میں پچاس نمازیں فرض کر چکا ہوں۔ اب تم کون ہوتے ہو اس میں سے کم کروانے والے۔ نہیں بلکہ اپنے محبوب کا وقار و مرتبہ دکھانے کے لیے ہر بار نمازوں میں کمی فرماتا رہا۔

اور پھر میرے بھائیو! حدیث میں دیکھ لو۔ کہ جب پانچ نمازیں رہ گئیں۔ تو اللہ نے نہیں فرمایا:

"کہ اے محبوب! اب ان پانچ سے بھی کم کرانے کے لیے مت آنا۔ نہیں بلکہ خود حضور ہی نے پانچ سے بھی کم کرانے کے لیے پھر رب کے پاس جانے سے انکار کر دیا۔ اور فرمایا کہ اب مجھے شرم آتی ہے۔"

میرے بھائیو! اس موقعہ پر کئی لوگوں کے دلوں میں یہ حسرت پیدا ہوتی ہوگی۔ کہ اگر ایک چکر اور لگ جاتا۔ تو ان "مولویوں" سے تو پیچھا چھوٹ جاتا۔

marfat.com

میرے بھائیو! ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم تو ان پانچ نمازوں میں سے تھوڑی سی کمی کراتے ہوئے بھی شرم فرمانے لگے۔ مگر ان بدنصیبوں کو کیا کہا جائے۔ جو یہ پانچوں کی پانچوں نمازیں ترک کر کے بھی نہیں شرماتے بلکہ بعض لوگ تو ایسے بیباک ہیں۔ جو ان نمازوں کو "مولویوں کی ٹکریں" کہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ ہم طریقت والے ہیں۔ شریعت اور ہے طریقت اور ہے۔ ہماری نماز طریقت کی ہے۔ اور ہم ہر وقت نماز میں رہتے ہیں۔

مسلمانو! ایسے جاہل لوگوں سے بچو۔ جو شریعت اور طریقت کو الگ الگ بتاتے ہیں۔ خوب یاد رکھو جو طریق شریعت کے خلاف ہے۔ وہ طریقت نہیں زندیقیت ہے۔ میں بتاؤں۔ کہ اگر شریعت و طریقت کو سمجھنا ہے۔ تو یوں سمجھو کہ شریعت یہ ہے۔ کہ پانچ نمازیں پڑھو۔ اور طریقت یہ ہے۔ کہ پانچ بھی پڑھو۔ اور چھٹی تہجد بھی پڑھو۔ مگر یہ بدعمل لوگ کہتے ہیں۔ کہ شریعت یہ ہے کہ پانچ پڑھو۔ اور طریقت یہ ہے کہ ایک بھی نہ پڑھو۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ ایسے برائے نام مسلمانوں اور نام کے پیروں سے بچنا چاہیئے۔

نماز کی عادت ایک نمازی شخص کے ہاں ایک بے نمازی مہمان آیا۔ نماز کا وقت ہوا تو اذان کی آواز مسجد سے سن کر میزبان نے مہمان سے کہا۔ چلئے نماز پڑھ آئیں۔ مہمان نے کہا۔ میری نماز پڑھنے کی عادت نہیں ہے۔ میزبان چلا گیا۔ اور نماز پڑھ کر گھر آیا۔ تو مہمان کو کھانے کے وقت۔ پوچھا تک نہیں۔ مہمان بھوک سے تنگ آکر کہنے لگا۔ بھئی! کھانے کا ٹائم گذر رہا ہے۔ کچھ کھانے کو لاؤ۔ میزبان نے کہا۔ یار میں نے تو سمجھا تھا۔ کہ جس طرح تمہاری نماز پڑھنے کی عادت نہیں ہے۔ اسی طرح تمہاری کھانے کی بھی عادت نہ ہو گی۔ مہمان بولا۔ نہ بھئی یہ بات نہیں۔ کھانے کی عادت تو ہے۔ میزبان نے کہا۔ تو بھئی! جو

marfat.com

کھانے کو رزق دیتا ہے ۔ اس کی عبادت کی بھی عادت ڈالو۔ مہمان شرمندہ ہو گیا۔ اور اس نے وعدہ کر لیا۔ کہ وہ آیندہ نماز بھی پڑھے گا۔

لطیفہ اسی طرح ایک نام کا پیر ایک مرید کے گھر آیا۔ مرید نمازی تھا۔ مگر پیر بدعمل اور محض برائے نام پیر اور بے نمازی تھا۔ مرید نے دیکھا۔ کہ پیر صاحب نے کوئی بھی نماز نہیں پڑھی ۔ دوسرے روز اس نے پوچھا۔ جناب! میں نے آپ کو نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ یہ کیا بات ہے؟ برائے نام پیر بولا۔ تم بے خبر ہو۔ ہم ہر نماز کے وقت مکہ شریف پہنچ جاتے ہیں۔ اور وہاں جا کر نماز ادا کرتے ہیں۔ مرید بیچارہ خاموش ہو گیا۔ دوسرے روز صبح مرید اپنے کھیت میں گیا۔ تو دیکھا۔ پیر صاحب اس کے کھیت میں رفعِ حاجت کے لیے تشریف فرما ہیں۔

مرید کو غصہ آیا۔ پیچھے جا کر پیر صاحب کو ایک لات ماری۔ اور کہا۔ یا پیر و مرشد۔ نماز پڑھنے کے لیے مکہ شریف اور رفعِ حاجت کے لیے میرا کھیت۔ اُٹھیے اور رفعِ حاجت کے لیے بھی مکہ شریف پہنچیے۔ اور اگر رفعِ حاجت کے لیے یہی سرزمین ہے۔ تو نماز بھی آپ کو یہیں پڑھنی پڑے گی۔

دیکھا آپ نے۔ مرید صحیح معنوں میں اس برائے نام پیر کے لیے مرشد بن گیا۔ بھائیو! صحیح معنوں میں پیر و مرشد وہی ہے۔ جو شریعت پر عمل پیرا ہو۔ اور ہم ایسے پیروں کے جو شریعت پر عامل ہیں۔ غلام ہیں۔ اور اصل میں پیر ہی وہ ہے۔ جو شریعت کا غلام ہو۔ اور یہ جو بدعمل افراد ہیں۔ انہوں نے اپنا لباس ان اللہ والوں کا پہن کر اپنی بدعملیوں کو چھپانا چاہا ہے۔

اور ہمیں ان لوگوں پر بھی بے حد افسوس ہے۔ جو ایسے بدعمل افراد کی بدعملیوں کو پیش کر کے پیروں اور اللہ والوں ہی کو بدنام کرنا شروع کر دیتے ہیں اور کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ کہ دیکھو یہ ہیں پیروں کی حرکتیں

marfat.com

حالانکہ جس طرح بعض چالاک چور اور ڈاکو پولیس کا لباس پہن کر لوگوں کو لوٹ لیتے ہیں۔ اسی طرح بعض بدعمل لوگ پیروں کا لباس پہن کر لوگوں کے اعمال و کردار کو برباد کر دیتے ہیں۔ تو جس طرح یہ کہنا حماقت اور جرم ہے۔ کہ چونکہ چوروں نے پولیس کا لباس پہن کر لوگوں کو لوٹا ہے۔ اس لیے پولیس نہیں ہونی چاہیئے۔ اور پولیس کو اس بات سے بدنام کرنا شروع کر دیا جائے۔ اسی طرح یہ بات سراسر حماقت اور عناد کی علامت ہے۔ کہ چونکہ بدعمل و بدکردار لوگوں نے پیروں کا لباس پہن کر لوگوں کے اعمال و کردار کو برباد کر دیا ہے۔ اس لیے پیروں کو نہیں ہونا چاہیئے۔ اور اس بات سے پیروں اور اللہ والوں کو بدنام کرنا شروع کر دیا جائے۔

ہاں تو بھائیو! میں سنا رہا تھا۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے پانچ نمازیں قائم رہنے دیں۔ اور ان میں تخفیف کے لیے آپ رب کے پاس نہیں گئے۔

ایک شبہ کا جواب

یہاں ایک شبہ ہو سکتا ہے۔ اور وہ یہ کہ پچاس نمازوں کے امت پر دشوار ہونے کا علم موسےٰ علیہ السلام کو تو ہو گیا۔ مگر اس بات کا احساس حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو کیوں نہ ہوا۔ اور آپ پوری پچاس کی پچاس نمازیں ہی لے کر آ گئے۔ موسےٰ علیہ السلام نے تخفیف کے لیے کہا۔ تو واپس گئے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں جب مصر کی عورتوں نے حضرت زلیخا پر طعن و ملامت کی۔ تو حضرت زلیخا نے ان عورتوں کی پرتکلف دعوت کی۔ ان کے لیے مسندیں تیار کیں۔ اور دسترخوان بچھائے گئے۔ ان پر قسم قسم کے کھانے اور میوے چنے گئے۔ اور ہر عورت کو ایک ایک چھری دے دی۔ اور پھر یوسف

marfat.com

علیہ السلام سے کہا۔ کہ ان کے سامنے نکل آؤ۔ جب حضرت یوسف ان کے سامنے آئے۔

فَلَمَّا رَاَیْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ

تو جب عورتوں نے یوسف کو دیکھا تو اس کی بڑائی

بولنے لگیں۔ اور اپنے ہاتھ کاٹ لئے۔

ان عورتوں کو یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال نے ایسا وارفتہ کر دیا کہ ان عورتوں کو خود فراموشی ہوگئی۔ اور وہ دیدارِ یوسف میں ایسی محو ہوگئیں۔ کہ انہیں اپنے ہاتھ کاٹ لینے کا احساس تک نہ ہوا۔

بھائیو! یہ تو بات ہے دیدارِ یوسف کی۔ دیدارِ یوسف میں محو ہونے والیوں کو ہاتھ کٹنے کا احساس تک نہ ہوا۔ تو حضور علیہ السلام تو شبِ معراج خالقِ یوسف کے دیدار سے فیضیاب ہوئے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ حضور بھی خدا کے حسن و جمال اور دیدارِ حق میں ایسے محو ہوئے۔ کہ آپ کو پچاس نمازوں کے بار کا احساس نہ ہوا۔

اور آپ، پچاس کی پچاس نمازیں ہی لے کر آ گئے۔ اور جب حضرت موسٰے علیہ السلام نے احساس دلایا۔ تو پھر آپ اپنی امّت کی خاطر واپس گئے۔ مگر وہاں جا کر پھر دیدارِ حق میں محویت کا عالم طاری ہوگیا۔ اور چالیس نمازوں کے بار کا بھی احساس، نہ فرما کر چالیس ہی لے کر آ گئے۔ پھر حضرت موسٰے ملے۔ اور انہوں نے پھر احساس دلایا۔ تو آپ، پھر گئے۔ اسی طرح آپ جب بھی واپس جاتے رہے وہی دیدارِ حق میں محویت کا عالم طاری ہو جاتا۔ تا آنکہ پچاس سے پانچ نمازیں باقی رہ گئیں۔ اور پھر حضور واپس گئے ہی نہیں۔

دوسری بات حضور کو حضرت موسٰے علیہ السلام جو بار بار واپس بھیجتے رہے۔ اس میں ایک یہ راز بھی تھا۔ کہ حضرت موسٰے

marfat.com

علیہ السلام نے کوہِ طور پر رب سے عرض کی تھی۔

رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ

یارب مجھے اپنا آپ دکھا تاکہ
میں تجھے دیکھوں۔

تو خدا نے جواب دیا تھا:

لَنْ تَرَانِیْ

تم مجھے نہیں دیکھ
سکتے۔

یہ نہیں فرمایا تھا کہ

لَنْ یَرَانِیْ اَحَدٌ

مجھے کوئی نہیں دیکھ سکتا

بلکہ یہ فرمایا کہ

لَنْ تَرَانِیْ

اے موسیٰ! تم مجھے
نہیں دیکھ سکتے۔

گویا اے موسیٰ تم مجھے نہیں دیکھ سکتے مگر ایک وجود پاک ایسا ہے۔ جو مجھے دیکھ سکے گا۔ اور نہ صرف ایک بار بلکہ بار بار دیکھے گا۔ اور وہ بھی تمہارے ہی بار بار واپس بھیجنے پر بار بار مجھے دیکھے گا۔ تو شب معراج لَنْ ترانی کا جواب پانے والے حضرت موسےٰ علیہ السلام آج خود ہی حضور کو بار بار اللہ کے پاس واپس بھیج رہے ہیں۔ اور دیکھ رہے ہیں۔ کہ یہی ایک وجود پاک ایسا وجود ہے۔ جو بار بار اپنے رب کے دیدار سے مشرف ہو رہا ہے۔

marfat.com

کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی
آنکھ والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام

فرمانِ خدا اور شانِ مصطفےٰ

ہاں تو بھائیو! حضور صلے اللہ علیہ وسلم پانچ نمازیں لے کر واپس تشریف لائے۔ خدا نے پچاس فرض فرمائی تھیں۔ مگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے بار بار عرض کرنے پر خدا تعالےٰ نے پینتالیس۴۵ نمازیں چھوڑ دیں۔ اور پانچ باقی رہ گئیں۔ حضور کی شان یوں دکھائی۔ کہ آپ کی خاطر پینتالیس۴۵ نمازیں معاف فرمادیں۔ اور اپنا فرمان برقرار یوں رکھا۔ کہ یہ ارشاد فرمادیا؛

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۔

یعنی جو ایک نیکی کرے گا۔ اسے ثواب میں دس نیکیوں کا دوں گا۔

اس ارشاد کے مطابق ہم میں سے جو پانچ نمازیں پڑھے گا۔ ثواب وہ پچاس ہی کا پائے گا۔ اس طرح پانچ بھی ہو گئیں۔ اس موقعہ پر ایک اور بات بھی یاد رکھیئے۔ کہ یہ پچاس نمازوں میں سے پینتالیس۴۵ کا معاف کرانا ہم ناتوانوں کے لیئے بہت بڑا نفع اور فائدہ ہے۔ اور یہ نفع ہمیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ذات پاک۔ سے حاصل ہوا۔ اور آپ سُن چکے۔ کہ شبِ معراج حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے حضور نے دیکھا تھا۔ تو گویا یہ نفع ہمیں اس نبی سے حاصل ہوا جو اپنی قبر میں تھے۔ معلوم ہوا۔ کہ اللہ والے قبروں میں بھی تشریف لے جائیں۔ تو ان سے نفع حاصل ہوتا ہے۔ جو اس حقیقت کے قائل نہیں۔ ان کو چاہیئے کہ وہ نمازیں ہر روز پچاس پچاس ہی پڑھا کریں۔ اس طرح مسلمانوں کو یہ فائدہ ہو گا۔ کہ ایسے لوگ، اسی کام میں لگے رہیں گے۔ اور ان کی گمراہ کن تبلیغ سے مسلمان محفوظ رہیں گے۔

marfat.com

جنّت میں میرے بھائیو! ہمارے حضور نے شبِ معراج جنّت کی سیر بھی فرمائی۔ آپ جب جنّت میں تشریف لے گئے۔ تو فرماتے ہیں:

"کہ جنّت کے دربان فرشتہ نے مجھے دیکھا تو بہت خوش ہوا۔ اور مجھے مرحبا کہہ کر ملا۔ اور پھر مجھے جنت کے اندر لے گیا۔ حضور فرماتے ہیں۔ میں نے جنّت کے عجائبات دیکھے۔ اور وہ نعمتیں دیکھیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں اور کسی کان نے سُنیں اور جو خدا نے اپنے نیک بندوں کے لیے تیار کر رکھی ہیں۔ میں نے اپنے صحابہ کے درجات بھی دیکھے۔"

حضرت عمر کا محل حضور فرماتے ہیں:

"جنّت میں میں نے ایک محل دیکھا۔ اس کے صحن میں ایک حور بیٹھی تھی۔ میں نے چاہا کہ محل کے اندر جاؤں اور اسے دیکھوں مگر عمر کی غیرت یاد کر کے میں محل میں داخل نہ ہوا۔ جب یہ بات حضور نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سُنائی۔ تو حضرت عمر بولے یا رسول اللہ! میرے ماں باپ پر قربان ہوں۔ کیا میں آپ پر غیرت کرتا؟"
(مشکوٰۃ شریف ص ۵۴۹)

بھائیو! دیکھا آپ نے شانِ فاروق کو۔ یہ وہ وجود مبارک ہے۔ جسے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے خدا سے مانگ کر لیا ہے۔ سارے صحابی حضور کے مرید تھے۔ مگر حضرت عمر مرادِ حضور تھے۔

مرادِ حضور چنانچہ حدیث میں آتا ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور نے اللہ سے دعا کی۔

marfat.com

اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِاَبِیْ جَھْلِ بْنِ ھِشَامٍ اَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ۔ مشکوٰۃ شریف ص۵۳۹

اے اللہ! اسلام کو عزت دے۔ ابو جہل بن ہشام سے یا عمر بن الخطاب سے۔"

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں میں ایک کو اللہ سے مانگا۔ اور اللہ نے حضور کی طلب پر حضرت عمر حضور کو دے دیئے۔ مسلمانو! اب میں ایک مثال دے کر آپ کو شانِ عمر سمجھاتا ہوں۔

"دیکھئے محبوب اپنے محب سے بڑے اعتماد کے ساتھ ایک روپیہ طلب کرے۔ تو کیا یہ ہو سکتا ہے۔ کہ محب اپنے محبوب کو کھوٹا روپیہ دے دے؟ ہرگز نہیں۔ محب یقیناً کھرا روپیہ اُسے دے گا۔ تو میرے بھائیو! خدا تعالےٰ سے اس کا محبوب اسلام کی عزّت بڑھانے کی تحاطر ایک آدمی طلب فرمائے۔ تو کیا یہ ممکن ہے۔ کہ خدا اپنے محبوب کی طلب پر کھرا آدمی نہ دے؟ اور اسی لیے ابو جہل نہیں دیا۔ کہ وہ کھوٹا آدمی تھا۔ حضرت عمر کھرے تھے۔ سو وہی دیئے۔ پھر جو لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر زبانِ طعن دراز کرتے اور حضرت عمر کو اچھا نہیں سمجھتے۔ کیا یہ حقیقت نہیں۔ کہ ان کا یہ طعن اور بُرا کہنا دراصل خدا پر طعن اور خدا کو بُرا کہنا ہے۔ کہ خدا نے ایک ایسا آدمی اپنے محبوب کو دے دیا۔ جو اچھا نہ تھا۔ (معاذ اللہ) بھائیو! اپنا ایمان رکھو۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور کی مراد تھے۔ اور آپ کے وجود باجود سے اسلام کی عزّت کو چار چاند لگ گئے۔"

حضور فرماتے ہیں:

"جنت کی سیر کرتے ہوئے میں نے جنت میں چشمے اور

marfat.com

نہریں بہتی ہوئی دیکھیں۔ اور میں نے ایک آواز سنی۔ اور وہ یہ تھی اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ میں نے رضوانِ جنت سے پوچھا۔ کہ یہ آواز کیسی ہے؟ تو بولا۔ یہ فرعون کے جادوگروں کی آواز ہے۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزۂ عصا دیکھ کر ایمان لے آئے تھے۔ پھر ایک دوسری آواز سُنی۔ لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ رضوان جنت نے بتایا۔ یہ حاجیوں کی روحوں کی آواز ہے۔ پھر میں نے تکبیر کی آواز سُنی تو رضوان بولا۔ یہ غازیوں کی آواز ہے۔"

دوزخ حضور فرماتے ہیں۔ میں نے دوزخ کو بھی دیکھا۔ دوزخ کے دروازہ پر لکھا تھا:

اِنَّ جَھَنَّمَ لَمَوْعِدُھُمْ اَجْمَعِیْنَ

دوزخ کا فرشتہ جو دربانِ دوزخ ہے اور جس کا نام مالک ہے مجھے دیکھ کر ہنسا۔ یہ فرشتہ جب سے پیدا ہوا ہے۔ کبھی نہ ہنسا تھا۔ شبِ معراج مجھی کو دیکھ کر پہلی بار ہنسا ہے

جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں
اس تبسّم کی عادت پہ لاکھوں سلام

حضور فرماتے ہیں:

"میرے کہنے پر اس فرشتہ نے مجھے دوزخ دکھائی۔ میں نے دوزخ کو دیکھا۔ اور اس میں خدا کا غضب و جلال دیکھا۔ اور اس میں اگر پتھر یا لوہا ڈال دیا جائے۔ تو دوزخ اسے کھا لے۔ حضور فرماتے ہیں۔ میں نے اس میں ایک قوم کو دیکھا جو مردار کھا رہے تھے۔ مجھے بتایا گیا۔ کہ یہ اپنے بھائیوں کی غیبت کرنے والے لوگ ہیں۔ پھر ایک قوم دیکھی۔ جن کی زبانیں کھینچی جا رہی تھیں۔ مجھے بتایا گیا۔ یہ لوگ جھوٹی قسمیں کھانے والے ہیں۔ پھر کچھ عورتیں دیکھیں جن کو ان کے

marfat.com

سر کے بالوں سے لٹکایا ہوا تھا۔ مجھے بتایا گیا کہ وہ بے حجاب
عورتیں ہیں۔ جو غیر محرموں سے پردہ نہیں کرتی تھیں۔ حضور فرماتے
ہیں۔ پھر میں نے میت پر بین کرنے والی عورتوں کو بھی عذاب
میں مبتلا دیکھا۔" (روح البیان جلد ۲ ص ۴۰۴)

میرے بھائیو! اپنے آقا و مولیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات و
مشاہدات کو سُن کر ان برے کاموں سے بچو۔ اور دوزخ سے پناہ مانگو
خدا تعالےٰ ہمیں نیک، اعمال کی توفیق دے۔ اور بُرے کاموں سے
بچائے۔ آمین

واپسی

حضرات! حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے جب معراج شریف کی جملہ
منزلیں طے کرلیں۔ تو خدا تعالےٰ کی بے پناہ عنایات اور اس
کے بے شمار انعامات و اعزازات سے مشرف ہو کر آپ واپس ہوئے
تو بستر مبارک، ویسے کا ویسے گرم۔ زنجیر در ہل رہی تھی۔ اور وضوء کا پانی
بہہ رہا تھا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے صبح ہوئی تو اس سیر و معراج کا
واقعہ ابو جہل اور دیگر کافروں سے بیان فرمایا تو وہ لوگ ہنسنے لگے۔ اور
کہنے لگے۔ لو ایک نئی اور اچنبی بات اس سے سن لو۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم
کو علم تھا کہ لوگ نہیں مانیں گے۔ اور مذاق اڑائیں گے مگر حضور نے نہ چاہا۔
کہ وہ ایک ایسے امر کو جو خدا تعالےٰ کی عظیم قدرت ظاہر کرنے والا ہے
بیان نہ فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے علی الاعلان فرمایا۔ کہ میں رات کے تھوڑے
سے حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک پھر وہاں سے آسمانوں تک
اور آسمانوں کو بھی عبور کر کے عرش تک ہو کر آیا ہوں۔ ابو جہل نے کہا
ہم تمہاری یہ بات کیسے مان لیں۔ جب کہ ہمارے قافلے بیت المقدس
جانے اور آنے میں دو دو مہینے صرف کر دیتے ہیں اور تم کہہ رہے ہو
کہ رات کے تھوڑے سے حصہ میں وہاں سے ہو کر آیا ہوں۔ ابو جہل

marfat.com

اپنے کچھ ساتھیوں کو ہمراہ لے کر خوشی خوشی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔ اس کا خیال تھا۔ کہ یہ خلافِ عقل اور انہونی بات ابوبکر بھی نہیں مانے گا۔ حضرت صدیق اکبر سے ابوجہل نے کہا سنتے ہو آج تمہارے دوست نے کیا کہا؟ صدیق اکبر نے پوچھا کیا فرمایا؟ بولا وہ کہتا ہے۔ میں رات کے تھوڑے حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ گیا۔ اور پھر وہاں سے آسمانوں پر بھی گیا۔ اور عرش تک بھی جا پہنچا۔ اور واپس بھی آگیا ہوں۔ حضرت صدیق اکبر نے فرمایا اگر حضور نے ایسا فرمایا ہے۔ تو سچ فرمایا ہے میں حضور کی تصدیق کرتا ہوں۔ ابوجہل نے حیران ہوکر کہا اس قسم کے واقعہ کی بھی تم تصدیق کرتے ہو؟ صدیق اکبر نے فرمایا میں تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے اس امر سے بھی زیادہ حیران کن بات سن کر حضور کی تصدیق ہی کروں گا۔ کیونکہ حضور کو میں سچا مانتا ہوں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اس تصدیق کے باعث آپ کا نام صدیق ہو گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ قسم کھا کر فرماتے تھے۔

اِنَّ اللّٰہَ اَنْزَلَ اِسْمَ اَبِیْ بَکْرٍ مِنَ السَّمَآءِ الصِّدِّیْق۔

(روح البیان ص ۴۰۵)

کہ اللہ نے ابوبکر کا نام صدیق آسمان سے نازل فرمایا ہے

ابوجہل اور اس کے ساتھیوں نے چونکہ بیت المقدس تو دیکھا تھا۔ اور آسمانوں کی کسی چیز سے وہ واقف نہ تھے اس لیے انہوں نے آسمان کی تو کوئی بات نہ پوچھی۔ بیت المقدس کی نشانیاں پوچھنے لگے۔ حضور فرماتے ہیں:

"بیت المقدس اور میرے درمیان سے خدا نے پردے ہٹا دیئے۔ اور بیت المقدس میرے سامنے آگیا۔ جو جو بات وہ پوچھتے حضور اس کا جواب دیتے جاتے۔ وہ اور بھی زیادہ حیران ہوئے"

marfat.com

پھر کہنے لگے اچھا تم اگر بیت المقدس گئے ہو تو راستے کی کوئی ایسی بات بتاؤ جس سے تمہاری بات کی تصدیق ہو سکے۔ حضور نے فرمایا:

"کہ میں نے راستے میں تمہارے ایک قافلہ کو دیکھا۔ جب میں اس قافلہ کے پاس سے گذرا۔ تو مجھے دیکھ کر اس قافلہ کے اونٹ بھاگے اور گھومے۔ ان میں سے ایک اونٹ پر دو بورے تھے ایک سیاہ اور ایک سفید۔ اور وہ اونٹ گر پڑا۔ میں نے قافلہ میں سے گذرتے ہوئے ان کو سلام کہا۔ تو قافلہ میں سے کوئی بولا۔ یہ تو محمد کی آواز ہے۔ پھر میں نے قافلہ میں اتر کر ان کے ایک برتن سے پانی بھی پیا۔ حضور نے فرمایا کہ یہ میری سب باتیں قافلہ آئے تو ان سے پوچھ لینا۔ انہوں نے پوچھا کہ قافلہ کب یہاں پہنچے گا۔ فرمایا بدھ کے روز غروب آفتاب سے قبل چنانچہ جب بدھ کا روز آیا۔ تو سب انتظار کرنے لگے کہ دیکھیں قافلہ آتا ہے یا نہیں؟ سورج غروب ہونے کو آیا اور قافلہ پہنچنے کے کوئی آثار نظر نہ آئے تو کافر خوش ہونے لگے حضور نے دعا کی تو سورج تھوڑی دیر کے لیے غروب ہونے سے رک گیا۔ اتنے میں قافلہ بھی آ پہنچا اور سورج بھی غروب ہو گیا۔

دو آئینے حضرات! آپ نے ابھی ابھی ابو جہل اور اس کے ساتھیوں کا انکارِ معراج کا واقعہ سُنا۔ انہوں نے کس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سچے واقعہ کا انکار کیا۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تصدیق معراج کا واقعہ بھی سن لیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کس طرح حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اس سچے واقعہ کی تصدیق کی۔ یہ دو آئینے آپ کے سامنے ہیں۔ فرمائیے آپ کو کونسا آئینہ درکار

marfat.com

ہے! میرے بھائیو جو سچا مسلمان اور صحیح معنوں میں ایماندار ہے وہ تو آئینہ صدیقی ہی پیا ہے گا اور ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ ہم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے غلام ہیں۔ اور ان کی طرح ہم بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے معراجِ جسمانی کا بصدقِ دل اقرار کرنے والے اور حضور کے ہر کمال پر ایمان لانے والے ہیں۔ میرے بھائیو! میں اب اپنا وعظ ختم کرنے سے پہلے دعا مانگتا ہوں۔

دُعا

مرے خدا تجھے اس حسین شب کا واسطہ
جمالِ نوشۂ جناں شہِ عرب کا واسطہ
وہ راز جو حضور کو بتائے ان کا واسطہ
عجائبات شہ کو جو دکھائے ان کا واسطہ
وہ ہاتھ جن کی ہے سخا کی دھوم ان کا واسطہ
وہ پاکہ جو ہیں میمنت لزوم ان کا واسطہ
حسین ضیاء تجلیٔ مہِ دنٰی کا واسطہ
غرض ترے حبیب کی ہر اک ادا کا واسطہ
گناہگار میں بھی ہوں مرے گناہ بخش دے
مرے کریم دو جہاں کے بادشاہ بخش دے
مجھے حلال رزق دے بچائے رکھ حرام سے
لگے قلب کو مرے لگا دے نیک کام سے
عیال واہل کو مرے ہمیشہ شاد کام رکھ
ترے حبیب پاک کا فقط ہمیں غلام رکھ

marfat.com

جہاں میں قبر و حشر میں سے حبیب ساتھ ہوں
جب ان کا نام لیں تو دور ساری مشکلات ہوں
پئے علیِ مرتضیٰ حسن حسین و فاطمہ
ہو روضۂ حبیب پر الٰہی حسنِ خاتمہ
وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سب حضرات اُٹھیئے اور سلام پڑھیئے۔

یا نبی سلام علیک — یا رسول سلام علیک — یا حبیب سلام علیک
صلوات اللہ علیک

حق نے دی معراج تم کو — دو جہاں کا راج تم کو — اور بخشا تاج تم کو
صلوات اللہ علیک

تخت والے تاج والے — دو جہاں کے راج والے — عاصیوں کی لاج والے
صلوات اللہ علیک

السلام اے شاہِ عالی — جھولی رہ جائے نہ خالی — عرض کرتے ہیں سوالی
صلوات اللہ علیک

نوح کے تم ناخدا ہو — خلق کے مشکلکشا ہو — سب کے تم حاجت روا ہو
صلوات اللہ علیک

حشر میں تم بخشوانا — اپنے دامن میں چھپانا — ہر مصیبت سے بچانا
صلوات اللہ علیک

اے شہنشاہِ رسالت — ہیں یہاں جو اہلسنّت — دائما سب پر ہو رحمت
صلوات اللہ علیک

بیٹھ جایئے اور دُعا مانگئے۔ الٰہی ہماری اس محفل کو قبول فرما۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ذکرِ پاک کے صدقہ میں ہماری مغفرت فرما۔ حضور کے معراج کے صدقہ میں مسلمانوں

marfat.com

کو عروج عطا فرما۔ حضور کے اس معجزانہ سفر کے صدقہ میں ہمیں مدینہ منورہ کے سفر کے شرف۔ سے نواز۔ اور حضور کے دیدارِ حق کے صدقہ میں ہمیں سبز گنبد کے دیدار سے مشرف فرما۔ اور ہماری ہر جائز مراد پوری فرما۔ آمین

برحمتک یا ارحم الراحمین

تمت بالخیر

marfat.com

فقیہِ اعظم حضرت مولانا ابو یوسف محمد شریف محدث کوٹلوی کا خاص عطیہ:

دافع اٹھراہ

جس عورت کے ہاں مردہ بچے پیدا ہوتے ہوں یا کمزور ہو کر مر جاتے ہوں یا وقت سے پہلے حمل ساقط ہو جاتا ہو یا لڑکیاں ہی لڑکیاں پیدا ہوتی ہوں اسے مرض اٹھراہ ہے اس نامراد مرض کے ازالہ کے لیے حضرت فقیہِ اعظم گولیاں اور تعویذات دیا کرتے تھے جس سے ہزاروں عورتیں بامراد ہو گئیں۔ اطبا حکما اور ڈاکٹروں نے تسلیم کیا ہے کہ اس مرض کیلئے

یہ روحانی علاج سو فیصد کامیاب ہے

الحمد للہ! یہ خاص عطیہ والد گرامی مجھے عطا فرما گئے ہیں ضرورتمند اصحاب مجھ سے

آٹھ ماہ کے لیے تعویذات اور گولیاں طلب فرمائیں،

نوٹ: یہ دوا حمل کے پہلے دوسرے یا پھر تیسرے ماہ تک شروع کر دینا لازم ہے۔ پھر بچہ پیدا ہونے تک دوائی جاری رکھی جاتی ہے۔ ترکیب استعمال ساتھ روانہ کی جائے گی؛

ہدیہ محصولڈاک سمیت ۱۰۰/-

بچوں کے سوکڑے کا سو فیصد مفید روحانی علاج

ثمینی

بچہ اگر سوکھ کر کانٹا بن چکا ہو، اس میں خون یا کیلشیم کی کمی ہو تو اس کے لیے ثمینی منگوا کر قدرت کا کرشمہ دیکھیے گلے میں ڈالنے کا ایک تعویذ اور ۱۴ عدد گولیاں ہیں ہر روز ایک گولی پیس کر دہی کے چمچہ بھر پانی میں گھول کر پلائی جاتی ہے۔ بچہ ہفتہ بھر میں ہی موٹا تازہ پہلوان نظر آتا ہے آزمائش شرط ہے۔

ہدیہ محصولڈاک سمیت ۲۰/- روپے

صاحبزادہ ابو النور محمد بشیر دربار شریف کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ

marfat.com

تصانیف سلطان الواعظین مولانا ابوالنور محمد بشیر صاحب
کوٹلی لوہاراں

واعظ (۴ جلد)	سچی حکایات ۵ جلد
خطبات (۲ جلد)	خطیب
مفید الواعظین	دیوبندی علما کی حکایات
شیطان کی حکایات	عورتوں کی حکایات
سُنی علما کی حکایات	مثنوی کی حکایات
عجائب الحیوانات	جبریل کی حکایات
آنا جانا نور کا میلاد نامہ معراج نامہ	دلائل المسائل
فقہ الفقیہ	جامع المعجزات
نماز حنفی مدلل	جبلِ نور

فرید بک سٹال ۳۸ اردو بازار لاہور۲